LETTERS OF IQBAL

COMPILED AND EDITED
BY
SH. ATAULLAH

SH. MUHAMMAD

اقبال نامہ حصّہ اوّل

فہرست مندرجات

دیباچہ — از مرتب

مقدمہ — از نواب صدر یار جنگ بہادر ڈاکٹر محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی

۱- مولانا حافظ سیّد علی احسن صاحب مارہروی کے نام — ۳

۲- نواب صدر یار جنگ بہادر ڈاکٹر محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی کے نام — ۵

۳- بابو عبد المجید صاحب کے نام — ۱۱

۴- مولانا غلام قادر گرامی (مرحوم) کے نام — ۱۲

۵- منشی سراج الدین صاحب میر منشی، رزیڈنسی کشمیر کے نام — ۱۶

۶- حکیم محمد حسین صاحب عرشی (امرتسر) کے نام — ۲۷

۷- مولوی سراج الدین صاحب پال ایڈووکیٹ (امرتسر) کے نام — ۳۴

۸- پروفیسر صوفی غلام مصطفےٰ صاحب تبسم گورنمنٹ کالج لاہور کے نام — ۴۶

۹- مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری ناظم دینیات جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے نام — ۵۲

۱۰- سردار عبد الرب خاں صاحب نشتر وزیر مالیات صوبہ سرحد پشاور کے نام — ۵۶

۱۱- مولانا محمد اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی ایڈیٹر عبرت کے نام — ۵۷

۱۲- ظہور الدین صاحب مہجور محکمہ مال۔ سری نگر کشمیر کے نام — ۵۸

۱۳- سیّد نصیر الدین صاحب ہاشمی حیدر آباد دکن کے نام — ۶۰

۱۴- مولانا محمد مبین صاحب عباسی کیفی چڑیاکوٹی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نام — ۶۳

۱۵- مولوی محمد عمر الدین صاحب استاد شعبہ فلسفہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نام — ۶۶

- ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن صاحب رئیس شعبہ فلسفہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نام — ۶۸

۱۷- مولانا سید سلیمان صاحب ندوی ناظم دار المصنفین اعظم گڑھ کے نام ۷۱

۱۸- مولوی ظفر احمد صاحب صدیقی پروفیسر فلسفہ مجیدیہ اسلامیہ کالج الہ آباد کے نام ۲۰۱

۱۹- میر سید غلام بھیک صاحب نیرنگ ایم، ایل، اے (مرکزی) معتمد انجمن تبلیغ الاسلام کے نام ۲۰۶

۲۰- مولوی الف دین صاحب (مرحوم) وکیل کیمبلپور کے نام ۲۱۲

۲۱- خواجہ الف، ایم، شجاع، پروفیسر صادق ایجرٹن کالج بہاولپور کے نام ۲۱۵

۲۲- مخدوم الملک پیر سید غلام میراں شاہ صاحب بہاول پور کے نام ۲۲۲

۲۳- مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی مدیر صدق کے نام ۲۳۳

۲۴- میجر سعید محمد خاں صاحب خورجہ (یو، پی) کے نام ۲۴۶

۲۵- میر سید محفوظ علی صاحب (مرحوم) بدایونی کے نام ۲۴۷

۲۶- چوہدری نیاز علی صاحب بانی دار السلام پٹھان کوٹ کے نام ۲۴۹

۲۷- علامہ مصطفٰے المراغی شیخ جامعہ ازہر کے نام ۲۵۱

۲۸- مولوی محمد امین صاحب زبیری بانی و ایڈیٹر "ظل السلطان" وظیفہ یاب سرکار بھوپال کے نام ۲۵۴

۲۹- مولانا شوکت علی (مرحوم) کے نام ۲۵۵

۳۰- ماسٹر نیاز احمد صاحب دہلی کے نام ۲۵۸

۳۱- منشی آدم علی بھائی بمبئی کے نام ۲۶۲

۳۲- "فخر اماثل" ڈاکٹر محمد عباس علی خاں صاحب لمعہ جاگیردار ٹونڈہ پور مشرقی خاندیس صوبہ متوسط کے نام ۲۶۳

۳۳- ڈاکٹر صوفی غلام محی الدین صاحب کے نام ۲۶۹

۳۴- ضرار احمد صاحب کاظمی کیوریٹر لیکچر گیلری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نام ۳۰۴

۳۵- پروفیسر محمد شفیع صاحب اسلامیہ کالج پشاور کے نام ۳۰۸

۳۶- خواجہ غلام السیدین صاحب ڈائرکٹر تعلیمات کشمیر کے نام ۳۱۱

۳۷- ممنون حسن صاحب فوڈ کنٹرولر بھوپال کے نام ۳۲۵

۳۸- غازی عبدالرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ (امرتسر) کے نام ۳۳۶

۳۹- ماسٹر محمد رمضان صاحب عطائی۔ میانوالی کے نام ۳۳۸

۴۰- شبنم کا قطرہ۔ جناب اسد ملتانی کی نظم بہ اصلاح اقبال ۳۴۰

۴۱- نواب مسعود یار جنگ بہادر ڈاکٹر سر سید راس مسعود (مرحوم) کے نام ۳۴۹

۴۲- لیڈی مسعود کے نام ۳۹۰

۴۳- شیخ عبداللہ صاحب کشمیر کے نام ۳۹۶

۴۴- مولوی فضل الرحمٰن صاحب انصاری۔ ریسرچ سکالر شعبہ فلسفہ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے نام ۳۹۸

۴۵- مولوی مسعود عالم صاحب ندوی۔ ناظم کتب خانہ بانکی پور کے نام ۴۰۰

۴۶- پروفیسر محمد صلاح الدین الیاس برنی صاحب ناظم دارالترجمہ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن کے نام ۴۰۹

۴۷- مسز بیگم صاحبہ ہمایوں مرزا کے نام ۴۲۱

۴۸- عشرت رحمانی صاحب لکھنؤ کے نام ۴۲۵

۴۹- سید نعیم الحق صاحب ایڈووکیٹ پٹنہ کے نام ۴۲۹

۵۰- نامعلوم مکتوب الیہ کے نام ۴۳۷

۵۱- پیر سید مہر علی شاہ صاحب (مرحوم) گولڑہ شریف کے نام ۴[illegible]

۵۲- مس فارقوہرسن صاحبہ کے نام ۴۴۵

۵۳- علامہ اقبال کا مسئلہ فلسطین پر بیان ۴۵۱

۵۴- ڈاکٹر نکلسن پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی کے نام ۴۵۷

فہرستِ عکسی خطوط

۱- نواب صدر یار جنگ بہادر، ڈاکٹر محمد حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام

۲- مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری ناظم دینیات جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے نام ۵۴

۳- مولوی ظفر احمد صاحب صدیقی پروفیسر فلسفہ مجیدیہ اسلامیہ کالج الہ آباد کے نام ۲۰۱-۲۰۲

۴- میر غلام بھیک صاحب نیرنگ۔ ایم، ایل، اے (مرکزی) معتمد انجمن تبلیغ الاسلام کے نام ۲۰۶-۲۰۷

۵- مولوی الف دین صاحب مرحوم وکیل کیمبل پور کے نام ۲۱۳

۶- الف، ایم شجاع پروفیسر صادق ایجرٹن کالج بہاول پور کے نام ۲۲۰

۷- مولانا عبد الماجد صاحب دریاآبادی مدیر صدق لکھنؤ کے نام ۲۳۹

۸- "فخرِ اماثل" ڈاکٹر محمد عباس علی خاں صاحب لمعہ جاگیر دار ٹونڈہ پور مشرقی خاندیس صوبہ متوسط کے نام ۲۷۰

۹- ماسٹر محمد رمضان صاحب عطائی ڈیرہ غازی خاں کے نام ۳۳۸

۱۰- شبنم کا قطرہ۔ جناب اسد ملتانی کی نظم بہ اصلاحِ اقبال ۳۴۶-۳۴۷

۱۱- حالی اور اقبال ۳۷۰

۱۲- نواب مسعود یار جنگ بہادر۔ ڈاکٹر سر سید راس مسعود (مرحوم) کے نام ۳۷۴

ٹ

زیرِ سرپرستی

سر شیخ عبدُالقادر

ادارۂ اقبال

برخوراز قرآں اگر خواہی ثبات
در ضمیرش دیدہ ام آبِ حیات

سرپرست

دی آنریبل سر شیخ عبد القادر چیف جسٹس بہاول پور

صدر

سر سید اکبر علی خاں، راجہ آف پنڈراول۔ پنڈراول۔ بلند شہر۔ یو، پی

نائب صدر

ڈاکٹر محمد عباس علی خاں لمعہ جاگیردار ٹونڈہ پور مشرقی خاندیس سی، پی

ناظم

شیخ عطاء اللہ ایم، اے شعبہ معاشیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

زیارت گاہِ اہلِ عزم و ہمّت ہے لحد میری
کہ خاکِ راہ کو مَیں نے بتایا رازِ الوندی

اقبال کو عالمِ اسلام میں ایک عدیم النظیر محبوبیت حاصل تھی۔ اس کی موت پر لاکھوں انسان جنہوں نے کبھی اُسے دیکھا نہ تھا لیکن جس کے دل و دماغ اس کے رُوح پرور نغمات سے لطف اندوز ہو چکے تھے اشکبار ہُوئے لیکن خود اقبال نے

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسّم بر لبِ اوست

کہتے ہُوئے موت کا استقبال کیا۔ اقبال کا ماتم عالمگیر تھا۔ لیکن

مردِ مومن خواہد از یزدانِ پاک
آں دگر مرگے کہ برگیرد ز خاک

اقبال آج زندہ تر، تابندہ تر اور پائندہ تر ہے۔ اقبال کی اسلام دوستی اور ملت پروری کے احساس و اعتراف کامل کے ساتھ ساتھ اس کی موت نے

اس حقیقت سے بھی دلوں کو روشناس کرا دیا کہ اب شعر و الہام کے گویا سوتے ہی بند ہو گئے ہیں۔ ہر تین چار سال کے بعد اقبال کے روح پرور اور وجد انگیز نغمات کے انتظار کی وجہ تسکین پیوند خاک ہو چکی تو اس کے ساتھ ہی ایک دنیا کی گوناگوں امیدیں اور مسرتیں مٹی میں مل گئیں۔ اس شدت الم اور احساسِ بیچارگی و درماندگی میں کفرانِ نعمت سے طبیعت نے انکار کیا اور خیال پیدا ہوا کہ اقبال کو جو فرصت میسر آئی اور جو توفیق مرحمت ہوئی اس کا شکر کیوں نہ بجا لایا جائے۔

اگر اقبال کے سازِ ہستی کے بے صدا ہو جانے سے دنیا محروم سرود و نغمہ ہے تو کیا غم ہے۔ اقبال اپنے اشعار و افکار میں ہمارے لئے ایک لازوال جنتِ نگاہ اور ایک سرمدی فردوس گوش مہیا کر گئے ہیں۔ ساتھ ہی القا ہوا کہ اقبال کی وفات کے بعد کم از کم مکاتیب کی صورت میں تو دنیا ان کی ایک مدت العمر کی تصنیف سے افادہ و مسرت حاصل کر سکتی ہے

اقبال کی وفات کے ایک سال بعد اس سلسلہ میں کچھ خط و کتابت بھی ہوئی لیکن میں لاہور کو جہاں حضرت علامہ مرحوم کے عقیدتمندوں کا ایک بااثر حلقہ موجود ہے اس خدمت کے لئے موزوں و مخصوص سمجھتا رہا۔ پانچ سال کے صبر آزما انتظار کے بعد جب لاہور سے اس خدمت کے آثار قطعاً پیدا نہ ہوئے تو اس سلسلہ میں مزید توقف کو ایک علمی گناہ اور معصیت تلی سمجھتے ہوئے اس خدمت کی ضرورت و اہمیت کے اعتراف اور راجہ حسن اختر صاحب کے اصرار پیہم کے احترام میں مجھے اس خدمت کی انجام دہی کے لئے آمادہ ہونا

پڑا۔ جب فروری ۱۹۴۳ء میں اس کام کا آغاز ہوا تو یہ حقیقت جو نظر سے پوشیدہ تھی یکایک سامنے آ گئی کہ علی گڈھ اس خدمت و شرف کا ہر طرح اہل و حقدار ہے اور اس خدمت کی انجام دہی میں جو آسانیاں علی گڈھ میں میسر آئیں لاہور میں قطعاً ممکن نہ تھیں۔ آج مجھے اپنی خوش نصیبی پر ناز ہے کہ اس مردِ حق آگاہ و دانائے رموز کی اس اہم یادگار کے تحفظ کی ادنیٰ کوشش کی سعادت مجھے میسر آئی۔

نو لئے ہست کہ یابی سر راہے گاہے

اگرچہ اقبال کے مکاتیب کی فراہمی و اشاعت سے مقصود ایک حد تک ان جواہر پاروں کو دستبرد زمانہ سے محفوظ کر لینا ہے۔ لیکن اقبال نامہ کی اشاعت سے میرا سب سے اہم مقصد اقبال کے آئندہ سیرت نگار کے لئے بعض مسائل اور خود اقبال کی زندگی پر اقبال کی تحریری شہادتیں مہیا کرنا ہے۔

مقدمہ

اقبال کے مکاتیب کی اشاعت کے سلسلہ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اقبال کی اس مدت العمر کی تصنیف کو دنیا سے روشناس کرانے کے لئے کوئی ایسے بزرگ جو ہر طرح اس خدمت کے اہل ہوں میسر آ جائیں تو اقبال نامہ کا مقدمہ بجائے خود اقبالیات پر ایک نادر مقالہ بن سکتا ہے۔ خواہش یہ تھی کہ اقبال نامہ کا مقدمہ نگار سخن ور ہو سخن فہم ہو سخن سنج ہو۔ اقبال کا شناسا ہو اور سب سے اہم یہ کہ ایک عالم دین کی حیثیت سے اقبال کے سرچشمۂ افکار

سے واقف ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ نظر انتخاب کو علی گڈھ سے باہر جانے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ قبلہ نواب صدر یار جنگ بہادر الحاج ڈاکٹر محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی کی ذاتِ گرامی میں وہ تمام کمالات جن کی جستجو تھی بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ اقبال کی شاعرانہ رہنمائی میں انہوں نے حصہ لیا ہے وہ ایک نادر ذوقِ شعر و ادب ازل سے ساتھ لائے ہیں۔ اور ان کی نگہِ جوہر شناس سے بہتر اقبال کی داد دینے والا کون مل سکتا تھا۔ نواب صاحب قبلہ کے مرصع مقدمہ نے مجھے اقبال کے متعلق کچھ عرض کرنے سے جس کا حقیقت میں مَیں اہل بھی نہیں ہوں بے نیاز کر دیا ہے۔ نواب صاحب نے میری درخواست پر مکاتیب پر تبصرہ حصہ دوم کے لئے اٹھا رکھا ہے تاکہ وہ مکاتیب بھی پیشِ نظر رہیں جو ابھی میرے پاس نہیں پہنچے۔ مَیں اقبال نامہ کے مواد کی فراہمی سے متعلق بزرگوں، دوستوں اور عزیزوں کی توجہات کی سپاس گذاری اور چند دوسرے اہم امور تک اپنی گذارشات محدود رکھنا چاہتا ہوں۔

اس سلسلہ میں بھی مجھے سب سے پہلے قبلہ نواب صاحب موصوف ہی کا شکریہ ادا کرنا ہے جب میں اپنے ارادہ فراہمی مکاتیب اقبال کا اعلان اور چند بزرگوں سے اس کے لئے درخواست کر چکا تو سب سے پہلا عطیہ نواب صاحب ہی کی طرف سے موصول ہوا۔ میں نے ابھی نواب صاحب سے براہ راست درخواست بھی نہیں کی تھی۔ انہوں نے اخبار میں اعلان ملاحظہ

فرمایا اور اپنے گراں قدر عطیہ سے مجھے یوں ایک گونہ بلا طلب سرفراز فرمایا میری ناچیز کوشش کی یہ بزرگانہ تحسین و ستائش اور یہ عملی داد میرے دل و دماغ کے لئے سرمایہ دار لطف و حلاوت اور نواب صاحب کی علم دوستی کا یہ ثبوت میرے لئے وجد انگیز ہے۔ اگر مسلمانوں میں یہ علم دوستی اور معارف پروری زندہ ہوتی تو جس کام پر میں نے ڈیڑھ سال صرف کیا ہے ڈیڑھ ماہ میں انجام پا جاتا۔ اس طرح حقیقت میں اقبال نامہ کی بنیاد نواب صاحب ہی کے مبارک ہاتھوں سے پڑی۔ اور اب کہ اقبال نامہ مکمل ہو چکا ہے اس کی آرائش بھی نواب صاحب ہی کے فکر رسا۔ ژرف نگاہی۔ ملت دوستی معارف پروری۔ اقبال شناسی اور عدیم المثال و پختہ کارگلکاری کی ممنون ہے۔

اقبال مرحوم کے سر عبد القادر سے ہمیشہ نہایت مخلصانہ تعلقات رہے ہیں "بزم میں شعلہ نوائی سے اجالا کردیں" اور "قطرۂ شبنم بے مایہ کو دریا کردیں" میں روئے خطاب سر عبد القادر ہی کی طرف تھا اور سر عبد القادر ہی کے لئے اقبال کی زندگی میں ان کے کلام کے مجموعۂ اول یعنی بانگِ درا کو ملک سے روشناس کرانے کا شرف مقدر ہو چکا تھا۔ اسی نسبت سے میں نے ابتداء کار ہی سے ان کی طرف رجوع کیا اور میری خوش نصیبی ہے کہ ان جیسے پختہ کار اقبال داں کی سرپرستی مجھے میسر آ گئی۔ انہوں نے خطوط کی فراہمی میں میری پرجوش رہنمائی اور حوصلہ افزائی فرمائی لیکن مجھ پر

سب سے بڑا کرم یہ کیا کہ ڈاکٹر عباس علی خاں لمعہ (حیدرآبادی) جاگیردار ٹونڈہ پور مشرقی خاندیس سی۔پی سے یہ اِنٹروڈکشن کرادیا اور اس طرح اس خدمتِ ملت کے لئے مجھے اقبال کے ایک نوجوان مخلص دوست مداح اور عقیدتمند میسّر آگئے جنھوں نے نہ صرف خود مکاتیبِ اقبال کا ایک گراں قدر مجموعہ مرحمت فرمایا بلکہ اب مرتب اقبال نامہ سے بھی زیادہ جوش و انہماک سے حیدرآباد میں مکاتیب کی فراہمی کا اہتمام کررہے ہیں۔ اقبال مرحوم کو وہ اپنا روحانی پیشوا مانتے ہیں۔ اقبال مرحوم بھی انہیں "محسن اناہل" کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔

ڈاکٹر لمعہ حیدرآباد کے نوجوان سخنور ہیں۔ اقبال اور ٹیگور سے ان کے نہایت مخلصانہ مراسم تھے۔ اقبال اور ٹیگور میں بعض اوقات جو ناگوار موازنہ کیا جاتا ہے اس کے پیش نظر انہوں نے ٹیگور سے ایک مرتبہ جب وہ لاہور تشریف لے جارہے تھے فرمائش کی کہ وہ لاہور میں اقبال سے ضرور ملیں۔ ٹیگور لاہور پہنچے تو سوء اتفاق سے اقبال لاہور میں موجود نہ تھے۔ ڈاکٹر لمعہ کی ان دونوں بزرگوں سے عقیدت کا صلہ ٹیگور کی طرف سے ایک اہم مکتوب کی صُورت میں ملا جس سے ٹیگور کے اخلاق کی بلندی و حق پرستی اور ٹیگور کی نظر میں اقبال کی منزلت کا پتہ چلتا ہے۔ ٹیگور کا یہ خط اقبال اور ٹیگور کو حریف و رقیب ثابت کرنے والوں کے لئے ایک تازیانہ عبرت ہے۔

حال ہی میں ایرانی وفد کے ایک حق ناشناس رکن نے اقبال کو کہ "دیدم دو کمندش مہر و ماہ را" کا مصداق تھا ایک شاعرِ مقامی، اور ٹیگور کو ایک عظیم المرتبت شخصیت کہہ کر اس ناگوار قضیہ کو تازہ کیا تو مجھے اس خط کی اشاعت کا اہتمام کرنا پڑا۔ اس خط کی موجودگی اور اشاعت امید ہے آئندہ کتنے ہی نادانی و رقابت کے فتنوں کا سدِ باب کر دے گی۔

ٹیگور ڈاکٹر لمعہ کو لکھتے ہیں۔

"آپ کے نوازش نامے اور نظم نے میرے دل پر خاص اثر کیا۔ مجھے یہ معلوم کر کے بے پایاں مسرت حاصل ہوئی کہ آپ اپنے شاعرِ اعظم سر محمد اقبال کے کلام اور میری نظموں میں ایک ربطِ باطنی محسوس کرتے ہیں۔ ان زبانوں سے جن میں اقبال شعر کہتے ہیں ناواقفیت کی بنا پر ان کی قوتِ تخلیق کی گہرائیوں تک نہ تو میری رسائی ممکن ہے اور نہ ہی میں اُن کے کلام سے متعلق کوئی رائے پیش کرنے کی جرأت کر سکتا ہوں۔ لیکن اقبال کی نظموں کو جو شہرت اور قبولیت نصیب ہوئی ہے اس کی بنا پر مجھے یقین واثق ہے کہ اقبال کے ان جواہر پاروں میں ادبِ جاوداں کی عظمت دتابناکی موجود ہے میرے لئے یہ خیال بارہا باعث اذیت ہوا ہے کہ بعض

نقاد میری اور سر محمد اقبال کی ادبی کاوشوں کو حریفانہ اور رقیبانہ میزان پر جانچ کر غلط فہمیاں پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس ادب کے متعلق جس کا خطاب جملہ بنی نوعِ انسان سے ہو یہ روش حد درجہ مذموم ہے کیونکہ ادبِ عالمگیر کی مملکت میں بلا لحاظ زمان و مکان شعرا و اصحاب فنون کی ایک انسانی برادری معرض وجود میں آجاتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ سر محمد اقبال اور مَیں ادب میں حسن و صداقت کے دو خدمتگار ہیں۔ اور ہم اس سرحد پر مل جاتے ہیں جہاں سے انسانی دل و دماغ اپنا بہترین و جمیل ترین ھدیۂ جاوداں عالمِ انسانیت کے حضور میں پیش کرتا ہے۔"

ڈاکٹر اقبال نے ایک خط میں ڈاکٹر لمعہ کے ہدیۂ قرآنِ کریم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اسی نسخہ کی تلاوت کا وعدہ فرمایا ہے۔ یہ نسخہ ڈاکٹر لمعہ کو مولانا محمد علی مرحوم سے ملا تھا اور ایک بلند تاریخی قدر و منزلت کا حامل ہے۔ کیونکہ حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا ہے اقبال کی نذر میں یہ تحفہ کس قدر محبوب ہو گا۔ اس کا اندازہ اہلِ دل ہی کر سکتے ہیں۔ حضرت عالمگیر کو اقبال نے

چوں براہیم اندریں بتخانہ بود

کہہ کر یاد فرمایا تھا۔

مولانا سید سلیمان ندوی جنھیں اقبال نے 'استاذ الکل' اور 'ہندوستان میں جوئے شیر اسلام کے فرہاد' کے القاب سے یاد فرمایا ہے اسلام کی بیش بہا قلمی خدمات کی بنا پر نہ صرف آج ہی محتاجِ تعارف نہیں بلکہ ان کا نام زندہ جاوید رہے گا۔ علامہ اقبال کو مولانا سے گہری عقیدت تھی۔ اقبال نے جس طالبعلمانہ انداز سے اپنی علمی و مذہبی مشکلات میں سید صاحب سے رجوع فرمایا ہے اور جس عقیدت خلوص اور شاگردانہ انداز سے مولانا کی فضیلت کا اعتراف فرمایا ہے اُن کی لطافت کا اندازہ ان خطوط سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ میں بہ اصطلاحِ اقبال عطیہ مکاتیب کے لئے "سراپا سپاس" ہوں۔ سید صاحب نے جس بزرگانہ شفقت اور جس دریا دلی اور معارف پروری سے اپنا مجموعہ مجھے مرحمت فرمایا وہ میرے لئے باعثِ ہزار افتخار و مسرت اور موجب صد ہزار ممنونیت ہے۔ مولانا نے مجموعہ کاتب سے خوشخط لکھوایا اور جواب طلب امور کے حوالہ جات از سر نو مرتب فرمائے اور اس طرح دنیائے علم و مذہب پر احسان فرمایا۔ کاش اصل مفصل جوابات میسر آ سکتے۔ عطیہ مجموعہ مکاتیب کے بعد مولانا سے جب علی گڈھ میں شرفِ ملاقات حاصل ہوا تو مسکرائے اور فرمایا۔ آپ نے میرا خیال اور عنوان دونوں اڑا لئے خدا مبارک کرے۔ اصل میں میرے اعلان سے بیشتر مولانا کا ارادہ اسی نام سے اقبال کے مکاتیب کی اشاعت کا تھا۔

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کے لطف و کرم اور شفقت کا پُرخلوص شکریہ میرا خوشگوار فرض ہے - مولانا موصوف کا عاطفت نامہ ہی اولین پیغامِ امید تھا - میرا نیاز نامہ موصول ہونے کے چار دن بعد ہی مولانا علی گڈھ تشریف لا رہے تھے اور گرامی نامہ میں انھوں نے خطوط ساتھ لا کر علی گڈھ میں اپنے دست مبارک سے یہ عطیہ مرحمت فرمانے کا مژدہ سنایا تھا - لیکن پہلی کوشش میں خطوط نہ ملے اور میرا دامنِ امید خالی رہا - مولانا کی اہم مصروفیات اور خدمات دینی میں انہماک کی بنا پر مجھے اندیشہ تھا کہ شاید خطوط کا ملنا ممکن نہ ہو مولانا نے خطوط کے ایک انبار سے ان مکاتیب کی تلاش کے لئے وقت نکالا اور یہ امانت خوش دلی سے ملت کے سپرد کر دی -

مولانا موصوف کو خطوط کی تلاش میں جو وقت صرف کرنا پڑا اُس کے اہم دینی خدمات میں صرف نہ ہونے کا مجھے افسوس ہے - لیکن کون ہے جسے ان مکاتیب کے دستبردِ زمانہ سے محفوظ ہو جانے سے واقعی مسرت حاصل نہ ہو -

لیڈی مسعود صاحبہ نے سر سید راس مسعود مرحوم کے نام کے تمام خطوط از راہِ کرم مجھے مرحمت فرمائے - چند خطوط ممنون حسن خاں صاحب کی وساطت سے بھی میسر آئے - جنہوں نے اس سلسلہ میں خلوص و ذوق کا ثبوت دیا -

اقبال کے خطوط مرحمت کرنے والے یا خطوط کی فراہمی میں اعانت فرمانے والے تمام بزرگوں دوستوں اور عزیزوں کا شکرگذار ہوں جن کی حوصلہ افزائی اور توجہ سے یہ مجموعہ ملت کے روبرو پیش کرنے کی سعادت مجھے میسّر آئی ہے۔ رام بابو صاحب سکسینہ مصنف تاریخ ادب اُردو۔ اڈیٹر نیرنگِ خیال لاہور اور اڈیٹر معنف علی گڈھ کا احسانمند ہوں کہ انہوں نے مجھے اپنی کتاب اور رسائل سے خط شامل مجموعہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ خطوط کا عطیہ مرحمت فرمانے والے دوستوں اور بزرگوں نے تشریح طلب حوالہ جات پر خود ہی نوٹ بھی مرتب فرمائے ہیں۔

بعض احباب کرام کا خاص شکریہ مجھ پر واجب ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہُوں کہ اس کوشش میں اقبال سے عقیدت کو خاص دخل تھا۔ تاہم اسی سلسلہ میں بعض گراں قدر رفاقتیں مجھے میسّر آگئی ہیں۔ جن بزرگوں اور عزیزوں نے اس کام میں میرا برابر کا ساتھ دیا اور مختلف طریقوں سے میری درخواست پر اور اکثر بلا طلب میری اعانت فرمائی ان کے لئے میری احسانمندی کے تذکرہ سے اقبال نامہ کا خالی رہ جانا ایک ناقابل فراموش فروگذاشت ہوگی۔

اس سلسلہ میں حمید احمد خاں صاحب ایم۔ اے۔ آئی۔ سی بدایوں۔ سید عبدالواحد صاحب انسپکٹر جنرل جنگلات حیدرآباد۔ مولانا یعقوب بخش

صاحب راغب - پروفیسر آل احمد سرور - سید نصیر الدین صاحب ہاشمی اور غلام محمد صاحب شوریٰ اور محمد شفیع صاحب جرنلسٹ لاہور - شیخ بشیر احمد اور خواجہ عبد اللہ بھوپالی خاص طور پر شکریہ کے مستحق ہیں مجھے اسلامی اخبارات و رسائل کا بھی خاص شکریہ ادا کرنا ہے - ان اخبارات و رسائل نے میرے اعلانات کے لئے بخوشی گنجائش نکالی - اور تائیدی شذرات لکھے - گرامی کے نام کا اکتالیس سال پہلے کا لکھا ہوا خط مجھے مدیر شہاب حیدرآباد کی وساطت سے موصول ہوا جن کے ہاں بسکٹ فروش کی دکان سے پڑیا کی صورت میں یہ خط پہنچا - خدا کا شکر ہے کہ یہ کام جس اجتماعی اعانت و توجہ کا محتاج تھا وہ اسے نصیب ہوئی اور اقبال کا خیال

کم کوش تو ہیں بے ذوق نہیں راہی

پورا ہوا اور ملت بے ذوقی کی مرتکب قرار نہ پائی -

میری یہ کوشش ہے کہ اقبال کی تمام تحریری یادگاریں جو اب تک ان کے مطبوعہ کلام میں موجود نہیں محفوظ کر لی جائیں - اسی بنا پر اقبال کے سب وہ اشعار جو انہوں نے حالی مرحوم کی صد سالہ برسی پر کہے تھے ایک مناسب مقام پر درج کر دیئے ہیں - حالی و سر سید کے متعلق ایک رباعی بھی درج کر دی گئی ہے - علامہ مرحوم نے اپنی زندگی میں اصلاح کم دی ہے - خوش قسمتی سے ایک ایسی نظم جس پر علامہ مرحوم کے قلم سے اصلاح دی

گئی ہے دستیاب ہو گئی ہے وہ بھی درج کر دی گئی ہے۔ مسئلۂ فلسطین سے متعلق ایک اہم بیان بھی مناسب مقام پر شامل مجموعہ ہے۔ میر ولی اللہ صاحب بشیر اہلکار محکمہ مشیر قانونی و معتمدی وضع قوانین سرکار عالی نے مانٹ مورینسی سابق گورنر پنجاب سے ملاقات کے لئے درخواست کی تو میر صاحب کو جواب ملا کہ "میں نے تمہارے والد کے ساتھ تمہیں کبھی نہیں دیکھا" اقبال کو یہ قصہ معلوم ہؤا تو اُنہوں نے میر صاحب کو حسب ذیل تحریر لکھ دی اور فرمایا سالک صاحب سے انگریزی ترجمہ کرا کر مانٹ مورینسی کے پاس بھجوا دیجئے۔ یہ تحریر مانٹ مورینسی اور اقبال کے اخلاق و امیال کے نمونہ کے طور پر محفوظ رکھے جانے کے قابل ہے:۔

لاہور

۷۔ جولائی ۱۹۲۸ء

میر ولی اللہ خوشنویس ائمہ جامع مسجد دہلی کے خاندان سے ہیں۔ یہ وہ محترم خاندان ہے جس کے مورث اعلیٰ کو شہنشاہ شاہجہان علیہ الرحمۃ نے بخارا سے بلا کر امام جامع مسجد مقرر کیا تھا۔ میر ولی اللہ کے دادا مولانا حافظ امیر الدین صاحب مرحوم و مغفور ابو ظفر بہادر شاہ بادشاہ دہلی کے استاد تھے ان کے والد حافظ محمد سعید سلطنتِ دکن اور بھوپال کے

وظیفہ خوار تھے جو اُن کو ان کی خاندانی شرافت و نجابت اور تقوای کی بنا پر عطا کیا گیا تھا۔ میرے نزدیک اس خاندان کے افراد قدر کے مستحق ہیں"۔

محمد اقبال

بیرسٹرایٹ لا، لاہور

اقبال نامہ کا حصہ اول مشتاقانِ اقبال کے ہاتھوں تک پہنچ گیا۔ لیکن ابھی کافی اور اہم مواد خطوط کی صورت میں میرے پاس موجود ہے۔ تلاش و جستجو جاری ہے مجھے توقع ہے کہ وہ تمام بزرگ اور احباب جو اقبال کے مزید مکاتیب کی نشان دہی، فراہمی یا ان کے براہ راست عطیہ سے میری اعانت و سرفرازی فرما سکتے ہیں اس سے دریغ نہ فرمائینگے تاکہ میں جلد از جلد حصہ دوم کی اشاعت کے فرض سے سبکدوش ہو سکوں۔

اقبال نامہ حصہ اول سلسلہ اقبالیات نمبر ۱ کے طور پر شائع ہو رہا ہے حصہ دوم بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہوگی اور توفیقِ ایزدی شاملِ حال ہوئی تو ارادہ ہے کہ یہ سلسلہ جاری رکھا جائے۔ چند اہم خدمات پیشِ نظر ہیں۔ فی الحال مشتاقانِ اقبال تک صرف یہ اطلاع پہنچانا چاہتا ہوں کہ میری تجویز اور درخواست پر مولانا محمد مبین صاحب عباسی کیفی چڑیاکوٹی نے جن کے علم و فضل کا اعتراف و احترام خود اقبال کو تھا "تلمیحات اقبال" کے

نام سے ایک کتاب مرتب کرنا شروع کی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت سے قرآن کریم، احادیثِ نبوی اور تاریخ و ادب اسلامی سے متعلق کلام اقبال میں جو حوالہ جات اور اشارات پائے جاتے ہیں ان کی تشریح و توضیح سے اقبالیات کی ہر دلعزیزی اور عالمگیری میں معقول اضافہ ہوگا۔

اقبال کے کلام کی ایسے طرز پر اشاعت کی اشد ضرورت ہے جس سے اُسے عام پڑھے لکھے لوگوں تک پہنچایا جاسکے۔ اقبال کے کلام کے تراجم اور مصوّر ایڈیشنز تیار کرانے کی بھی اشد ضرورت ہے! اقبال خود اس ضرورت کے قائل تھے۔ ضرار احمد صاحب کاظمی کیوریٹر پکچر گیلری مسلم یونیورسٹی نے اشعار اقبال کو تصویر کا جامہ پہنانا شروع کر دیا تھا اور علامہ مرحُوم نے جیسا کہ ان کے نام خطوط سے واضح ہوگا اُن کی کوشش کو پسند بھی فرمایا تھا۔ معلوم ہوا ہے حیدرآباد میں بھی بعض ماہرینِ فن اس میدان میں طبع آزمائی فرما رہے ہیں۔ امید ہے جلد قابل مسلمان مصوّرین سے جو وقت و فرصت کے منتظر ہیں اقبال کے کلام کو مصوّر کرنے کی خدمت لی جائیگی۔ دیکھیں کلام اقبال کی اس خدمت کی سرپرستی کی سعادت کس کے حصّہ آتی ہے۔ ٹرسٹیانِ اقبال اس اور اقبال کے کلام کی اشاعت کے سلسلہ میں مقتدر ارباب علم کی اعانت و توجہ سے مستفید ہونے کو تیار ہونگے۔

اقبال نے اعلحضرت نواب حمید اللہ خاں فرمانروائے بھوپال کی ملت پرورانہ توجہاتِ عالی کا جو احسامندانہ اعتراف کیا ہے وہ اقبال ہی نہیں تمام ملت پر فرض ہے۔ اقبال نے

زالطافِ تو خیزد موجِ لالہ از خیابانم

کہہ کر اس حقیقت کا اظہار فرمایا اور ضرب کلیم کے انتساب میں

بگیر ایں ہمہ سرمایۂ بہار از من
کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند

فرما کر اپنا فرض ادا کیا۔ لیکن اقبال کی احسامندی کا حال یہ تھا کہ انہوں نے اپنی کتاب "ارمغان حجاز" بھی نواب صاحب ہی کی نذر کرنے کا ارادہ کر لیا تھا جس کی اطلاع انہوں نے سر سید راس مسعود کو دی تھی۔ سر راس مسعود اقبال سے پہلے فوت ہو گئے اور ارمغان حجاز اقبال کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔ اس طرح اقبال کی اس خواہش و وعدہ کا جواب ایک گونہ وصیت کا حکم رکھتا ہے۔ کسی کو علم نہ ہوا۔ اس مجموعہ مکاتیب کی اشاعت کے بعد امید ہے اقبال کی اس خواہش کی تعمیل کی جائیگی۔

اقبال کے کلام و پیام کی اشاعت اور اس کی سیرت سے متعلق بعض خیالات ذہن میں موجزن ہیں۔ ہندوستان کے مختلف حصص میں بزم اقبال کے نام سے اقبالئین کے حلقے پیدا ہو رہے ہیں۔ حیدرآباد میں یوم اقبال جس شان سے منایا گیا وہ ہر طرح اس مملکت اسلامی کے

شایاں تھا۔علی گڈھ میں مجھے احباب کا ایک علم دوست حلقہ میسّر ہے جو میری اعانت و رہنمائی کے لئے ہر طرح آمادہ ہے۔مختلف صوبجات میں جو کوششیں اقبال کے کلام کو ہر دلعزیز بنانے سے متعلق کی جارہی ہیں اُن میں ایک ربطِ باہمی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔چند اہم تجاویز میرے اور احباب کے پیشِ نظر ہیں خدا توفیقِ عمل عطا فرمائے۔

ترتیب

ترتیب سے متعلق مختلف نظریات پیشِ نظر تھے لیکن میں نے ہر مکتوب الیہ کے نام کا مجموعہ علیحدہ علیحدہ مگر یکجا درج کرنا پسند کیا ہے۔ترتیب مکاتیب کے سلسلہ میں تقدم و تاخر کو اہم نہیں سمجھتا۔اہمیت تو خطوط کو حاصل ہے۔مولانا احسن مرحوم کے نام کے خط سے اقبال نامہ کا اس لئے آغاز کیا گیا ہے کہ یہی سب سے پُرانا خط اس وقت تک دستیاب ہو سکا۔اس کے بعد نواب صدر یار جنگ بہادر کے نام کے مکاتیب ہیں کہ مجھے سب سے پہلے موصُول ہُوئے اور اپنی قدامت کے لحاظ سے بھی اسی کے حقدار ہیں۔خطوط مختلف اوقات میں موصُول ہوتے رہے اور یکے بعد دیگرے پریس کے لئے تیار ہوتے رہے۔اقبال کے افکار۔اس کے ذوق و شوق اس کی معارف پروری۔اس کی اسلام دوستی اور مذہب پرستی کے نایاب اور آبدار موتیوں کا ایک پُورا خزانہ پیشِ خدمت ہے، آپ اپنے ذوق و گوہر شناسی کی بنا پر جس موتی کو جو جگہ چاہیں دے لیں۔

انتساب

اقبال کے استاد شمس العلما مولانا میر حسن صاحب مرحوم و مغفور کی خدمت بابرکت میں دوران ملازمت مرے کالج سیالکوٹ مجھے شرف حاضری نصیب ہوا میں جانتا ہوں کہ اقبال کا اقبال کس درجہ مولانا ئے موصوف کی جوہر شناسی اور نگہ کیمیا اثر کا مرہون منت ہے۔ دنیا نے اقبال کی قدر کرنے پر بھی اقبال کی عظمت کا اعتراف کیا ہے لیکن اقبال گر کو اقبال کے سوا کسی نے نہیں پہچانا۔ اقبال کی اس مدت العمر کی یادگار کے انتساب کا حقدار اقبال کے استاد سے زیادہ کون ہو سکتا ہے۔ اقبال کی کسی دوسری یادگار کی تقریب پر بشرط زندگی اقبال کے استاد کے شایان شان تعارف کا شرف حاصل کرونگا۔

خوش آں قومے پریشاں روزگارے   کہ زاید از ضمیرش پختہ کارے
نمودش سرّے از اسرار غیب است   بروں ناید ز ہر گردے سوارے

عطاء اللہ

مرتب اقبالنامہ

شعبۂ معاشیات مسلم یونیورسٹی۔ علی گڈھ

مقدمہ

ڈاکٹر سر اقبال مرحوم

سنہ ۱۹۰۳ء میں منشی شمس الدین مرحوم نامور سکرٹری کی یاد فرمائی پر میں اوّل بار انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس میں شریک ہوا حسنِ اتفاق یہ ہوا کہ ٹھہرایا گیا یا دش بخیر دسر اعبد القادر کے پاس یہی قیام زندگی کے ایک اہم پہلو کی آفرینش کا باعث ہوا۔ شیخِ مہربان نے اردو کا نامور رسالہ مخزن جاری کر رکھا تھا جس نے انگریزی داں طبقے میں اردو ادب کا ذوق پیدا کیا اور یہ بڑی خدمت تھی۔ اسی خدمتِ ادبی کے سلسلے میں شیخ کی خانقاہ اردو ادب کے اہلِ ذوق کا مرجع بنی ہوئی تھی۔ اقبال، نیرنگ۔ احمد حسین منصف۔ خود شیخ یہ اربعہ عناصر ذوقِ ادب کے وہاں جمع ہوتے۔ مجھ کو اس صحبت میں ان احباب کو دیکھنے اور اُن سے ملنے کی خصوصیت حاصل ہونے کا موقع ملتا رہا۔ انجمن کی مجالس میں اقبال و نیرنگ کی نظمیں سُننے اور ان کے ترنّم سے لُطف اندوز ہونے کا موقع ملا۔

غرض یہ تقریب تھی سر اقبال کی ملاقات و خصوصیت کی۔ ذوقِ ادب نے تعلقات میں خلوص پیدا کیا۔ خط و کتابت جاری رہی۔ وہ خط و کتابت کیسی تھی اس کو میں نہ کہوں گا۔ میرے نام کے خطوط جو شاملِ مجموعۂ ہذا ہیں خود بتا دیں گے۔

یہ زمانہ اقبال کی بلند اقبالی کے آغاز کا تھا۔ ایم۔ اے کی ڈگری لیکر کالج میں پروفیسر مقرر ہو چکے تھے۔ زمانے کے حالات کے اعتبار سے یہ بڑا امتیاز نہ تھا۔ اصل امتیاز جو آئندہ ترقی و سربلندی کی پیشین گوئی کر رہا تھا وہ ان کا ذوق معرفت ادبی تھا جو عمیق تھا ہمہ گیر تھا۔

اس کا راز اسن لو، یاد کر لو، نقشِ دل کر لو۔ اسی کے نہ ہونے سے ہماری علمی مجلسیں بے کیف ہیں۔ آواز دہلِ خالی سے زیادہ ان میں اثر نہیں راز یہ تھا کہ اقبال کو خوش بختی سے اپنے وطن سیالکوٹ کے کالج میں بقول سر شیخ عبدالقادر "علماء سلف کی یادگار اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے ایک بزرگ مولوی سید میر حسن صاحب کی شاگردی کی سعادت حاصل ہوئی جو بقول سر شیخ یہ خاصہ رکھتے تھے کہ جو کوئی ان سے فارسی یا عربی سیکھتا اس کی طبیعت میں اس زبان کا صحیح ذوق پیدا کر دیتے تھے۔ اقبال نے فارسی اور عربی کی تحصیل مولوی صاحب موصوف سے کی۔ اصل بنیاد اقبال کے اردو اور فارسی ادب میں بلند پایہ ممتاز عصر با معرفت ادیب

ہونے کی یہ ہوئی۔ اس میں شک نہیں کہ یورپ کی صحبت و تعلیم نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ مگر سونا پرانی کان کا تھا آج کے تعلیم یافتہ سہاگہ ڈالتے ہیں مگر سونا کہاں۔ جلا آجاتی ہے جوہر نہیں نکھرتے۔

یہ میرا ذاتی تجربہ نصف صدی کے سارے ہندوستان کی سیاحی اور دورہ کا ہے۔

۱۹۰۵ء تک اقبال ہندوستان میں رہے اس وقت تک اردو شاعری کا ذوق کارفرما رہا۔ میری ملاقاتیں جابجا ہوتی رہیں۔ خط کتابت جاری رہی۔ ان کے یورپ جانے کے بعد سلسلہ مراسلات موقوف ہوگیا۔ وہاں ان کا دوسرا جوہر مخفی جلوہ فرما ہوا۔ یعنی فارسی شاعری جس کی صدا سے آج ایک عالم گونج رہا ہے یہ جادہ فرمائی کس طرح ہوئی اس کا حال بانگ درا کے مقدمے میں پڑھو جو سر شیخ کا لکھا ہوا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ صدائے مذکور صدا بصحرا ثابت ہوتی ہے یا صدائے ہادی۔ یعنی یہ دیکھنا ہے کہ شعر کہنے والوں میں سے کتنے جادۂ اقبال پر گامزن ہو کر ان کے فیض سے کامیاب ہوتے اور شاعر حقیقی بن کر اقبال کی حکمت کو دنیا میں ترقی مزید دیتے ہیں

یہ مجموعۂ خطوط شیخ عطاء اللہ صاحب ہماری یونیورسٹی کے استاد گرامی اکنامکس کے لیکچرر شائع کر رہے ہیں میں علی گڑھ کانفرنس کی خدمت کے سلسلے میں شیخ صاحب سے اچھی طرح واقف ہوں اور ان

کی سلامت روی اور معاملہ فہمی کا معترف لیکن میرا گمان بھی نہ تھا کہ ان میں ذوق ادبی بھی ہے۔ بلکہ جس تعلیم سے ان کا تعلق ہے ان کے لحاظ سے بیگانگی کی بدگمانی تھی۔ اسی لئے مجھ کو حیرت ہوئی جب میں نے اخباروں میں ان کا یہ اعلان دیکھا کہ وہ اقبال کے خطوط شائع کرانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ حیرت نے مسرت کی صورت اختیار کی اور میں نے وہ خطوط شیخ صاحب کے پاس بھیج دیئے جو اقبال مرحوم کے میرے نام تھے۔ اور شیخ صاحب نے مقدمے میں لکھا ہے کہ اس سلسلے میں سب سے پہلی قسط میری ہی خدمت کی تھی۔

شیخ صاحب نے ازراہِ کرم جو الفاظ میری نسبت لکھ دیئے ہیں ان کو پڑھ کر میں شرمندگی کی وجہ سے لرزہ براندام ہوا۔ بہرحال شکر گزار کرم ہوں۔ شیخ صاحب کی کامیابی کا دل سے آرزو مند۔

خطوط پر کچھ لکھنا آئندہ جلد کی اشاعت پر ملتوی رکھا ہے اور یہی مناسب معلوم ہوا۔

حبیب الرحمٰن

و

انتساب

خضرِ اقبال

شمسُ العلماء مولانا میر حسن مرحوم و مغفور

کی یاد میں

جن کے فیضِ صحبت اور نگہِ کیمیا اثر کا انتہائی عقیدتمندانہ اعتراف خود اقبال کو تھا۔

وہ شمعِ بارگہِ خاندانِ مرتضوی
رہے گا مثلِ حرم جس کا آستاں مجھ کو
نفس سے جس کے کھِلی میری آرزو کی کلی
بنایا جسکی مروّت نے نکتہ داں مجھ کو

ملت کی اس دعا اور تمنّا کے ساتھ کہ ملت کو پھر ایک میر حسن اور پھر ایک اقبال عطا ہو

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

عرضِ ناشر

حضرت علامہ اقبال کا اردو اور فارسی کلام اس سے پہلے کئی بار طبع ہو کر عوام تک پہنچ چکا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کا ایک ایک لفظ جو قوم کی صحیح تعمیر کے لئے نہایت ضروری ہے محفوظ کر لیا جائے تاکہ آنے والی نسلیں بھی اس سے مستفید ہو سکیں اس اہم خدمت کے لئے سب سے پہلے قرعۂ فال پروفیسر شیخ عطاء اللہ صاحب مرتب اقبالنامہ کے نام پڑا۔ شیخ صاحب موصوف نے خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے علامہ مرحوم کے خطوط کی ترتیب و تدوین کا کام اپنے ہاتھ میں لیا۔ یہ اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے۔ اور اس کی کامیابی یا ناکامی کے متعلق ہمارا کچھ کہنا غیر مناسب ہے۔ اس چیز کا فیصلہ ہم پڑھنے والوں کے ذوقِ سلیم پر چھوڑتے ہیں ہمیں ان حضرات سے جو حضرت علامہ اور انکے کلام سے تھوڑی سی بھی دلچسپی رکھتے ہیں صرف یہ درخواست کرنا ہے کہ اگر انکے پاس علامہ مرحوم کا کوئی خط، تحریر، مضمون یا دستاویز محفوظ ہے تو وہ اسے قوم کی امانت تصور کرتے ہوئے اُن ہاتھوں تک پہنچا دیں جن کہ وہ فی الواقعہ اس کے امین اور اہل سمجھتے ہیں۔ یہاں یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی صاحب حضرت علامہ کی اصل تحریر کو محض عقیدت و محبت کی بنا پر تبرکاً اپنے پاس محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو وہ اس تحریر کی ہو بہو نقل مرحمت فرما دیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصل کی نقل لینے کے لئے ہم اسے بجنسہٖ لوٹا دیں۔ ان حضرات کا شکریہ ادا کرنا ہمارا اخلاقی فرض ہوگا۔ سلسلہ اقبال کا پہلا حصہ آپکے پیش نظر ہے۔ دوسرا حصہ زیر ترتیب ہے، یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک حضرت علامہ کا ایک ایک لفظ محفوظ نہ ہو جائے ہمیں یقین ہے کہ ہماری یہ خدمت آئندہ نسلوں کیلئے چراغ راہ ثابت ہوگی

محمد اشرف

اقبال نامہ

یعنی

مجموعۂ مکاتیبِ اقبال

نذرِ لمعہ بحضورِ علامہ اقبال

برائے اقبال نامہ

خودداریٔ عشاق ہے ہر بات میں تیری
گیرندۂ آفاق ہے تیری ہی فقیری
پُرکیف دُعاؤں سے تری مردِ خود آگاہ
زندہ ہے زمانہ میں فقیروں کی امیری

لمعہ حیدرآبادی

مولانا احسن مارہروی کے نام

(۱)————(۱)

مکرمِ بندہ جناب میر صاحب السّلام علیکم

دونوں رسالے پہنچے۔ سُبحان اللہ۔ نواب صاحب کی غزل کیا مزے کی ہے۔ افسوس ہے کہ اب تک مَیں نے آپ کے گلدستے کو کوئی غزل نہیں دی۔ انشا اللہ تعالیٰ امتحان کے بعد باقاعدہ ارسال کیا کروں گا۔ ایک تکلیف دیتا ہُوں۔ اگر آپ کے پاس استاذی حضرت مرزا داغ کی تصویر ہو تو ارسال فرمائیے گا۔ بہت ممنُون ہُونگا۔ اگر آپ کے پاس نہ ہو تو مطلع فرمائیے گا کہ کہاں سے مل سکتی ہے۔ مَیں نے تمام دُنیا کے بڑے بڑے شاعروں کے فوٹو جمع کرنے شروع کئے ہیں۔ چنانچہ انگریزی، جرمنی اور فرنچ شعرا کے فوٹوز کے لئے امریکہ لکھا ہے۔ غالباً کسی نہ کسی استاد بھائی کے پاس تو حضرت کا فوٹو

ضرور ہوگا۔ اگر آپ کو معلوم ہو تو از راہِ عنایت جلد مطلع فرمائیے حضرت امیر مینائی کے فوٹو کی بھی ضرورت ہے۔ والسّلام

خاکسار

محمدؐ اقبال

از لاہور۔ گورنمنٹ کالج بورڈنگ ہاؤس

۲۸۔ فروری ۱۸۹۹ء

یہ سب سے پرانا خط ہے جو دستیاب ہوا ہے۔

(منقول از تاریخ ادب اردو)

حبیب الرحمٰن خاں شروانی کے نام

(۱) ———— (۲)

مخدوم و مکرم خان صاحب السّلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ لاہور ہوتا ہُوا مجھے یہاں ملا۔ مَیں ایک مصیبت میں مبتلا اس وقت لاہور سے ایک ہزار میل کے فاصلہ پر برٹش بلوچستان میں ہُوں۔ آپ بھی خدا کی جناب میں دعا کریں کہ اس کا انجام اچھّا ہو۔ آپ کا خط حفاظت سے صندوق میں بند کر دیا ہے۔ نظر ثانی کے وقت آپ کی تنقیدوں سے فائدہ اُٹھاؤں گا۔ اگر میری ہر نظم کے متعلق آپ اس قسم کا خط لکھ دیا کریں تو مَیں آپ کا نہایت ممنون ہونگا۔

آپ کا اقبال

از فورٹ سنڈیمن، برٹش بلوچستان

۲۵- مئی ۱۹۰۳ء

(۲) ——————— (۳)

از شہر سیالکوٹ
۶۔ اگست ۱۹۰۳ء

مخدوم و مکرم جناب قبلہ خان صاحب السّلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ کل شام ملا۔ الحمد للہ کہ آپ خیریت سے ہیں۔ خدا کے فضل سے اس تشویش کا خاتمہ ہؤا۔ میرے بڑے بھائی جان پر جو بلوچستان کی سرحد پر سب ڈویژنل آفیسر ملٹری ورکس تھے۔ اُن کے مخالفین نے ایک خوفناک فوجداری مقدمہ بنا دیا تھا۔ لیکن الحمد للہ کہ دشمنوں کے منہ میں خاک پڑی۔ بھائی صاحب بری ہوئے۔ اگرچہ روپیہ کثیر صرف ہؤا تاہم شکر ہے ہماری مصیبت کا خاتمہ ہؤا۔ ہاں ہم باقی رہ گئے اور ہماری مصیبت دشمنوں کی تلاش میں پھر بلوچستان کی طرف عود کر گئی۔ بلوچستان ایجنسی والے تو ہمارے ساتھ ناانصافی کرنے پر آمادہ تھے۔ مگر خدا لارڈ کرزن کا بھلا کرے کہ میرے لکھنے پر معاملہ دگرگوں ہو گیا۔ والسّلام

آپ کا مخلص محمد اقبال

نواب صدر یار جنگ بہادر ڈاکٹر محمد حبیب الرحمن خان شروانی

از شہر سیالکوٹ ۔ مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۰۳ء

مخدوم مکرم جناب خجستہ جان صاحب السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ کل ملا ۔ الحمد للہ کہ آپ خیریت سے ہیں

خدا کے فضل سے اس لشکر کشی کا خاتمہ ہوا ۔ مگر بڑے بڑے سپاہی جان سے گئے بلوچستان

کی سرحد پر جب ڈویژنل افسر لشکر روانہ کر رہے تھے ان دنوں انگریزی نے ایک خوفناک

خبر اس شہر میں مشہور کی تھی کہ لشکر الٰہی شہید دشمنوں نے بھی بہادر سپاہیوں کی ہمت کو

بری تھی ۔ اگرچہ روپیہ بہت خرچ ہوا تاہم ... ۔ ہماری حیثیت کا نام

ہمارا ہم باقی رہ گئے اور ہماری حیثیت دشمنوں میں بلند ہو گئی بلوچستان حملہ کر کے

بلوچستان کی حفاظت کر رہے تھے ... الحاقی کرنے پر آمادہ تھی مگر خدا کا شکر ہے کہ ان کا بلند

تاکید ہے کہ بہ معاملہ ... ہو گیا ۔ والسلام ۔

آپ کا مخلص

محمد اکبر

(۳) ——————— (۴)

از لاہور بھاٹی دروازہ

مخدوم و مکرم حضرت قبلہ خان صاحب السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ آج صبح ملا۔ حقیقت یہ ہے کہ آج مجھے اپنے ٹوٹے پھوٹے اشعار کی داد مل گئی۔ بعض بعض جگہ جو تنقید آپ نے فرمائی ہے بالکل درست ہے۔ بالخصوص لفظ چُبھ کے متعلق مُجھے آپ سے کلّی اتفاق ہے۔ میرے اصل مسودہ میں جو ایک دوست نے لکھا تھا غلطی سے "تو" کی جگہ "جو" لکھا گیا۔ وہیں سے کاتب نے نقل کی (میری ہستی ہے تو تھی الخ) مجھے خوب یاد ہے کہ مَیں نے تو ڈکٹیٹ کرایا تھا۔ طُور پر تم نے جو اے حضرت موسیٰؑ الخ اصل مصرع "طور پر تُو نے جو اے دیدۂ موسیٰؑ دیکھا" ہے کاتب نے یہ سمجھ کر کہ پیغمبروں کے نام کے ساتھ حضرت آیا کرتا ہے یہ لفظ لکھ دیا اور اصل لفظ کو زورِ عادت کی وجہ سے نظر انداز کر دیا۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ اس نظم کے بعض دیگر اشعار میں بھی کچھ قابلِ اعتراض

باتیں ہیں۔ اس سال مجھے امید نہ تھی کہ میں کوئی نظم پڑھ سکوں گا
مڈل کے امتحان کے پرچوں سے فراغت نہ ہوئی۔ طبیعت کو یکسوئی
کس طرح نصیب ہوتی۔ یہ نظم جلسہ سالانہ سے تین روز پہلے لکھی
گئی اور ہفتہ کی شام کو مطبع میں بھیجی گئی۔ رات کو کاتب نے لکھی
اور جلدی میں بندوں کی ترتیب میں بھی غلطی کر گیا۔

مَیں نے اس کا ایک مصرع بھی اپنے ہاتھوں سے نہیں
لکھا بلکہ جلدی میں جو کچھ منہ میں آیا ڈکٹیٹ کراتا گیا۔ اِن حالات
کی وجہ سے بعض بعض اشعار میں کچھ نقص رہ گئے۔ لفظ جُھبہ کے
لئے میں خصوصیّت سے آپ کا مشکور ہُوں، کیونکہ یہ بات میرے
خیال میں مطلق نہ تھی۔

آپ نے جو ریمارک اس کے اشعار پر لکھے ہیں اُن کے لئے
آپ کا تہ دل سے مشکور ہُوں۔ آپ لوگ نہ ہوں تو واللہ ہم شعر کہنا
ہی ترک کر دیں۔ اگرچہ جلسہ میں ہر طرف سے لوگ حسبِ معمول ان
کی تعریف کرتے تھے مگر جو مزا مجھے آپ کی داد سے مِلا ہے اُسے میرا
دل ہی جانتا ہے۔ افسوس ہے اب کے آپ تشریف نہ لا سکے میر

نیرنگ تشریف لائے تھے چوہدری خوشی محمد تھے۔ مولانا گرامی بھی تھے۔ غرضیکہ محفلِ احباب کے سب ارکانِ مشیدہ موجود تھے۔ اگر آپ ہوتے تو ایک آدھ رات خوب گذر جاتی۔ حبیب کی موجودگی شعرا کے لئے کافی سامان ہے۔ اور بالخصوص جب کہ حبیب شعر فہم اور شعر گو بھی ہو۔

ایف۔اے کے امتحان کے پرچے مضمون تاریخِ یونان و روم کے دیکھ رہا ہوں۔ سامنے بنڈل رکھا ہے اور نتیجہ بھیجنے میں چار دن کا عرصہ باقی رہ گیا ہے۔ لہذا مجبوراً بس کرتا ہوں معاف کیجئے گا۔ اب کے مخزن میں میری دو غزلیں نئی طبع ہونگی۔ امید ہے آپ پڑھ کر محظوظ ہونگے۔

مولانا گرامی میرے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں۔ پوچھتے ہیں خط کس کو لکھ رہے ہو۔ مَیں کہتا ہوں "حبیب" کو تو آپ فرماتے ہیں میرا بھی سلام لکھ دو۔ آخر شاعر ہیں نا۔ والسّلام

آپ کا مخلص

اقبالؔ

نوٹ۔ اس خط پر تاریخ درج نہیں۔

نوٹ - اس خط میں جو نظم زیر بحث ہے وہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۳ء کے اخبار وطن لاہور میں درج تھی اور اخبار کا وہ ورق جس میں مکتوب الیہ نے اپنے قلم سے نشانات بنائے اور اصلاحات تجویز کی تھیں مجھے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے - پہلا شعر جس کا حوالہ علامہ اقبالؔ کے خط میں ہے اس طرح چھپا ہوا تھا -

میری ہستی ہی جو تھی میری نظر کا پردا　　اُٹھ گیا بزم سے مَیں پردۂ محفل ہو کر

پہلے مصرع میں جو ترمیم مکتوب الیہ نے تجویز فرمائی یعنی 'جو' کی بجائے 'تو' اقبالؔ اسی کو کتابت کی غلطی فرما رہے ہیں - دوسرا شعر جس کی طرف اس خط میں اشارہ ہے وطن اخبار محولہ بالا میں یُوں درج ہے -

طُور پر تو نے جو اے حضرتِ موسیٰؑ دیکھا　　وہی کچھ قیس نے دیکھا پس محمل ہو کر

اسی شعر پر مکتوب الیہ نے اپنے قلم سے الفاظ 'نے' اور 'حضرت' پر × نشان بنایا ہوا ہے اور حاشیہ پر 'دیدۂ' لکھا ہوا ہے + تیسرا شعر جس کے لفظ 'چبھ' کی طرف اقبالؔ کا اشارہ ہے اور جس میں لفظ 'چبھ' کے قریب یہ × نشان بنا ہوا ہے اس طرح درج ہے -

صفت نوک سر خار شب فرقت میں　　چُبھ رہی ہے نگہ دیدۂ انجم مجھ کو

(مرتب)

بابو عبد المجید کے نام

(۵)————(۱)

بابو صاحب مکرم

یہ کوئی صاحب چھوٹے شملہ سے میری غزل کی اصلاح کرکے ارسال کرتے ہیں۔ میری طرف سے اُن کا شکریہ ادا کیجئے اور عرض کیجئے کہ بہتر ہو اگر آپ امیر و داغ کی اصلاح کیا کریں۔ مجھ گمنام کی اصلاح کرنے سے آپ کی شہرت نہ ہوگی۔ میرے بے گناہ اشعار کو جو حضرت نے تیغِ قلم سے مجروح کیا ہے اس کا صلہ انہیں خدا سے ملے۔ مَیں بھی دُعا کرتا ہُوں کہ خدا ان کو عقل و فہم عطا کرے۔ مَیں نے یہ دو حروف محض از راہِ ہمدردی تحریر کئے ہیں۔ امید ہے وہ بُرا نہ سمجھیں گے۔ اکثر انسانوں کو کنجِ تنہائی میں بیٹھے ہمہ دانی کا دھوکا ہو جاتا ہے۔ ان کا قصور نہیں فطرتِ انسان ہی اسی قسم کی ہے۔

راقم آثم محمد اقبال

لاہور۔ ۱۹۰۴ء

غلام قادر گرامی کے نام

(۶) ——————— (۱)

لاہور ۱۱ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

با با گرامی ۔ سلام

خط لکھے ہُوئے کئی دن گذر گئے ۔ حیدری صاحب کے متعلق استفسار کیا تھا، جواب ندارد ۔ دو خطوں کے جواب آپ کے ذمّہ ہیں آپ کس عالمِ غفلت میں قیام پذیر یا تشریف فرما ہیں ۔ جواب لکھئے اور جلد اشعار کے متعلّق جو کچھ مَیں نے پوچھا ہے اُس کا جواب دیجئے ۔

آپ نے ایک غزل لکھی تھی فرسنگ است، تنگ است ۔ اسی زمین میں ایک استاد کا شعر نہایت پسند آیا ۔

ہلاک شیشۂ درخوں نشستۂ خویشم
کہ آخریں نفسش عذر خواہیٔ سنگ است

للہ درمن قال

جواب جلد آئے۔ مجھے کئی دن سے انتظار ہے۔ آپ رخصت پر کب آتے ہیں؟ پنجاب میں کئی لوگ چشم براہ ہیں اور بالخصوص اقبال

محمد اقبال لاہور

(عطیہ مدیر شہاب حیدر آباد دکن)

(۷) ——————— (۲)

لاہور - ۱۳ اکتوبر ۱۹۱۸ء

جناب مولانا گرامی مدظلہ العالی۔

گرامی کو خاکِ پنجاب جذب کرے گی یا خاک دکن۔ اس سوال کے جواب کے لئے حسب الحکم مراقبہ کیا گیا جو انکشاف ہؤا عرض کیا جاتا ہے۔ گرامی مُسلم ہے اور مُسلم تو وہ خاک نہیں کہ خاک اُسے جذب کر سکے۔ یہ ایک قوتِ نورانیہ ہے جو جامع ہے جواہرِ موسویت اور ابراہیمیت کی۔ آگ اسے چھُو جائے تو برد و سلام بن جائے۔ پانی اس کی ہیبت سے خشک ہو جائے۔ آسمان و زمین میں یہ سما نہیں سکتی کہ یہ دونوں ہستیاں اس میں سمائی ہیں۔ پانی آگ جذب کر لیتا ہے۔ عدم بُود کو کھا جاتا ہے۔ پستی بلندی میں سما جاتی ہے۔ مگر جو

قوت جامع اضداد ہو اور محلّل تمام تناقضات کی ہو اُسے کون جذب کرے۔ مسلم کو موت نہیں چھُو سکتی کہ اس کی قوت حیات و موت کو اپنے اندر جذب کر کے حیات و ممات کا تناقض مٹا چکی ہے۔
شائد نضیر نام ایک شخص تھا پہلے حضور علیہ الصلوٰة والسلام کو سخت اَیذا دیتا تھا۔ فتح مکّہ کے بعد جب حضور شہر میں داخل ہوئے تو ایک مجمع عام میں آپ نے علی مرتضیٰؓ کو حکم دیا کہ اس کی گردن اُڑا دو۔ ذوالفقار حیدری نے ایک آن میں اُس کمبخت کا خاتمہ کر دیا۔ اس کی لاش خاک و خون میں تڑپ رہی تھی۔ لیکن وہ ہستی جس کی آنکھوں میں دوشیزہ لڑکیوں سے بھی زیادہ حیا تھی جس کا قلب تاثراتِ لطیفہ کا سرچشمہ تھا اس دردانگیز منظر سے مطلق متاثّر نہ ہُوئی۔ نضیر کی بیٹی نے باپ کے قتل کی خبر سُنی تو نوحہ و فریاد کرتی اور باپ کی جدائی میں دردانگیز اشعار پڑھتی ہوئی دربارِ نبوی میں حاضر ہوئی۔ اللہ اکبر! اشعار سنے تو حضور اس قدر متاثر ہُوئے کہ اس لڑکی کے ساتھ مل کر رونے لگے۔ یہاں تک کہ جوشِ ہمدردی نے اُس سب سے زیادہ ضبط کرنے والے انسان کے سینے سے

ایک آہِ سرد نکلوا کر چھوڑی - پھر نفیر کی تڑپتی ہوئی لاش کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ فعل محمد رسول اللہ کا ہے اور اپنی روتی ہوئی آنکھ پر انگلی رکھ کر کہا یہ فعل محمد بن عبداللہ کا ہے۔ پھر حکم دیا کہ نفیر کے بعد کوئی شخص مکّہ میں قتل نہ کیا جائے۔

غرض کہ اسی طرح مسلم حنیف جذبات متناقض یعنی قہر و محبت اپنے قلب کی گرمی سے تحلیل کرتا ہے اور اس کا دائرہ اثر اخلاقی تناقضات تک ہی محدود نہیں بلکہ تمام طبعی تناقضات پر بھی حاوی ہے۔ پھر مسلم جو حامل ہے محمدیت کا اور وارث ہے موسویت کا اور ابراہیمیت کا کیونکر کسی شے میں جذب ہو سکتا ہے۔ البتہ اس زمان و مکان کی مقیّد دنیا کے مرکز میں ایک ریگستان ہے جو مسلم کو جذب کر سکتا ہے۔ اور اس کی قوتِ جاذبہ ذوقی اور فطری نہیں بلکہ مستعار ہے ایک کفِ پا سے جس نے اس ریگستان کے چمکتے ذروں کو کبھی پامال کیا تھا۔

محمد اقبال

لاہور

منشی سراج الدّین کے نام

(۸) ——————— (۱)

ڈیر سراج

دو تین روز سے طبیعت بہ سبب دورہ درد کے علیل ہے یہ چند شعر قلم برداشتہ آپ کے شکریہ میں عرض کرتا ہوں۔ میرا ارمغان یہی ہے۔ اسی کو قبول کر کے مجھے مشکور کیجئے۔ چاہیں تو پیشانی پر چند ایک دو سطور لکھ کر مخزن میں بھیج دیجئے والسّلام

آپ کا اقبال از لاہور

سنہ ۱۹۰۲ء

آپ نے مجھ کو جو بھیجی ارمغاں انگشتری
دے رہی ہے مہر و الفت کا نشاں انگشتری
زینتِ دستِ حنا مالیدۂ جاناں ہوئی
ہے مثالِ عاشقاں آتش بجاں انگشتری

تو سراپا آیتے از سورۂ قرآنِ فیض
وقفِ مطلق اے سراجِ مہرباں انگشتری
میرے ہاتھوں سے اگر پہنے اُسے وہ دلربا
ہو رموزِ بے دلی کی ترجماں انگشتری
ہو نہ برق افگن کہیں اے طائرِ رنگ حنا
تاکتی رہتی ہے تیرا آشیاں انگشتری
ساغرِ مے میں پڑا انگشتِ ساقی کا جو عکس
بن گئی گردابۂ آبِ رواں انگشتری
ہُوں بہ تبدیلِ قوافی فارسی میں نغمہ خواں
ہند سے جاتی ہے سوئے اصفہاں انگشتری

یارم از کشمر فرستاد است چار انگشتری
چار در صُورت بمعنی صد ہزار انگشتری
چار را گر صد ہزار آوردہ ام اینک دلیل
شد قبولِ دستِ یارم ہر چہار انگشتری

داغ داغِ موجِ مینا کاری اش جوشِ بہار
می دہد چوں غنچۂ گل بُوئے یار انگشتری

درلہا نور آمد و چشم بتماشا شد تمام
بُود در کشمیرِ چشمِ انتظار انگشتری

یار را ساغر بکف انگشتری در دستِ یار
حلقہ اش خمیازۂ دستِ خمار انگشتری

ما اسیرِ حلقہ اش او خود اسیرِ دستِ دوست
اللہ اللہ دام و صیّاد و شکار انگشتری

خاتمِ دستِ سلیماں حلقہ در گوشِ وے است
اے عجب انگشتری را جاں نثار انگشتری

وہ چہ بکشائد بدست آں نگارِ سیم تن
ماند گر زیں پیشتر سربستہ کار انگشتری

من دلِ گم گشتۂ خود را کجا جویم سراغ
دزدیٔ دزدِ حنا را پردہ دار انگشتری

ملہ لاہور کا دوسرا نام جس کو امیر خسرو قران السعدین میں استعمال فرماتے ہیں (اقبال)

رازدارِ دزد ہم دزد است در بازارِ حُسن
چشمکِ دزدِ حنا را رازدار انگشتری

ہر دو باہم ساختند و نقد دلہا می برند
پختہ مغز انگشتِ جاناں پختہ کار انگشتری

نوبہارِ دلفریب انگشتری در دستِ یار
بوسہ بر دستش زند لیل و نہار انگشتری

بوالہوس زانگشتری طرزِ اطاعت یاد گیر
می نہد سر بر خطِ فرمانِ یار انگشتری

ماہِ نو قالب تہی کرد است از حسرت بہ چرخ
جلوہ فرما شد چو در انگشتِ یار انگشتری

ارمغانم سلکِ گوہر ہاست یعنی این غزل
کز سراجم نور ہا آمد چہار انگشتری

گشت اے اقبالِ مقبولِ امیرِ ملکِ حُسن
کردہ وا مارا گرہ آخر زکار انگشتری

(۹) ———— (۲)

لاہور۔ بھاٹی دروازہ
۱۱ مارچ ۱۹۰۳ء

برادر مکرم، السلام علیکم
آپ کا خط ابھی ملا۔ الحمد للہ کہ آپ خیریت سے ہیں۔ آج عید کا دن ہے اور بارش ہو رہی ہے۔ گرامیؔ صاحب تشریف رکھتے ہیں اور شعر و سخن کی محفل گرم ہے۔ شیخ عبد القادر ابھی اُٹھ کر کسی کام کو گئے ہیں۔ سیّد بشیر حیدر بیٹھے ہیں اور ابرِ گہر بار کی اصل علت کی آمد آمد ہے۔ یہ جملہ شاید آپ کو بے معنی معلوم ہو گا۔ مگر کبھی وقتِ ملاقات آپ پر اس کا مفہوم واضح ہو جائیگا۔ آپ کے خط نے ایک بڑی فکر سے مجھے نجات دی۔ مجھے تین روز سے اس بات کی کاوش تھی کہ نظم کہیں سے ملے تو ارسال کروں۔ الحمد للہ کہ آپ کو مل گئی۔ آپ کی داد کا مشکور ہوں اور اس کو کبھی تصنّع نہیں سمجھتا۔ آپ کو کس بات سے یہ اندیشہ پیدا ہوا۔

ترتیبِ اشعار کی خود مجھے فکر ہو رہی ہے۔ مگر یہ خیال ہے کہ ابھی کلام کی مقدار تھوڑی ہے۔ بہر حال جب یہ کام ہوگا تو آپ کے صلاح و مشورے کے بغیر نہ ہوگا۔ مطمئن رہیں۔ ملٹن کی تقلید میں کچھ لکھنے کا ارادہ مدت سے ہے اور اب وہ وقت قریب معلوم ہوتا ہے کیونکہ ان دنوں وقت کا کوئی لحظہ خالی نہیں جاتا جس میں اس کی فکر نہ ہو۔ پانچ چھ سال سے اس آرزو کو دل میں پرورش کر رہا ہوں مگر جتنی کاوش آج کل محسوس ہوتی ہے اس قدر کبھی نہ ہوئی۔ فکرِ روزگار سے نجات ملتی ہے تو اس کام کو باقاعدہ شروع کروں گا۔ ابرِ گہربار شروع کرنے سے پیشتر میں نے اس خیال سے کہ کوئی وہابی اس کے بعض اشعار پر کوئی فتوےٰ نہ دے دے چند باتیں تمہید میں بھی کہی تھیں اور ایک غزل بھی کہی تھی جو ارسالِ خدمت کرتا ہوں۔

نوٹ - اس کے بعد خط میں وہ تمام غزل درج ہے جس کا مطلع ہے

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

اس غزل کے بعد بلبل کی فریاد، مکمل لکھی ہوئی ہے۔ پھر خط یوں

شروع ہوتا ہے۔ (مرتب)

کاغذ ختم ہوگیا ہے دل بھی اکتا گیا ہے۔ مَیں سمجھتا ہُوں مَیں نے بڑی ہمّت کی کہ اتنے اشعار نقل کر لئے اور آپ کو خط بھی لکھ لیا۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ مندرجہ بالا نظم کی بندش ملاحظہ فرمائیے۔ چونکہ بچّوں کے لئے ہے اس واسطے اضافات اور دقتِ مضمون سے خالی ہے۔ علاوہ بریں فریاد کرنے والا آخر پرندہ ہے۔ والسلام صادق علیخاں صاحب۔ عنبر صاحب اور دیگر احباب کی خدمت میں سلام عرض کریں۔

آپ کا صادق

محمد اقبال

(۱۰) ———— (۳)

لاہور

۴۔ اکتوبر ۱۹۱۵ء

مخدومی۔ السّلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ ملا۔ جس کو پڑھ کر مُجھے بڑی مسرت ہوئی۔

الحمدللہ کہ آپ کو مثنوی پسند ہوئی - آپ ہندوستان کے ان چند لوگوں میں سے ہیں جن کو شاعری سے طبعی مناسبت ہے - اور اگر نیچر ذرا فیاضی سے کام لیتی تو آپ کو زمرۂ شعرا میں پیدا کرتی - بہر حال شعر کا صحیح ذوق شاعری سے کم نہیں بلکہ کم از کم ایک اعتبار سے اس سے بہتر ہے - محض ذوقِ شعر رکھنے والا شعر کا ویسا ہی لطف اٹھا سکتا ہے جیسا کہ خود شاعر اور تصنیف کی شدید تکلیف اُسے اٹھانی نہیں پڑتی -

یہ مثنوی گذشتہ دو سال کے عرصے میں لکھی گئی - مگر اس طرح کہ کئی کئی ماہ کے وقفوں کے بعد طبیعت مائل ہوتی رہی - چند اتوار کے دنوں اور بعض بے خواب راتوں کا نتیجہ ہے - موجودہ مشاغل وقت نہیں چھوڑتے اور جوں جوں اس پروفیشن میں زمانہ زیادہ ہوتا جاتا ہے کام بڑھ ہی جاتا ہے - لٹریری مشاغل کے امکانات کم ہو جاتے ہیں - اگر مجھے پوری فرصت ہوتی تو غالباً اس موجودہ صورت سے یہ مثنوی بہتر ہوتی - اس کا دوسرا حصّہ بھی ہو نا جس کے مضامین میرے ذہن میں ہیں - مجھے یقین ہے کہ وہ حصّہ اس حصّہ سے زیادہ لطیف

ہو گا - کم از کم مطالب کے اعتبار سے گو زبان اور تخیل کے اعتبار سے مَیں نہیں کہہ سکتا کہ کیسا ہو گا - یہ بات طبیعت کے رنگ پر منحصر ہے جو اپنے اختیار کی بات نہیں -

ہندوستان کے مسلمان کئی صدیوں سے ایرانی تاثرات کے اثر میں ہیں - ان کو عربی اسلام سے اور اس کے نصب العین اور غرض و غایت سے آشنائی نہیں - ان کے لٹریری آئیڈیل بھی ایرانی ہیں اور سوشل نصب العین بھی ایرانی ہیں - مَیں چاہتا ہُوں کہ اس مثنوی میں حقیقی اسلام کو بے نقاب کروں جس کی اشاعت رسول اللہ صلعم کے منہ سے ہُوئی - صُوفی لوگوں نے اسے تصوّف پر ایک حملہ تصوّر کیا ہے اور یہ خیال کسی حد تک درست بھی ہے - انشاء اللہ دوسرے حصّے میں دکھاؤں گا کہ تصوف کیا ہے اور کہاں سے آیا اور صحابہ کرام کی زندگی سے کہاں تک ان تعلیمات کی تصدیق ہوتی ہے جس کا تصوف حامی ہے - امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا - والسّلام

آپ کا خادم

محمد اقبال

(۱۱) ——————— (۴)

لاہور
۱۴۔ اکتوبر ۱۹۱۵ء

مخدومی۔ السلام علیکم۔ آپ کا والا نامہ ملا۔ الحمد للہ کہ آپ خیریت سے ہیں۔ زمیندار میں آپ کا خط چھپ جانے کی غلطی کا ذمّہ دار کسی حد تک مَیں خود اور زیادہ تر دفتر زمیندار ہے۔ مَیں نے تو وہ خط مولوی عمادی صاحب کی خدمت میں اس واسطے ارسال کیا تھا کہ وہ اپنے ریویو میں اس تحریر سے مدد لیں۔ مولوی عمادی ایڈیٹر زمیندار خود ایک ریویو لکھ رہے ہیں جو ہنوز ناتمام ہے۔ مقصد اشاعت نہ تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ غلطی سے وہ تحریر ہی چھاپ دی گئی۔

مجھے اس غلطی کے لئے سخت افسوس ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے مَیں نے ان کو یہی لکھا تھا یہ ریویو ایک پرائیویٹ خط ہے اس میں بعض باتیں پتے کی تھیں اور میرا خیال تھا کہ مولوی

صاحب کو ان کے پڑھنے سے مدد ملے گی۔ مگر اس تحریر کی اشاعت کا ذمہ دار غالباً اسسٹنٹ ایڈیٹر ہے۔ جسے معلوم نہ تھا کہ یہ پرائیویٹ خط دفتر میں کیوں بھیجا گیا۔ بہرحال اس ندامت کا سب بوجھ مُجھ پر ہے۔ مَیں مولوی صاحب سے ضرور استفسار کرتا مگر اس وجہ سے کہ محض لٹریری تنقید ہے اور چھپ چکی ہے جس کا علاج اب محال ہے۔ اس واسطے مَیں نے اُن سے استفسار نہ کیا۔ اگر کوئی چارۂ کار ہو تو تحریر فرمائیے کہ اس کا علاج کیا جائے۔ والسلام

آپ کا محمد اقبال

حکیم محمد حسین عرشی کے نام

(۱۲) ———— (۱)

لاہور
۱۹- مارچ ۱۹۳۵ء

جناب عرشی صاحب!

السّلام علیکم - آپ کا خط ابھی ملا ہے - میری صحتِ عامہ تو بہت بہتر ہو گئی ہے، مگر آواز پر ابھی خاطر خواہ اثر نہیں ہوا - علاج برقی ایک سال تک جاری رہے گا - دو ماہ کے وقفے کے بعد پھر بھوپال جانا ہو گا -

آپ اسلام اور اس کے حقائق کے لذّت آشنا ہیں مثنوی رُومی کے پڑھنے سے اگر قلب میں گرمیٔ شوق پیدا ہو جائے تو اَور کیا چاہیئے؟ شوق خود مرشد ہے - مَیں ایک مدّت سے مطالعۂ کتب ترک کر چکا ہُوں - اگر کبھی کچھ پڑھتا ہُوں تو صرف قرآن یا مثنوی

رُومی - افسوس ہے ہم اچھّے زمانے میں پیدا نہ ہُوئے ؎

کیا غضب ہے کہ اس زمانے میں

ایک بھی صاحبِ سرور نہیں

بہرحال قرآن اور مثنوی کا مطالعہ جاری رکھئے - مجھ سے بھی کبھی کبھی ملتے رہیے، اس واسطے نہیں کہ مَیں آپ کو کچھ سکھا سکتا ہُوں، بلکہ اس واسطے کہ ایک ہی قسم کا شوق رکھنے والوں کی صحبت بعض دفعہ ایسے نتائج پیدا کر جاتی ہے، جو کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہوتے - یہ بات زندگی کے پوشیدہ اسرار میں سے ہے، جن کو جاننے والے مسلمانانِ ہند کی بدنصیبی سے اب اس ملک میں پیدا نہیں ہوتے - زیادہ کیا عرض کروں؟

محمد اقبال

(۱۳) ———— (۲)

جنابؒ عرشی صاحب السلام علیکم

آپ کا والا نامہ آج صبح مجھے مِل گیا - مولویؒ[1] صاحب قبلہ کی خدمت میں میری طرف سے سلام عرض کر کے بہت بہت شکریہ

[1] حاشیہ کے لئے دیکھو صد ۲۹

ادا کیجئے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، مَیں گذشتہ ۱۸ ماہ سے ہائی کورٹ کا کام نہیں کرتا، اس واسطے مولوی صاحب سے گفتگو کرنے کے لئے مجھے کچھ پہلے کتابوں کا مطالعہ کرنا ہوگا جس کے لئے اس وقت میری طبیعت حاضر نہیں۔ اور نہ اس قدر محنت برداشت ہو سکتی ہے۔ انشأاللہ کچھ مدّت بعد ایسا کر سکوں گا۔ فی الحال میرے خیال میں چاہئے کہ ایسی مثالیں لی جائیں جن میں فقہا کے نزدیک "عول" کی ضرورت پڑتی ہے اور تقسیم سے ثابت کیا جائے کہ "عول" کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ایسی مثالیں انگریزی کتب میں موجود ہیں۔ مولوی سراج الدین پال آپ کو بتا سکیں گے۔ یہ مسئلہ نہایت ضروری ہے۔ میں خود بھی "عول" کی تردید میں بہت دلچسپی رکھتا ہوں۔ امید کہ مولوی

حاشیہ صفحہ ۲۸۔ ایک صحبت میں علّامہ نے مجھ سے اسلامی قانونِ وراثت کے بعض اجزا کے متعلق حضرت خواجہ احمدالدین مرحُوم کی تحقیق دریافت فرمائی۔ مَیں نے لاعلمی ظاہر کی اور امرتسر پہنچ کر خواجہ صاحب کو آمادہ کیا کہ وہ علامہ مرحوم کے رُو در رُو اس اہم مسئلہ پر روشنی ڈالیں۔ ان کی منظوری سے علامہ کو مطلع کیا تو آپ نے مکتوب مذکور سپردِ قلم فرمایا۔ (عرشی)

ملے خواجہ احمدالدین صاحب مرحُوم (عرشی)

صاحب کا مزاج بخیر ہو گا۔

اگر مسئلہ عول پر ایک علیحدہ رسالہ لکھا جائے تو نہایت مناسب ہو گا۔ جو کچھ مولوی صاحب نے تفسیر "بیان[1] القرآن" میں لکھا ہے، اس کو مزید تشریح و توضیح کے ساتھ علیحدہ چھاپ دیا جائے تا کہ اس مسئلے کی طرف علما کی خاص توجہ ہو جائے اور وکیل و بیرسٹر صاحبان بھی اس میں خاص دلچسپی لے سکیں۔

مخلص محمد اقبال

۱۷۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(۱۴)——(۳)

لاہور

۱۴۔ جُون ۱۹۳۶ء

جناب عرشی[2] صاحب السلام علیکم

آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے۔ مولانا مرحوم کے انتقال کی خبر مَیں نے اخبارات میں دیکھی۔ بہت رنج ہؤا۔ خدا تعالٰی انہیں مغفرت

---

[1] تفسیر بیانُ للناس (عرشی)   [2] حاشیہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۱۔

کرے۔ اس زمانے میں اُن کا دم غنیمت تھا۔ عالم باعمل روز روز نہیں پیدا ہوتے۔

"ضربِ کلیم" امید کہ اس ماہ کے آخر تک چھپ جائیگی۔ فارسی مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق" اس کے بعد شائع ہوگی۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ جاوید سلّمہٗ بھی اچھا ہے۔

والسّلام

مخلص محمد اقبال

(۱۵) ——— (۴)

لاہور

۱۵- ستمبر ۱۹۳۶ء

جناب عرشی صاحب!

۱- قرشی[1] سے مراد حضور رسالت مآب ہیں۔ بخاری سے مراد بو علی سینا۔

حاشیہ صفحہ ۳۰- میں نے مولانا خواجہ احمد الدین مرحوم، صاحب تفسیر بیان للنّاس کی رحلت کی اطلاع دی اور فارسی مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق کے متعلق پوچھا تھا۔ یہ خط ان باتوں کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ (عرشی)

[1] حاشیہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۲۔

اس سے اُوپر کے اشعار ملاحظہ کیجئے:

دل در سخنِ محمدی بند   اے پُورِ علی ز بوعلی چند

۲- خود بُوئے چنیں جہاں الخ آپ کے نسخہ میں جو مصرع ہے، غلط ہے۔ بُوئے بردن فارسی محاورہ ہے، جس کا مطلب کسی چیز کی اصلیت اور حقیقت کو پا جانا ہے۔ مطلب خاقانی کا یہ ہے کہ اس دُنیا کی

حاشیہ صفحہ ۳۱- علامہؒ نے ضربِ کلیم میں ایک نظم "ایک فلسفہ زدہ سیّد زادے کے نام" لکھی ہے۔ اس میں خاقانی کا ایک شعر لائے ہیں ؂

چوں دیدہ راہ بیں نداری   قاید قرشی بہ از بخاری

مَیں نے پوچھا، قرشی و بخاری سے کیا مراد ہے؟

اسی میں ایک دوسرا شعر بھی خاقانی کا ہے ؂

خود بُوئے چنیں جہاں تواں بُرد   کابلیس بماند و بوالبشر مُرد

یہ دونوں شعر خاقانی کی مثنوی "تحفۃ العراقین" سے لئے گئے ہیں۔ میرے پاس اس کا مشرّح نسخہ موجود ہے۔ مَیں نے اس میں دیکھا تو دوسرے شعر کو مختلف پایا۔ مفہوم میں تشابہ کے سبب علامہ سے استفسار کیا۔ نیز مجذوبِ فرنگی، مہدی اور محرابِ گل افغان جو ضربِ کلیم میں مذکور ہیں، ان سے متعلق سوالات کئے۔ آپ نے مندرجہ بالا گرامی نامہ تحریر فرمایا۔

(عرشی)

اصلیت تو اسی سے معلوم ہو سکتی ہے کہ اس کی آب و ہوا ابلیس کو تو راس آ گئی، جو اب تک زندہ ہے اور بیچارے آدم کو راس نہ آئی، جو یہاں سے رخصت ہو گیا۔

۳۔ مجذوبِ فرنگی سے مراد حکیم نطشہ ہے۔ اس کی تشریح 'بالِ جبریل' میں کر دی گئی تھی۔ مہدی سے مراد کوئی خاص مہدی نہیں ہے، وہی جو عالمِ افکار میں زلزلہ پیدا کر سکے۔ ایک اور جگہ مہدیٔ برحق ہے۔ اس کی تشریح آپ ملیں گے تو کر دوں گا۔ طویل خط لکھنے سے قاصر ہوں۔ 'محرابِ گُل' محض فرضی نام ہے۔

جاوید اچھّا ہے۔ سیالکوٹ گیا ہؤا ہے۔

محمد اقبال

سراج الدین پال کے نام

(۱۶)————(۱)

لاہور
۱۰- جولائی ۱۹۱۶ء

مکرم بندہ - السلام علیکم
آپ کا خط مجھے مل گیا - جس کے لئے مَیں آپ کا ممنون ہوں -
آپ کے مضامین نہایت اچھّے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حقائقِ اسلامیہ کی سمجھ عطا کی ہے -
حدیث میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، تو اُسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے - افسوس ہے مسلمان مردہ ہیں - انحطاطِ ملّی نے اُن کے تمام قویٰ کو شل کر دیا ہے اور انحطاط کا سب سے بڑا جادُو یہ ہے کہ یہ اپنے صید پر ایسا اثر ڈالتا ہے جس سے انحطاط کا مسحُور اپنے قاتل کو اپنا مربّی تصوّر کرنے لگ جاتا ہے - یہی

حال اس وقت مسلمانوں کا ہے، مگر ہمیں اپنے ادائے فرض سے کام ہے۔ ملامت کا خوف رکھنا ہمارے مذہب میں حرام ہے۔ مَیں مثنوی "اسرارِ خودی" کا دُوسرا حصّہ لکھ رہا ہُوں، امید ہے کہ اس حصّہ میں بعض باتوں پر مزید روشنی پڑے گی۔

حافظ پر ایک طویل مضمون شائع ہونے کا مجھے بھی احساس ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس کو باحسن وجُوہ اتمام کر سکتے ہیں۔ آپ کے مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ جو سامان عقلی و اخلاقی ایسا مضمون لکھنے کے لئے ضروری ہے، وہ سب آپ میں موجُود ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی مذہب یا قوم کے دستور العمل و شعار میں باطنی معانی تلاش کرنا یا باطنی مفہُوم پیدا کرنا اصل میں اُس دستور العمل کو مسخ کر دینا ہے۔ یہ ایک نہایت subtle طریق تنسیخ کا ہے۔ اور یہ طریق وہی قومیں اختیار یا ایجاد کر سکتی ہیں، جن کی فطرت گوسفندی ہو۔ شعرائے عجم میں بیشتر وہ شعرا ہیں، جو اپنے فطری میلان کے باعث وجودی فلسفے کی طرف مائل تھے۔ اسلام سے پہلے بھی ایرانی قوم میں یہ میلانِ طبیعت موجود تھا اور اگرچہ اسلام نے کچھ عرصہ تک

اس کا نشو ونما نہ ہونے دیا، تاہم وقت پاکر ایران کا آبائی اور طبعی مذاق اچھی طرح سے ظاہر ہوا، یا بالفاظِ دیگر مسلمانوں میں ایک ایسے لٹریچر کی بنیاد پڑی جس کی بنا وحدت الوجود تھی۔ ان شعرا نے نہایت عجیب و غریب اور بظاہر دلفریب طریقوں سے شعائرِ اسلام کی تردید و تنسیخ کی ہے اور اسلام کی ہر محمود شے کو ایک طرح سے مذموم بیان کیا ہے۔ اگر اسلام افلاس کو بُرا کہتا ہے، تو حکیم سنائی افلاس کو اعلیٰ درجہ کی سعادت قرار دیتا ہے۔ اسلام جہاد فی سبیل اللہ کو حیات کے لئے ضروری تصوّر کرتا ہے، تو شعرائے عجم اس شعارِ اسلام میں کوئی اور معنی تلاش کرتے ہیں۔ مثلاً

غازی زپئے شہادت اندر تگ و پوست
غافل کہ شہیدِ عشق فاضل تر ازوست
در روزِ قیامت ایں باو کے ماند
ایں کشتۂ دشمن است و آں کشتۂ دوست

یہ رباعی شاعرانہ اعتبار سے نہایت عمدہ ہے اور قابلِ تعریف، مگر انصاف سے دیکھئے تو جہادِ اسلامیہ کی تردید میں اس سے زیادہ

دلفریب اور خوبصورت طریق اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ شاعر نے کمال یہ کیا ہے کہ جس کو اُس نے زہر دیا ہے، اس کو احساس بھی اس امر کا نہیں ہو سکتا کہ مجھے کسی نے زہر دیا ہے، بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ مجھے آبِ حیات پلایا گیا ہے۔ آہ! مسلمان کئی صدیوں سے یہی سمجھ رہے ہیں۔

اِس نکتۂ خیال سے نہ صرف حافظ بلکہ تمام شعرائے ایران پر نگاہ ڈالنی چاہیئے۔ اگر آپ حافظ پر لکھیں تو اس نکتہ خیال کو ملحوظ رکھیں۔ جب آپ اس نگاہ سے شعرائے معروف پر غور کریں گے تو آپ کو عجیب وغریب باتیں معلوم ہونگی۔ یہ طویل خط مَیں نے صرف اس واسطے لکھا ہے کہ فارسی شعر کے مطالعے میں آپ کا دماغ ایک خاص رستے پر پڑ جائے۔ انشا اللہ" اسرارِ خودی" کے دُوسرے حصّے میں بتاؤں گا کہ شعر کا نصب العین کیا ہونا چاہیئے؟ ایک اور مضمون بھی لکھ رہا ہُوں، جو "وکیل" میں شائع ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ایک ایسی جماعت پیدا کر دے، جو بقول آپ کے اسلام کے نادان دوستوں کی پیدا کی ہوئی آمیزشوں کے خلاف جہاد کرے۔ والسّلام

آپ کا مخلص، محمد اقبال

(۱۷)————(۲)

لاہور
۱۴-جولائی ۱۹۱۶ء

مکرمِ بندہ السّلام علیکم

مَیں نے پرسوں ایک خط آپ کی خدمت میں لکھا تھا، جو امید ہے آپ کو مل گیا ہوگا۔ اس میں آپ کو یہ لکھنا بھول گیا کہ اگر آپ کا ارادہ حافظ پر مضمون لکھنے کا ہے تو حال میں ایک کتاب جو خواجہ حافظ شیرازی پر لکھی گئی ہے ملاحظہ فرمایئے۔ اس کتاب کا نام لطائفِ غیبی ہے مصنف مرزا محمد دارابی ہیں۔ طہران میں شائع ہوئی تھی، غالبًا ۱۰یا ۱۱ سال ہو گئے۔ اس میں جو اعتراضات حافظ پر وقتًا فوقتًا کئے گئے ہیں اُن کی تردید ہے۔ اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ کیا کیا اعتراضات حافظ کے کلام اور ان کی تعلیم پر کئے گئے ہیں۔ مَیں نے اس کا ایک مطبوعہ نسخہ انگلستان میں دیکھا تھا۔ اُس وقت یہ معلوم نہ تھا کہ کبھی اس کی ضرورت پیش آئے گی۔ ورنہ

نوٹ کر لیتا۔ بہرحال میرا خیال ہے کہ بمبئی کے ایرانی کتب فروشوں سے مل جائیگی۔ پروفیسر براؤن نے "لٹریری ہسٹری آف پرشیا" میں بھی اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ اگر میرا حافظہ خطا نہیں کرتا تو اس کتاب میں سے کچھ اقتباس بھی کیا ہے۔ کلارک نے جو انگریزی ترجمہ حافظ کا کیا ہے اُس کے دیباچہ میں ایک عجیب بات لکھی ہے یعنی حافظ کے چچا سعدی (یہ شیخ سعدی نہیں ہیں) نے اس سے کہا کہ "تمہارے کلام کے پڑھنے والوں پر دیوانگی اور لعنت نازل ہوگی۔" یہ واقعہ لکھ کر حاشیہ میں مصنّف نوٹ دیتا ہے کہ قسطنطنیہ کے شیعوں کا اب تک یہ عقیدہ ہے کہ حافظ کا کلام پڑھنے والوں پر بالآخر جنون کا مرض لاحق ہو جاتا ہے، تذکروں سے اور مصالحہ بھی آپ کو ملے گا۔

تاریخی اعتبار سے اس کے کلام پر نظر ڈالنی ہو تو مولوی شبلی کی شعر العجم ملاحظہ کیجئے، غالباً اس سے آپ واقف ہونگے۔

دیوان حافظ سے فال نکالنے کے دستور کے متعلق بھی عمدہ آگاہی کلارک کے دیباچے سے ملے گی۔

تیمور خاندان کے متعلّق جو واقعہ مشہور ہے (اس کا ذکر

ہو گی۔ اگر خریداری کے لئے لکھا ہے، تو فرمائش منسوخ کر دیجئے۔ یہاں اورینٹل کالج لاہور کی لائبریری میں موجود ہے۔ آپ وہاں سے دیکھ سکتے ہیں۔ پروفیسر براؤن کی کتاب بھی یہاں موجود ہے۔ انسائی کلوپیڈیا آف اسلام جو یورپ میں باقساط شائع ہو رہی ہے، اُس میں بھی حافظ پر ضرور آرٹیکل ہو گا۔ وہ بھی آپ کو یہاں مل جائے گی۔

ایک مشکل یہ ہے کہ حافظ کی صحیح غزلوں کا پتہ نہیں چلتا۔ بعض پرانے نسخوں میں بعض ایسی غزلیں ہیں کہ وہی غزلیں خواجو کرمانی کے دیوان میں بھی پائی جاتی ہیں۔ خواجو کرمانی وہ شخص ہے جس کے تتبع کا خود حافظ کو اعتراف ہے۔ لائپزک (جرمنی) میں جو ایڈیشن شائع ہوئی تھی۔ وہ غالباً سُودی (ترک شارح حافظ) کے ایڈیشن پر مبنی ہے۔ اس کا مقصد زیادہ تر تشریح ہے۔ سودی کا ترجمہ بھی ہو گیا ہے مگر جرمن میں ہے۔ اگر کتاب یہاں مل گئی تو میں آپ کو اس کے سمجھنے میں مدد دے سکوں گا۔ براؤن کی "تاریخ ادبیات ایران" میں بھی حافظ پر کچھ ہو گا۔ یہ کتاب بھی جرمن میں ہے اور اورینٹل

کالج لاہور کی لائبریری میں موجود ہے۔ جب آپ مضمون لکھیں گے تو میں اس کا وہ حصّہ آپ کے لئے ترجمہ کر دوں گا۔ علامہ مجلسی کی "مجالس المومنین" بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ اس میں حافظ کو شیعہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مرزا محمد دارابی کی کتاب تلاش کر رہا ہوں مل گئی تو آپ کو بھی دکھاؤں گا۔ مولانا جامی کی "نفحات الانس" بھی ملاحظہ کیجئے اور غور سے دیکھئے کہ مولانا نے کس قدر احتیاط سے حافظ کے متعلق لکھا ہے۔ پڑھنے پر آپ کو خود بخود یہ بات معلوم ہو جائے گی۔ خواجہ حافظ کے متعلق ایک معاصرانہ شہادت ملفوظات شاہ جہانگیر اشرف میں پائی جاتی ہے۔ یہ کتاب کمیاب ہے، مگر معلوم نہیں کہ یہ ملفوظات کس نے جمع کئے اور شاہ جہانگیر اشرف کی وفات کے کس قدر عرصہ بعد؟ شاہ جہانگیر اشرف، حافظ کے ہمعصر تھے اور "جامع ملفوظات" لکھتا ہے کہ شاہ جہانگیر اشرف حافظ کو ولی کامل تصور کرتے تھے۔ اور وہ حافظ سے ہم صحبت رہے ہیں۔ اس کے متعلق بھی میں جستجو کر رہا ہوں۔

مولانا اسلم جیراجپوری نے ایک کتاب "حیات حافظ" نام

لکھی ہے۔ آسانی سے مل جائے گی۔ اسے بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ شاید کوئی مطلب کی بات معلوم ہو جائے اور نہیں تو مآخذ معلوم ہو جائیں گے۔ اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ حافظ کی معاصرانہ تاریخ غور سے دیکھئے۔ مسلمانوں کی دماغی فضا کس قسم کی تھی اور کون کون سے فلسفیانہ مسائل اس وقت اسلامی دماغ کے سامنے تھے؟ مسلمانوں کی پولیٹیکل حالت کیا تھی؟ پھر ان سب باتوں کی روشنی میں حافظ کے کلام کا مطالعہ کیجئے۔ تصوف کا سب سے پہلا شاعر عراقی ہے، جس نے لمعات میں فصوص الحکم محی الدین ابن عربی کی تعلیموں کو نظم کیا ہے۔ (جہاں تک مجھے علم ہے فصوص میں سوائے الحاد و زندقہ کے اور کچھ نہیں۔ اس پر میں انشاءاللہ مفصل لکھوں گا) اور سب سے آخری شاعر حافظ ہے (اگر اُسے صُوفی سمجھا جائے) یہ حیرت کی بات ہے کہ تصوّف کی تمام شاعری مسلمانوں کے پولیٹیکل انحطاط کے زمانے میں پیدا ہوئی اور ہونا بھی یہی چاہئے تھا جس قوم میں طاقت و توانائی مفقود ہو جائے جیسا کہ تاتاری یورش کے بعد مسلمانوں میں مفقود ہو گئی، تو پھر اس

قوم کا نکتۂ نگاہ بدل جایا کرتا ہے، اُن کے نزدیک ناتوانی ایک حسین وجمیل شے ہو جاتی ہے اور ترکِ دُنیا موجبِ تسکین — اس ترک دنیا کے پردے میں قومیں اپنی سستی و کاہلی اور اس شکست کو جو ان کو تنازع للبقا میں ہو چھپایا کرتی ہیں۔ خود ہندوستان کے مسلمانوں کو دیکھئے کہ اُن کے ادبیات کا انتہائی کمال لکھنؤ کی مرثیہ گوئی پر ختم ہوا! والسلام

آپ کا مخلص

محمد اقبال

پروفیسر صُوفی غلام مُصطفےٰ تبسّم ایم اے کے نام

(۱۹) ——— (۱)

لاہور
۲- ستمبر ۱۹۲۵ء

جناب من! السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ آج مجھے ملا جس کے لئے سراپا سپاس ہُوں۔

میری مذہبی معلومات کا دائرہ نہایت محدود ہے۔ البتہ فرصت کے اوقات میں مَیں اس بات کی کوشش کیا کرتا ہُوں کہ ان معلومات میں اضافہ ہو۔ یہ بات زیادہ تر ذاتی اطمینان کے لئے ہے، نہ تعلیم و تعلم کی غرض سے۔ کچھ مدّت ہوئی، مَیں نے اجتہاد پر ایک مضمون لکھا تھا، مگر دورانِ تحریر میں اس کا احساس ہُؤا کہ یہ مضمون اس قدر آسان نہیں، جیسے مَیں نے اُسے ابتدا میں تصوّر کیا تھا۔ اس پر تفصیل سے بحث کرنے کی ضرورت ہے۔ موجُودہ صورت میں وہ

مضمون اس قابل نہیں کہ لوگ اُس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ کیونکہ بہت سی باتیں جن کو مفصّل لکھنے کی ضرورت ہے، اس مضمون میں نہایت مختصر طور پر محض اشارۃً بیان کی گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مَیں نے اُسے آج تک شائع نہیں کیا۔ اب مَیں انشاءاللہ اُسے ایک کتاب کی صُورت میں منتقل کرنے کی کوشش کروں گا۔ جس کا عنوان یہ ہوگا "Islam As I Understand It"[1] اِس عنوان سے مقصود یہ ہے کہ کتاب کا مضمون میری ذاتی رائے تصوّر کیا جائے، جو ممکن ہے، غلط ہو۔

اس کے علاوہ ایک اور بات (یہ بھی) ہے کہ میری عمر زیادہ تر مغربی فلسفے کے مطالعہ میں گذری ہے اور یہ نقطۂ خیال ایک حد تک طبیعت ثانیہ بن گیا ہے۔ دانستہ یا نادانستہ میں اسی نقطۂ نگاہ سے حقائقِ اسلام کا مطالعہ کرتا ہُوں اور مجھ کو بارہا اس کا تجربہ ہُوا ہے کہ اردو میں گفتگو کرتے ہوئے مَیں اپنے مافی الضمیر کو اچھّی طرح ادا نہیں کر سکتا۔

مذکورہ بالا حالات کو مدِّ نظر رکھتے ہُوئے مجھے یقین ہے کہ

[1] اسلام میرے نقطۂ نظر سے

مولوی[1] صاحب موصوف کو میرے ساتھ تبادلۂ خیالات کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا[2]۔ ہاں مجھ کو ان سے فائدہ پہنچنا یقینی ہے اس واسطے وہ اگر مجھ کو مستفیض کرنے کے ارادہ سے امرتسر سے لاہور آنے کی زحمت گوارا فرمائیں تو ان کی بہت مہربانی ہے جس کے لئے مَیں اُن کا نہایت شکر گذار ہُوں۔

مجھ کو اُن کے خیالات سے کسی حد تک پہلے بھی آگاہی[3] ہے، کیا اچھا ہو کہ وہ شریعتِ محمدّیہ پر ایک مبسوط کتاب تحریر فرمائیں، جس میں عبادت و معاملات کے متعلق صرف قرآن[4] سے استدلال کیا گیا ہو "معاملات" کے متعلق خاص طور پر، اس قسم کی کتاب کی آج کل شدید ضرورت ہے۔ ہندوستان میں تو شاید اس کے مقبول ہونے کے لئے مدّت درکار ہے۔ ہاں دوسرے اسلامی ممالک میں

۱؎ مولانا خواجہ احمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲؎ پروفیسر تبسّم صاحب کا ارشاد ہے کہ دوران گفتگو میں ڈاکٹر صاحب اصطلاحاتِ جدیدہ کو جس بے تکلفی کے ساتھ استعمال کرتے تھے۔ خواجہ صاحب بھی اسی بے تکلفی سے سمجھتے تھے۔

۳؎ اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب "بلاغ" کا مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔

۴؎ صرف "قرآن" کا لفظ ڈاکٹر صاحب کے معتقدات پر بڑی وضاحت سے روشنی ڈالتا ہے،

اس کی ضرورت کا احساس ہر روز بڑھ رہا ہے۔ شیخ علی رزاق اور دُوسرے علمائے مصر کے مباحث سے مولوی صاحب آگاہ ہونگے۔ علیٰ ہٰذا القیاس ترکی میں بھی یہی مسائل زیر غور ہیں۔ اس پر ایک آدھ کتاب بھی تصنیف ہو چکی ہے، اس میں زیادہ تر زمانہ حال کے مغربی اصولِ فقہ کو ملحوظ رکھ کے فقہِ اسلامی پر بحث کی گئی ہے۔ ترکوں نے جو "چرچ" اور "سٹیٹ" میں امتیاز کر کے ان کو الگ الگ کر دیا ہے، اس کے نتائج نہایت دُور رس ہیں اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ افتراق اقوامِ اسلامیہ کے لئے باعثِ برکت ہوگا یا شقاوت۔ غرض کہ مولوی صاحب موصُوف یا اُن کے رفقا کو جو کلامِ الٰہی اور مُسلمانوں کے دیگر مذہبی لٹریچر پر عبور رکھتے ہیں، اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ مَیں اور مجھ ایسے اور لوگ صرف ایک آنکھ رکھتے ہیں۔ ایک مدت سے ہم یہ سُن رہے ہیں کہ قرآن کامل کتاب ہے اور خود اپنے کمال کا مدعی ہے۔ رسالہ "بلاغ" امرتسر کے ہر نمبر میں اور مولوی حشمت علی صاحب کے رسالہ "اشاعۃ القرآن" کے ہر نمبر میں اسی پر بحث ہوتی ہے۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے کمال کو

عملی طور پر ثابت کیا جائے کہ سیادت انسانی کے لئے تمام ضروری
قواعد اس میں موجود ہیں اور اس میں فلاں فلاں آیات سے فلاں
فلاں قواعد کا استخراج ہوتا ہے۔ نیز جو جو قواعد عبادات یا معاملات
کے متعلق (بالخصوص موخرالذکر کے متعلق) دیگر اقوام میں اس وقت
مروج ہیں، اُن پر قرآنی نقطہ نگاہ سے تنقید کی جائے اور دکھایا
جائے کہ وہ بالکل ناقص ہیں اور ان پر عمل کرنے سے نوعِ انسانی
کبھی سیادت سے بہرہ اندوز نہیں ہو سکتی۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ
جو شخص اس وقت قرآنی نقطۂ نگاہ سے زمانۂ حال کے "جورس
پروڈنس"[1] پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر احکامِ قرآنیہ کی ابدیت کو ثابت
کرے گا، وہی اسلام کا مجدّد ہوگا اور بنی نوعِ انسان کا سب سے
بڑا خادم بھی وہی شخص ہوگا۔ قریباً تمام ممالک میں اس وقت
مسلمان یا تو اپنی آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں، یا قوانینِ اسلامیہ
پر غور و فکر کر رہے ہیں (سوائے ایران و افغانستان کے) مگر ان
ممالک میں بھی امروز و فردا یہ سوال پیدا ہونے والا ہے، مگر افسوس

---

[1] Jurisprudence یعنی اصولِ فقہ

ہے کہ زمانہ حال کے اسلامی فقہا یا تو زمانہ کے میلانِ طبیعت سے بالکل بے خبر ہیں یا قدامت پرستی میں مبتلا ہیں۔ ایران میں مجتہدینِ شیعہ کی تنگ نظری اور قدامت پرستی نے بہاء اللہ کو پیدا کیا۔ جو سرے سے احکامِ قرآنی کا ہی منکر ہے۔ ہندوستان میں عام حنفی اس بات کے قائل ہیں کہ اجتہاد کے تمام دروازے بند ہیں۔ میں نے ایک بہت بڑے عالم کو یہ کہتے سُنا کہ حضرت امام ابو حنیفہ کا نظیر ناممکن ہے۔ غرض کہ یہ وقت عملی کام کا ہے۔ کیونکہ میری رائے ناقص میں مذہبِ اسلام اس وقت گویا زمانے کی کسوٹی پر کسا جا رہا ہے اور شاید تاریخِ اسلام میں ایسا وقت اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔

مخلص محمد اقبال

حافظ محمّد اسلم صاحب جیراجپوری کے نام

(۲۰) ——————— (۱)

لاہور
۱۷- مئی ۱۹۱۹ء

مخدومی، السلام علیکم

آپ کا تبصرہ اسرارِ خودی پر "الناظر" میں دیکھا ہے جس کے لئے مَیں آپ کا نہایت شکر گذار ہُوں۔

"۔۔ یہ مت مردے دریں قحط الرجال"

خواجہ حافظ پر جو اشعار مَیں نے لکھے تھے اُن کا مقصد محض ایک لٹریری اصُول کی تشریح اور توضیح تھا خواجہ کی پرائیویٹ شخصیت یا اُن کے معتقدات سے سروکار نہ تھا مگر عوام اس باریک امتیاز کو سمجھ نہ سکے اور نتیجہ یہ ہُوا کہ اس پر بڑی لے دے ہُوئی۔ اگر لٹریری اصول یہ ہو کہ حُسن حُسن ہے خواہ اس کے نتائج مفید ہوں خواہ مضر تو خواجہ دنیا کے بہترین شعرا میں سے ہیں۔ بہرحال مَیں نے وہ اشعار حذف

مولانا حافظ محمد اسلم جیراجپوری کے نام

لاہور ۱۷ مارچ ۱۹ء

مخدومی السلام علیکم

آپ کا تبصرہ اسرار خودی پر رسالہ الناظر میں دیکھا ہے جس کے لیے میں آپ کا نہایت شکر گزار ہوں۔

"دیدیم مرد دیدی قحط الرجال"

خواجہ حافظ پر جو اشعار میں نے لکھے تھے ان کا مقصد محض ایک لٹریری اصول کی تشریح تھا خواجہ کی پرائیویٹ شخصیت یا ان کے معتقدات سے سروکار نہ تھا مگر عوام اس باریک امتیاز کو کیا سمجھ سکتے تھے اور نتیجہ یہ ہوا کہ اس پر بڑی لے دے ہوئی۔ اگر لٹریری اصول یہ ہو کہ حسن حسن ہے خواہ اس کے نتائج مفید ہوں خواہ مضر تو خواجہ دنیا کے بہترین شعرا میں سے ہیں۔ بہرحال میں نے وہ اشعار حذف کر دیے ہیں اور ان کی جگہ اس لٹریری اصول کی تشریح کرنے کی کوشش کی ہے جس کو میں صحیح سمجھتا ہوں۔ عرفی کا اشارہ ہے کہ اگر لفظ بہشت و دوزخ [illegible]

"گرفتم آنکہ بہشتم دہند بے طاعت
قبول کردن و رفتن نہ شرط انصاف است"

لیکن ابھی قصائد بالکل ہی حسب منشاء نہ تھے اور یہ ایک نہ بدلی ہوئی ان اشعار کو جو
کو دیکھ کر تحریر تھے۔ دیباچہ بہت مختصر تھا اور اپنے اشعار جو بعد سے غلطی کا باعث
تھا جیسا کہ ہم نے لیتھو ایڈیشن کے مخطوطے اور دیگر تحریروں سے معلوم ہوا جو ڈنشا ہوتا
شائع ہوتا رہی ہے۔ بہرحال وہ پروفیسر نکلسن بھی اس خیال کی تائید نہیں کرتا ہمیں
کہ دیباچہ دوسری ایڈیشن سے حذف کر دیا جاتا تھا اور کتاب کی ترجمہ انگریزی
میں کر دیا ہے۔ شائع انگریزی ایڈیشن کے ساتھ شائع کر دیا۔
پیر زادہ مظفر الدین احمد نے مراسلہ متعلق ہیں بھی لکھوں سے اگر حلاج فی الکمال مراد لے
(اور یہ کہ تصوف نزول اور ... پایا جاتا تھا) تو گویا مسلمان کر اب بر اقرار نہیں ہو سکتا
ہاں جب تصوف فلسفہ بن کر کوشش کرتا ہے اور محض افراط کے لئے عام کو خیالات
وحدت بار کا لباس نے کر دوات د فلسفی مرگ گیا ان کے گمشدہ نظریہ پیش کرتا ہے تو یہ اسلام
اور کے خلاف بغاوت کرتا ہے۔ تب ایک تاریخ تصوف کی شروع کی تھی جو اس سے
مسائل پر ہاں سیاسی اور ایک دو باب لکھے ہوں گے۔ پروفیسر نکلسن ”اسلامی شاعری اور تصوف“
کے نام سے ایک کتاب لکھ رہے ہیں جو عنقریب شائع ہو گی مگر ہے ہم یہ کتاب ایک خود
رہی کی کر کے جو بیان کیا جاتا تھا۔ منصور حلاج کا رسالہ کتاب الطواسین جس کا فرانس میں کل
”ہیرٹ“ میں ہے فرانس میں شائع ہو گیا ہے مؤلف فرنچ زبان میں بات کتب موجود ہیں یا بہر کیف
ہیں تو۔ اب لکھے گئے کیا جس کے اصل متعلقات پر بس بہا ہوئے ترجمی اردو میں کرتا ہے

اور معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے مسلمان منصور کو سزا دینے میں بالکل حق بجانب تھے۔ اس کے علاوہ ابن حزم نے کتاب الملل میں
جو کچھ منصور کی نسبت لکھا ہے اس کی اس رسالے سے پوری تائید ہوتی ہے۔ لطف یہ ہے کہ منصور کے صوفیہ بھی منصور کو برابر کا
مسلم نہیں سمجھتے تھے۔ اس کتاب کا اشد ولعاد [illegible] کیا ہوگا۔ بدر الدین [illegible] رسالہ کی رو سے فن کی جو تحقیق ہے اس سے امید ہے کہ
کا مجموعہ نوٹ ہو کر اس کے مراسم کی حقیقت جلد دنیا کو معلوم ہو جائے گی۔

مجھے امید ہے کہ آپ [illegible] مجھے معاف فرمائیں گے۔ آپ کی توجہ سے مجھے بہت بڑا فائدہ ہوا ہے۔ مجھ
پر ہر مسئلہ کی نگاہ کو وسعت ہوئی۔ امید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

آپ کا مخلص محمد اقبال لاہور ۲۰ مارچ ۱۹

کر دئیے ہیں اور ان کی جگہ اسی لٹریری اصول کی تشریح کرنے کی کوشش کی ہے جس کو میں صحیح سمجھتا ہوں۔ عرفی کے اشارے سے محض اس کے بعض اشعار کی طرف تلمیح مقصود تھی۔ مثلاً

گرفتم آنکہ بہشتم دہند بے طاعت
قبول کردنِ صدقہ نہ شرطِ انصاف است

لیکن اس مقابلے سے میں خود مطمئن نہ تھا اور یہ ایک مزید وجہ ان اشعار کو حذف کر دینے کی تھی۔ دیباچہ بہت مختصر تھا اور اپنے اختصار کی وجہ سے غلط فہمی کا باعث تھا۔ جیسا کہ مجھے بعض احباب کے خطوط سے اور دیگر تحریروں سے معلوم ہؤا جو وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہیں۔ کیمبرج کے پروفیسر نکلسن بھی اس خیال میں آپ کے ہمنوا ہیں کہ دیباچہ دوسری ایڈیشن سے حذف نہ کرنا چاہئے تھا۔ انہوں نے اس کا ترجمہ انگریزی میں کرایا ہے۔ شاید انگریزی ایڈیشن کے ساتھ شائع کریں۔

پیرزادہ مظفر الدین صاحب نے میرا مقصد مطلق نہیں سمجھا تصوّف سے اگر اخلاص فی العمل مراد ہے (اور یہی مفہوم قرونِ اولیٰ

میں اس کا لیا جاتا تھا، تو کسی مسلمان کو اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا ہاں جب تصوّف فلسفہ بننے کی کوشش کرتا ہے اور عجمی اثرات کی وجہ سے نظامِ عالم کے حقائق اور باری تعالیٰ کی ذات کے متعلّق مُوشگافیاں کر کے کشفی نظریہ پیش کرتا ہے تو میری رُوح اُس کے خلاف بغاوت کرتی ہے۔ مَیں نے ایک تاریخ تصوّف کی لکھنی شروع کی تھی مگر افسوس کہ مسالہ نہ مل سکا اور ایک دو باب لکھ کر رہ گیا۔ پروفیسر نکلسن "اسلامی شاعری اور تصوّف" کے نام سے ایک کتاب لکھ رہے ہیں جو عنقریب شائع ہو گی۔ ممکن ہے کہ یہ کتاب ایک حد تک وہی کام کر دے جو مَیں کرنا چاہتا تھا۔ منصور حلّاج کا رسالہ کتاب الطواسین جس کا ذکر ابنِ حزم کی "فہرست" میں ہے فرانس میں شائع ہو گیا ہے مؤلّف نے فرنچ زبان میں نہایت مفید حواشی اس پر لکھے ہیں۔ آپ کی نظر سے گزرا ہو گا۔ حسین کے اصلی معتقدات پر اس رسالے سے بڑی روشنی پڑتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے کے مسلمان منصُور کی سزا دہی میں بالکل حق بجانب تھے۔ اس کے علاوہ ابنِ حزم نے کتاب الملل میں جو کچھ منصُور کے متعلق لکھا ہے اس

کی اس رسالے سے پوری تائید ہوتی ہے لطف یہ ہے کہ —— غیر صوفیا قریباً سب کے سب منصور سے بیزار تھے۔ معلوم نہیں متاخرین اس کے اس قدر دلدادہ کیوں ہو گئے۔ مذہب آفتاب پرستی کے متعلق جو تحقیقات حال میں ہو رہی ہے اس سے امید ہوتی ہے کہ عجمی تصوّف کے پوشیدہ مراسم کی اصلیت بہت جلد دنیا کو معلوم ہو جائے گی۔

مجھے امید ہے کہ اس طویل خط کے لئے آپ مجھے معاف فرمائیں گے۔ آپ کے تبصرہ سے مجھے بڑی تسکینِ قلب ہوئی، امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔ والسّلام

آپ کا مخلص

محمد اقبال

سردار عبدالرّب خاں نشترؔ کے نام

(۲۱) ———— (۱)

مکرم بندہ السلام علیکم

آپ کا جواب درست ہے۔ مَیں اس میں کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہتا، سوائے اس کے کہ زبان کو مَیں ایک بُت تصوّر نہیں کرتا۔ جس کی پرستش کی جائے۔ بلکہ اظہارِ مطالب کا ایک انسانی ذریعہ خیال کرتا ہُوں۔ زندہ زبان انسانی خیالات کے انقلاب کے ساتھ بدلتی رہتی ہے اور جب اس میں انقلاب کی صلاحیت نہیں رہتی تو مُردہ ہو جاتی ہے۔ ہاں تراکیب کے وضع کرنے میں مذاقِ سلیم کو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے۔

محمد اقبال۔ لاہور

۱۹-۱-اگست ۱۹۲۳ء

مولانا محمد اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی ایڈیٹر عبرت کے نام

(۲۲) ——— (۱)

مخدومی - السلام علیکم - امسال عارضہ نقرس کی وجہ سے بہت تکلیف رہی - اب خدا کے فضل سے اچھا ہوں - امیر خاں پر آپ نے خوب مضمون لکھا - خدائے تعالیٰ اُس کے جانشینوں کو بھی ہدایت دے کہ مسلمانوں پر ظلم کرنے سے دستکش ہو جائیں - صدیق رضی اللہ عنہ پر بھی خوب مضمون لکھا گیا ہے - میں نے اُن کی زندگی کے تمام واقعات ایک شعر میں بند کر دیئے ہیں ؎

ہمتِ او کشتِ ملت را چو ابر
ثانیٔ اسلام و غار و بدر و قبر

امید ہے کہ مزاج بخیر ہو گا - والسّلام

محمد اقبال - لاہور
۲۲ - ستمبر ۱۹۲۲ء

ظہور الدین مہجورؔ کے نام

(۲۳) ——— (۱)

لاہور
۱۲ - مارچ

مکرم بندہ - السّلام علیکم

مجھے یہ معلوم کر کے کمال مسرّت ہوئی کہ آپ تذکرہ شعرائے کشمیر لکھنے والے ہیں - مَیں کئی سالوں سے اس کے لکھنے کی تحریک کر رہا ہوں، مگر افسوس کسی نے توجّہ نہ کی - آپ کے ارادوں میں اللہ تعالیٰ برکت دے -

افسوس ہے کہ کشمیر کا لٹریچر تباہ ہو گیا - اس تباہی کا باعث زیادہ تر سکھوں کی حکومت اور موجودہ حکومت کی لاپروائی اور نیز مسلمانوں کی غفلت ہے - کیا یہ ممکن نہیں کہ وادیٔ کشمیر کے تعلیم یافتہ مسلمان اب بھی موجودہ لٹریچر و حفاظت کے لئے ایک سوسائٹی

بنائیں؛ ہاں تذکرہ کشمیر لکھتے وقت مولانا شبلی کی شعر العجم آپ کے پیشِ نظر رہنی چاہئے۔ محض حروفِ تہجّی کی ترتیب سے شعرا کا حال لکھ دینا کافی نہ ہوگا۔ کام کی چیز یہ ہے کہ آپ کشمیر میں فارسی شعر کی تاریخ لکھیں۔ مجھے یقین ہے کہ ایسی تصنیف نہایت بارآور ثابت ہوگی۔ اگر کبھی خود کشمیر میں یونیورسٹی بن گئی تو فارسی زبان کے نصاب میں اس کا کورس ہونا یقینی ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ کشمیر کی قسمت عنقریب پلٹا کھانے والی ہے۔ امید کہ جناب کا مزاج بخیر ہوگا۔ میرے پاس کوئی مسالہ تذکرہ شعرا کے لئے نہیں ہے۔ ورنہ آپ کی خدمت میں ارسال کرتا۔ والسّلام

محمد اقبال

لاہور

سیّد نصیر الدین ہاشمی کے نام

(۲۴) ———— (۱)

لاہور
۷- مئی ۱۹۲۵ء

جناب من السلام علیکم

مَیں نقرس کی وجہ سے صاحبِ فراش تھا، اس واسطے اس سے پہلے آپ کے خط کا جواب نہ لکھ سکا، معاف فرمائیے۔

"دکن میں اردو" نہایت مفید کتاب ہے، خصوصاً اس کا پہلا حصّہ جو مَیں نے نہایت غور سے پڑھا ہے۔ اردو زبان اور لٹریچر کی تاریخ کے لئے جس قدر مسالہ ممکن ہو جمع کرنا ضروری ہے، غالباً پنجاب میں بھی کچھ پرانا مسالہ موجود ہے، اگر اس کے جمع کرنے میں کسی کو کامیابی ہو گئی تو مورخ اردو کے لئے نئے سوالات پیدا ہوں گے۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص

محمد اقبال

نوٹ ۔اس خط کے کئی سال بعد مولانا محمود شیرانی نے "پنجاب میں اردو" شائع فرمائی۔

(۲۵) ———— (۲)

لاہور
۹۔مئی ۱۹۳۲ء

مخدوم من،

"یورپ میں دکھنی مخطوطات" کا نسخہ جو آپ نے بکمال عنایت مجھے مرحمت فرمایا ہے، اس کے لئے نہایت شکر گذار ہوں۔ یہ کتاب اُردو زبان اور لٹریچر کی تاریخ میں نہایت مفید ثابت ہوگی۔ مجھے یقین ہے کہ آپ ایسی مفید تالیفات کا سلسلہ جاری رکھ سکنے میں کامیاب ہونگے۔ ابھی بہت سے مواد کا جمع ہونا اور بہت سی کتابوں کے صحیح ایڈیشنوں کا چھپنا باقی ہے تاکہ اردو کے ارتقا

کی ایک صحیح تاریخ مدوّن ہو سکے، آپ کا یہ کارنامہ قابلِ قدر ہے۔ اور مَیں آپ کو اس کتاب کی اشاعت پر مبارکباد دیتا ہُوں۔

مخلص

محمد اقبال

(۲۶) ———— (۳)

جناب من

کتاب "دکن میں اردو" جو آپ نے بکمال عنایت ارسال فرمائی ہے آج ہی موصُول ہُوئی، شکریہ قبول فرمائیے۔ مَیں ایک مدت سے علیل ہُوں، فی الحال اسے پڑھنے اور اس سے مستفید ہونے سے قاصر ہُوں۔

محمد اقبال لاہور

۱۸۔ دسمبر ۱۹۳۶ء

محمد مبین عباسی کیفی چڑیاکوٹی کے نام

(۲۷)————(۱)

لاہور

۱۲۔ اگست ۱۹۱۶ء

جناب مولانا کیفی صاحب ایڈیٹر العلم

مخدومی۔ السلام علیکم۔ رسالہ العلم کے لئے ممنون ہؤا۔ نہایت عمدہ رسالہ ہے۔ اس کے مضامین تعلیم یافتہ مسلمانوں کے لئے نہایت مفید ہونگے۔ مضمون الحیوانات فی القرآن نہایت قابلیت سے لکھا گیا ہے جسے مَیں نے خصوصیّت سے پسند کیا۔ اسی مضمون پر ایک مغربی مستشرق نے بھی لکھا ہے جس کا عنوان ہے "حیوانات کے نام سامی زبانوں میں" مجھے یقین ہے کہ آپ کا رسالہ کامیاب ہوگا اور مسلمانوں کے لئے باعث برکت۔

اقبال

(۲۸) ——————— (۲)

لاہور

۲۱-ستمبر ۱۹۲۰ء

بخدمت حضرت علامہ کیفی چڑیاکوٹی ایڈیٹر سحبان گورکھپور

مخدومی مولانا صاحب زاد کرمہٗ تسلیم

آپ کی مرسلہ نظم پہنچی۔ میری عزت ہوئی۔ مَیں اس پر کیا اظہار خیال کروں۔ ہم لوگ آپ کے زلہ ربا ہیں۔ آپ کے خاندان سے ایک عالم فیضیاب ہے۔ اور آپ کی ذات سے ہو رہا ہے آپ ہمارے رہنما ہیں۔ اس شعر نے خدا جانے مجھے کس عالم میں پہنچا دیا۔

تُو نے جو ساتھ چھوڑا اے داغِ جبہ سائی　　پہچانتا نہیں ہے مجھ آستاں نشیں کو

— اقبال

(۲۹) ——————— (۳)

لاہور

۸-۳-۔۔ ؟ ۔۔ ۱۸

جناب علامہ صاحب۔ آپ کا خط مع نظم موصول ہوا۔

علالت کی وجہ سے ڈاکٹروں نے لکھنے پڑھنے سے منع کر دیا ہے۔ آپ کی نظم ایک دوست نے پڑھ کر سنائی جس کے لئے مَیں آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہُوں۔ خدا کرے آپ رسالہ "العلم" دوبارہ جاری کر سکیں۔

امید کہ آپ بخیریت ہونگے والسّلام

اقبال

محمّد عُمرالدین کے نام

(٣٠) ———— (١)

(انگریزی)

٢٢- نومبر ١٩٣٥ء

ڈیر محمد عمرالدین

آپ نے جو کتابچہ ارسال فرمایا ہے - اُس کیلئے ممنون ہُوں- امام غزالی کے فلسفۂ اخلاق کا یہ نہایت ہی دلچسپ تذکرہ ہے- یہ درست ہے کہ مفکّر کو ایک منظم عالم فکر کی ضرورت ہوتی ہے- اور اس لئے وہ اخلاقیات اور مابعد الطبیعیات کے نظام قائم کرنے پر مجبور ہوتا ہے لیکن تجربہ ہمیں بتاتا ہے کہ ایک عام فرد کو انفرادی اور اجتماعی اعتبار سے ایک نظام کی ضرورت ہے - اپنے اور اس گروہ کے مفاد کے پیش نظر جس سے وہ وابستہ ہے - اُسے اس نظام کی حاکمیت پر معترض نہ ہونا چاہئے- میرے خیال میں اسلام

کی قوتِ تعمیر اقوام کا یہی راز ہے۔ آپ کا مقالہ پُر تاثیر و فیض انگیز ہے۔ مجھے امید ہے آپ اس سلسلہ میں مزید تفتیش و تحقیق جاری رکھیں گے۔

مخلص

محمد اقبال

ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن کے نام [1]

(انگریزی)

(۳۱) ——————— (۱)

لاہور
۱۲- دسمبر ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر ڈاکٹر ظفر الحسن

آپ کے شاگردِ رشید محمد عمر الدّین صاحب نے کچھ عرصہ گذرا مجھے الغزالی پر ایک چھوٹی سی کتاب ارسال فرمائی تھی۔ اُن سے کہئے کہ وہ مارگیرٹ سمتھ کی کتاب "An Early Mystic of Baghdad" حارث ابن اسد المحاسبی کا جو چند ماہ قبل شائع ہوئی مطالعہ کریں۔ انہیں چاہئے کہ اس کتاب کا ایک ایک لفظ نہایت غور سے پڑھیں۔ اس

---

[1] موضوع کی مناسبت سے یہ خط یہاں درج کر دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن صاحب کے نام کا گراں قدر مجموعہ دوسرے حصّہ میں شائع ہوگا۔

کتاب سے انہیں نہ صرف غزالی کی تعلیمات کے سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی بلکہ غزالی کی مدد سے مشرق ومغرب کے یہودی اور عیسائی تصوّف پر محاسبی کے اثرات کا بھی معقول اندازہ ہو سکے گا۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص
محمد اقبال

علومِ اسلام کی جوئے شیر کے فرہاد

اُستاذالکل

علّامہ ڈاکٹر سیّد سُلیمان ندوی

ناظم

رئیس دارالمصنّفین اعظم گڈھ کے نام

مولانا شبلی نعمانی کے نام

(۳۲) ——— (۱)

لاہور
۱۲۔جنوری ۱۹۱۲ء

مخدوم و مکرم جناب قبلہ مولوی صاحب السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ ملا، انجمن کا جلسہ ایسٹر کی تعطیلوں میں ہوگا، اگر وہاں کی شمولیت کے بعد میں لکھنؤ حاضر ہو سکا تو ضرور حاضر خدمت ہونگا،

افسوس کہ ڈیپوٹیشن میں شریک ہونے سے قاصر ہوں، اگر آپ کا ارشاد ہو تو میں چودھری شہاب الدین صاحب بی، اے وکیل چیف کورٹ سے دریافت کروں، وہ نہایت قابل آدمی ہیں اور اس کام کے لئے اہل، اگر یہ پسند نہ ہو تو نواب ذوالفقار علی خاں

ل وقف اولاد کمیٹی کی طرف سے وائسرائے کی خدمت میں وفد جانا تجویز ہوا تھا۔

اس وقت کلکتہ میں ہیں۔ آپ ان کو پنجاب کی طرف سے انتخاب کریں۔ اور اُن کو لکھ دیں کہ وہ ۲۹ جنوری تک کلکتہ میں ہی ٹھہریں مسٹر محمد شفیع بیرسٹر لاہور بھی اس وقت کلکتہ میں ہیں، غالباً وہ بھی آپ کے لکھنے پر ۲۹ جنوری تک وہاں قیام کر سکیں، جو تجویز پسندِ خاطر ہو اس کو عمل میں لائیے، باقی خیریت ہے۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال، بیرسٹر لاہور

سیّد سلیمان ندوی کے نام

(۳۳) ——————— (۱)

لاہور
یکم نومبر ۱۹۱۶ء

مخدومی، السّلام علیکم
اورینٹل کالج لاہور میں ہیڈ پرشین ٹیچر کی جگہ خالی ہوتی ہے۔ اس کی تنخواہ ایک سو بیس روپیہ ماہوار ہے۔ میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ اس جگہ کو اپنے لئے پسند فرماتے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو آپ کے لئے سعی کی جائے۔ آپ کا لاہور میں رہنا پنجاب والوں کے لئے بے حد مفید ہو گا۔ والسّلام

آپ کا خادم
محمد اقبال، بیرسٹر، لاہور

(۳۴) ——— (۲)

لاہور

۱۲- نومبر سنہ ۱۹۱۶ء

مخدومی، السّلام علیکم

مجھے یہ معلوم تھا کہ آپ ملازمت کوئی قبول نہ کریں گے، لیکن سنڈیکیٹ کے بعض ممبروں کی تعمیل ارشاد میں آپ کو لکھنا ضرور تھا کسی قدر خود غرضی کا شائبہ بھی میرے خط میں تھا، اور وہ یہ کہ مَیں چاہتا تھا کہ جس طرح پنجاب والوں کو صُوبہ متحدہ کے علما و فصحا سے اس سے پیشتر فائدہ پہنچا ہے۔ اب بھی وہ سلسلہ آپ کے یہاں رہنے سے بدستور جاری رہے، مولانا شبلی مرحُوم کی زندگی میں مَیں نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح مولانا مرحوم پنجاب میں مستقل طور پر اقامت گزیں ہو جائیں، مگر مسلمان امرا میں مذاق علمی مفقود ہو چکا ہے میری کوشش بار آور نہ ہُوئی۔ اللہ تعالیٰ دار المصنفین کے کام میں برکت دے اور آپ کا وجُود مسلمانوں کے لئے مفید ثابت کرے۔

آپ کی غزل لاجواب ہے، بالخصوص یہ شعر مجھے بڑا پسند

آیا ہے

ہزار بار مجھے لے گیا ہے مقتل میں
وہ ایک قطرۂ خوں جو رگِ گلو میں ہے

مولانا شبلی مرحوم و مغفور نے تاریخی واقعات کو نظم کرنا شروع کیا تھا، اور جو چند نظمیں انہوں نے لکھی تھیں وہ نہایت مقبول ہوئیں غزل کے ساتھ وہ سلسلہ بھی جاری رکھئے۔

باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے، امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص محمد اقبال، لاہور

(۳۵) ———— (۳)

لاہور
۱۳- نومبر سنہ ۱۹۱۷ء

مخدومی، السلام علیکم

آپ کا نوازشنامہ قوتِ رُوح اور اطمینانِ قلب کا باعث ہوا۔ مَیں ایک مدت کے مطالعہ اور غور و فکر کے بعد انہیں نتائج پر

پہنچا ہُوں جو آپ کے والا نامے میں درج ہیں۔ جو کام آپ کر رہے ہیں جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ آپ کو اس کا اجر عطا فرمائیں گے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تصوّف کا وجُود ہی سرزمینِ اسلام میں ایک اجنبی پودا ہے، جس نے عجمیوں کی دماغی آب وہوا میں پرورش پائی ہے۔

آپ کو خیر القرون قرنی والی حدیث یاد ہوگی اس میں نبی کریم فرماتے ہیں کہ میری امت میں تین قرنوں کے بعد سمن (ویظہر فیہم السمن) کا ظہور ہوگا۔ مَیں نے اس پر دو تین مضامین اخبار وکیل امرتسر میں شائع کئے تھے، جس کا مقصود یہ ثابت کرنا تھا کہ "سمن" سے مراد رہبانیت ہے جو وسط ایشیا کی اقوام میں مسلمانوں سے پہلے عام تھی، ائمۂ محدثین نے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے یہ لکھا ہے کہ اس لفظ سے مراد عیش پرستی ہے، مگر لسانی تحقیق سے محدثین کا خیال صحیح نہیں کھلتا، افسوس ہے کہ عدیم الفرصتی اور علالت کی وجہ سے مَیں ان مضامین کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکا۔ میرا تو عقیدہ ہے کہ غلو فی الزہد اور مسئلۂ وجود مسلمانوں میں زیادہ تر بدھ (سمنیت) مذہب کے

اثرات کا نتیجہ ہیں۔ خواجہ نقشبند اور مجدد سرہند کی میرے دل میں بہت بڑی عزت ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آج یہ سلسلہ بھی عجمیت کے رنگ میں رنگ گیا ہے۔ یہی حال سلسلۂ قادریہ کا ہے جس میں مَیں خود بیعت رکھتا ہُوں، حالانکہ حضرت محی الدین[1] کا مقصُود اسلامی تصوّف کو عجمیت سے پاک کرنا تھا۔

مؤلّف سے میری مراد ایڈیٹر کتاب الطواسین موسیو میگنان ہے جس نے فرانسیسی زبان میں طواسین کے مضامین پر حواشی لکھے ہیں۔ انشاءاللہ "معارف" کے لئے کچھ نہ کچھ لکھوں گا، میری صحت بالعمُوم اچھّی نہیں رہتی، اس واسطے بہت کم لکھتا ہُوں۔ مثنوی اسرارِ خودی کا دوسرا حصّہ یعنی رموزِ بیخودی (اسرارِ حیاتِ ملیۂ اسلامیہ) قریب الاختتام ہے شائع ہونے پر ارسالِ خدمت کروں گا۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص

محمد اقبال

[1] حضرت محی الدین عبد القادر گیلانی۔

(۳۶)————(۴)

لاہور
۲۸- اپریل ۱۹۱۸ء

مخدومی، السلام علیکم

والا نامہ ابھی ملا ہے، رموزِ بیخودی مَیں نے ہی آپ کی خدمت میں بھجوائی تھی، ریویو کے لئے سراپا سپاس ہُوں۔

آج مولانا ابوالکلام کا خط آیا ہے۔ انہوں نے بھی میری اس ناچیز کوشش کو بہت پسند فرمایا ہے۔ مولانا شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ استاذ الکل ہیں۔ اقبال آپ کی تنقید سے مستفید ہوگا۔ اسرارِ خودی کا دُوسرا ایڈیشن تیار کر رہا ہُوں، عنقریب آپ کی خدمت میں مرسل ہوگی۔

رسالہ "صوفی" میں مَیں نے کوئی نظم شائع نہیں کی۔ کوئی پرانی مطبوعہ نظم انہوں نے شائع کردی ہوگی۔ ورنہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ مَیں "صوفی" کو "معارف" پر ترجیح دوں۔ "معارف" ایک ایسا رسالہ ہے جس کے پڑھنے سے حرارتِ ایمانی میں ترقی ہوتی ہے، مَیں انشاءاللہ ضرور آپ کے لئے

کچھ لکھوں گا، یہ وعدہ کچھ عرصہ ہؤا مَیں نے آپ سے کیا تھا اور مَیں اِس وقت تک پُورا نہیں کر سکا۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا والسّلام

مخلص

محمد اقبال، لاہور

(۳۷) ———— (۵)

لاہور
۱۰-مئی ۱۹۱۸ء

مخدوم مکرم جناب قبلہ مولوی صاحب، السلام علیکم

"معارف" میں ابھی آپ کا ریویو (مثنوی رموزِ بیخودی پر) نظر سے گذرا ہے، جس کے لئے سراپا سپاس ہُوں۔ آپ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ میرے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

صحتِ الفاظ و محاورات کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے، ضرور صحیح ہو گا، لیکن اگر آپ ان لغزشوں کی طرف بھی توجہ فرماتے تو

میرے لئے آپ کا ریویو زیادہ مفید ہوتا، اگر آپ نے غلط الفاظ و محاورات نوٹ کر رکھے ہیں تو مہربانی کر کے مجھے ان سے آگاہ کیجئے کہ دوسرے ایڈیشن میں ان کی اصلاح ہو جائے،

غالباً آپ نے "رموزِ بیخودی" کے صفحات پر ہی نوٹ کئے ہونگے۔ اگر ایسا ہو تو وہ کاپی ارسال فرما دیجئے، مَیں دُوسری کاپی اس کے عوض میں آپ کی خدمت میں بھجوا دوں گا۔

اِس تکلیف کو مَیں ایک احسان تصوّر کروں گا، امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔

مخلص محمد اقبال، لاہور

(۳۸)————(۶)

مخدومی مولانا، السّلام علیکم

چند اشعار "معارف" کے لئے ارسال خدمت ہیں، ان میں سے جو پسند آئے اُسے شائع کیجئے۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔

نہ سلیقہ مُجھ میں کلیؔم کا نہ قرینہ تجھ میں خلیلؑ کا
مَیں ہلاکِ جادُوے سامری تُو قتیلِ شیوۂ آذری

مَیں نوائے سوختہ در گلو، تو پریدہ رنگِ رمیدہ بُو
مَیں حکایتِ غمِ آرزو، تو حدیثِ ماتمِ دلبری
مرا عیش غم، مرا شہد سم، مری بود ہم نفسِ عدم
ترا دل حرم، گروِ عجم ترا دیں خریدۂ کافری
تری راکھ میں ہے اگر شرر، تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری
کوئی ایسی طرزِ طواف تو مجھے اے چراغِ حرم بتا
کہ ترے پتنگ کو پھر عطا ہو وہی سرشتِ سمندری
گلۂ جفائے وفا نما کہ حرم کو اہلِ حرم سے ہے
کسی بتکدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی "ہری ہری"
کرم اے شہِ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظرِ کرم
وہ گدا کہ تُو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغِ سکندری

والسّلام

مخلص محمدؐ اقبال، لاہور

۲۳۔ مئی ۱۹۱۸ء

(۳۹) ——————— (۷)

لاہور۔
۸۔ دسمبر ۱۹۱۸ء

مخدومی، السلام علیکم

"رموزِ بیخودی" کی لغزشوں سے آگاہ کرنے کا وعدہ آپ نے کیا تھا، اب تو ایک ماہ سے بہت زیادہ عرصہ ہو گیا، امید کہ توجہ فرمائی جائے گی، تاکہ مَیں دُوسرے ایڈیشن میں آپ کے ارشادات سے مستفید ہو سکوں۔

دساتیر کے حوالوں کے متعلق آپ نے لکھا تھا، اُس وقت اورینٹل کالج لاہور کا کتب خانہ بند تھا اور اب بھی بند ہے۔ اکتوبر میں کھلے گا، اگر کچھ حوالے دستیاب ہو گئے تو عرض کرونگا۔

والسّلام

مخلص محمد اقبال

رُوس کے مسلمانوں کے متعلق جو مضمون "معارف" میں شائع ہُوا ہے، اُسے ایک علیحدہ رسالے کی صُورت میں شائع کرنا چاہئیے۔ محمد اقبال

(۴۰) ———— (۸)

لاہور
۳- اکتوبر ۱۹۱۸ء

مخدوم مکرم جناب مولانا، السّلام علیکم
آپ کا نوازشنامہ مل گیا ہے، جس کے لئے نہایت ممنون ہُوں۔ مجھے اس سے بہت فائدہ پہنچے گا، مَیں چند روز کے لئے شملہ گیا تھا، وہاں معلوم ہُوا کہ آپ بھی وہاں تشریف رکھتے ہیں۔ افسوس ہے کہ آپ سے ملاقات نہ ہو سکی، مجھے ایک ضروری کام درپیش تھا، جس میں مصروفیت رہی، البتہ معنوی طور پر آپ کی صحبت رہی۔ کیونکہ رات کو سیرتِ نبویؐ کا مطالعہ رہتا تھا، مولانا مرحُوم نے مسلمانوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے جس کا صلہ دربارِ نبوی سے عطا ہو گا۔

قوافی کے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا بالکل بجا ہے، مگر چونکہ شاعری اس مثنوی[۱] سے مقصود نہ تھی اس واسطے مَیں نے

---

[۱] اسرارِ خودی

بعض باتوں میں عمداً تساہل برتا، اس کے علاوہ مولانا روم کی مثنوی میں قریباً ہر صفحہ پر اس قسم کے قوافی کی مثالیں ملتی ہیں۔ اور ظہوری کے ساقی نامہ کے چند اشعار بھی زیرِ نظر تھے، غالباً اور مثنویوں میں بھی ایسی مثالیں ہونگی،

اصولِ تشبیہ کے متعلق کاش آپ سے زبانی گفتگو ہو سکتی، قوتِ واہمہ کے عمل کے رُو سے بیدلؔ اور غنیؔ کا طریق زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ گو کتبِ بلاغت کے خلاف ہے، زمانۂ حال کے مغربی شعرا کا بھی طرزِ عمل یہی ہے، تاہم آپ کے ارشادات نہایت مفید ہیں اور مَیں اُن سے مستفید ہونے کی پُوری کوشش کروں گا۔

بحرِ تلخ رو، کلمہ بسکونِ لام، باریک تر از جو (بمعنی کم در عرض و عمق) کوریٔ ذوق، محفل از ساغر رنگین کردن، سرمۂ او دیدۂ مردم شکست، سازِ برق آہنگ، از گل غربت (بمعنی شر) نوا بالیدن، صبحِ آفتاب اندر قفس وغیرہ کی مثالیں اساتذہ میں موجود ہیں۔ مگر اس خیال سے کہ آپ کا وقت ضائع ہو گا نظر انداز کرتا ہوں، البتہ اگر آپ اجازت دیں تو لکھوں گا۔ محض یہ معلوم کرنے

کے لئے کہ مَیں نے غلط مثالیں تو انتخاب نہیں کیں۔

ایک امر دریافت طلب ہے اس سے آگاہ فرما کر ممنون کیجئے "قطرۂ از نرگسِ شہلا ستی" پر جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا ہے مَیں نہیں سمجھ سکا، کیا آپ کا یہ مقصود ہے کہ قطرہ کا لفظ شہلا کے لئے (یعنی قطرۂ شہلا) موزوں نہیں یا کچھ اور؟ علیٰ ہٰذا القیاس "خیمہ بر زد در حقیقت از مجاز" "نعرۂ زد شبرے از دامانِ دشت" "با زبانت کلمۂ توحید خواند" کے متعلق بھی یہی سوال ہے،

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا، اس طویل خط کے لئے معافی چاہتا ہوں۔

مخلص، محمد اقبال

(۱۴) ——— (۹)

لاہور
۲۰۔ نومبر ۱۹۱۸ء

مخدومی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کئی روز ہو گئے ایک عریضہ خدمتِ عالی میں لکھا تھا جواب

سے ہنوز محروم ہوں۔ "خیمہ برزد از حقیقت در مجاز" کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ "از" میں تجاوز کا مفہوم نہیں ہے، کیونکہ خیمہ برزدن کے معنی قیام کرنے کے ہیں، میں تلاش میں تھا کہ کوئی سند مل جائے، جیسا کہ میں نے گزشتہ خط میں عرض بھی کیا تھا، آج کلیاتِ سعدی میں وہ سند مل گئی جو ارسالِ خدمت ہے۔

صوفی از صومعہ گو خیمہ بزن در گلزار
وقت آن نیست کہ در خانہ نشینی بیکار

بصیری رح کو چادر عطا ہونا کئی روایات میں آیا ہے، گذشتہ خط میں اس کا حوالہ لکھنا بھول گیا تھا، مولوی ذوالفقار علی دیوبندی نے شرح قصیدہ بردہ میں منجملہ اور روایات کے یہ روایت بھی لکھی ہے، مطلع فرمائیے کہ جو اسناد میں نے اپنے خطوط میں لکھے ہیں اُن کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے، الفاظ "ورثہ" اور "خیال" کے متعلق بھی عرض کروں گا،

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا مخلص
محمد اقبال

(۴۲) ———— (۱۰)

لاہور
۲۳- اکتوبر ۱۹۱۸ء

مخدومی، السلام علیکم
آپ کے دونوں نوازشنامے مل گئے، جن کے لئے سراپا سپاس ہُوں،

مَیں بخار میں مبتلا تھا، اس لئے جواب نہ لکھ سکا، اس کے علاوہ ٹیک چند بہار کی "ابطالِ ضرورت" میرے پاس لاہور میں موجود نہ تھی، اس رسالہ میں لفظ کلمہ پر بحث ہے، دیکھ کر جواب عرض کرونگا۔ اور باقی اسناد بھی لکھوں گا۔

"سیر" فارسی میں ان معنوں میں آتا ہے۔ سیر کردن، سیر زدن، سیر داشتن، بلکہ سیر دیدن بھی،

عمرہا صائب بشہر عقل بودم کوچہ بند ۔ مدتے ہم باغزالان سیرِ صحرامی زنم

مخلص کاشی

تماشا دارد اے مہ باتو سیر گلستان کردن ۔ کہ از شرمِ رخت ہر گل بچندیں رنگ خواہد شد

لفظ نعرہ حیوانات کی آواز کے لئے بھی آتا ہے، اس وقت نعرۂ اسپ کی سند موجود ہے، اور مجھے یاد ہے شیر کے لئے بھی مستعمل ہؤا ہے، انشاءاللہ عرض کرونگا، مگر مَیں نے اور وجوہ سے اس شعر میں ترمیم کر دی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ غریدن بہت بہتر ہے،

دشت اور بیشہ مرادف بھی آتے ہیں، اور دشت کے لئے ضرور نہیں کہ بالکل خشک ہو۔

مپرس از آب و رنگِ کوہسارش ہزاراں دشتِ لالہ داغدارش

یحییٰ شیرازی

دشت در معنی آبادی و ویرانہ آیا ہے، اور معنی کلیّت کے پیدا کرتا ہے۔ مگر اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں کہ مَیں نے ہر دو اشعار زیرِ بحث میں ترمیم کر دی ہے، دشت و در ایسا ہی ہے جیسے کوہ و دشت' پست و بلند سے تقطیع بھی نہیں گرتی، آپ نے مصرع صحیح نہیں لکھا "نعرۂ زد شیرے در داماں دشت" نہیں بلکہ "نعرۂ زد شیرے از داماں دشت"، ہے۔ باقی باتیں انشاءاللہ دوسرے خط میں عرض کرونگا۔

جس توجہ سے آپ نے تنقیدی خطوط لکھنے کی زحمت گوارا فرمائی ہے، اُس کے لئے نہایت شکر گذار ہُوں، امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص، محمد اقبال، لاہور

(۴۳) —————— (۱۱)

لاہور
۳۰۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء

مخدومی، السلام علیکم

اسناد حسبِ وعدہ حاضر ہیں،

۱۔ از گلِ غربت زماں گم کردۂ (رموز)

آپ کا ارشاد اس مصرعہ پر یہ تھا کہ "از گل" بمعنی بدولت اچھّے معنوں میں آتا ہے، بُرے معنوں میں نہیں آتا، بہارِ عجم میں زیر لفظ "گل"، یہ محاورہ بھی دیا ہے اور اشعار بھی دیئے ہیں،

زیر دستِ چرخ بودن از گل بے فطرتی ست الخ

۲۔ محفلِ رنگیں بیک ساغر کند (رموز)

سنہ ہفتاد و دو ملّت گردشِ چشمِ تو می سازد
بیک پیمانہ رنگیں کردۂ یک شہرِ محفلہا (ناصر علی)

۳۔ "سُرمۂ او دیدۂ مردم شکست" (رموز)
چشم و گوش شکستن، یعنی نابینا شدن (بہار عجم)
ترسم ز گریہ چشم گہر بار بشکند الخ (صائب)

۴۔ عشق را داغے مثالِ لالہ بس در گریبانش گُلِ یک نالہ بس
(رموز)

گُلِ نالہ پر آپ کا ارشاد تھا۔
چنگے بتار نغمۂ قانونِ شیر زن گلبرگِ نالۂ بگریبانِ دل فشاں
(زلالی)

۵۔ ز آسمان آبگوں یم می چکد من ز جو باریک تر می سازمش الخ
(رموز)

لفظ "باریک" پر آپ کا ارشاد تھا کہ صحیح نہیں، باریک بمعنی کم در عرض و عمق بھی آیا ہے،
نازک تر است از رگِ جاں گفتگوئے من باریک شد محیط چو آمد بجوئے من
(صائب)

از تواضع می تواں مغلوب کردن خصم را
می شود باریک چو سیلاب از پل بگذرد

۶- کور ذوقاں داستانہا ساختند، الخ (رموز)

"کور ذوق" کی نسبت آپ کا ارشاد تھا کہ بے مزہ ترکیب ہے،

چہ غم زیں عروس سخن را بتر کہ بر کور ذوقاں شود جلوہ گر
(ظہوری)

کور ذوقاں زفیضِ تربیّت چوں مسیحا مزاجدانِ سخن
(ملّا طغرا)

۷- نوا بالیدن، تا نوائے یک اذاں بالیدہ است (رموز)

تا چند ببالد نفس اندو نوایم (بیدل)

۸- بحر تلخ رو، بود بحرِ تلخ رو یک سادہ دشت (رموز)

تلخ رو بحر کی صفات میں آتا ہے، (بہار عجم)

۹- نعرہ زد شیرے از دامانِ دشت (رموز) منجملہ اور ارشادات کے ایک یہ ارشاد تھا کہ لفظ نعرہ شیر کے لئے ٹھیک نہیں، بہارِ عجم میں ایک شعر دیا ہے جس میں نعرہ اسپ لکھا ہے۔

بابر ماندر چو پے بر نہاد و نعرہ کشاد (معز فطرت)

۱۰۔ سازِ برق آہنگ او ننواختہ (رموز) آپ کا ارشاد تھا کہ سازِ برق صحیح نہیں، لیکن مصرع میں ساز کی صفت برق آہنگ ہے اور برق آہنگ ساز کی صفت آتی ہے، (بہارِ عجم زیر لفظ ساز)

۱۱۔ ہم چو صبح آفتاب اندر قفس (رموز) آپ کا ارشاد تھا کہ صبح کے لئے آفتاب کی کیا ضرورت ہے، یہ ترکیب مرزا بیدل کی ہے، مَیں نے اس کے لئے محل استعمال نیا پیدا کیا ہے۔ یعنی کعبۃ اللہ کے گرداگرد جب ملّت بیضا نماز پڑھتی ہے یا طواف کرتی ہے تو یہ نظارہ صبحِ آفتاب در قفس سے مشابہ ہے۔

ملّتِ بیضا بہ طوفش ہم نفس ہم چو صبحِ آفتاب اندر قفس

۱۳۔ اے بصیری را ردا بخشندۂ (رموز)

بُصَیریؒ کے متعلق بھی یہی واقعہ مشہور ہے، فرق صرف اس قدر ہے کہ حضورؐ نے بصیریؒ کو جو جذام میں مبتلا تھا اپنی چادرِ مطہر خواب میں عطا فرمائی تھی جس کے اثر سے اُس نے جذام سے نجات پائی، بعض لوگوں میں قصیدۂ بصیریؒ قصیدہ بردہ کے نام سے مشہور ہے،

۱۳- من شبے صدیقؓ را دیدم بخواب گل ز خاکِ راہ او چیدم بخواب

دوسرے مصرع پر آپ کا ارشاد تھا کہ مطلب زیادہ واضح ہونا چاہئے۔ اور گل ز خاکِ راہ او چیدم کیا مطلب؟ یہ واقعہ خواب کا ہے، جو خواب میں دیکھا گیا، بقیہ اسی طرح نظم کر دیا گیا۔

۱۴- با زبانت کلمۂ توحید خواند، لفظ کلمہ کے متعلق بھی لکھوں گا، افسوس ہے کہ "ابطالِ ضرورت" دستیاب نہیں ہوتی، مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس رسالہ میں اس لفظ پر بحث ہے، بہت سے الفاظ جن کو اساتذہ نے بتحریک و بسکون دونوں طرح استعمال کیا ہے، انھوں نے کمی کر دی ہے۔ مثلاً ربِ ارنی، رمضان، حرکتِ متوازی و قران وغیرہ، اس کا بسکون استعمال ہونا یقینی ہے۔ اسناد انشاءاللہ عرض کروں گا، جواہر الترکیب میں چار دفعہ بسکونِ لام آیا ہے۔

۱۵ فرد و قوم آئینۂ یک دیگر اند ہم خیال و ہم نشین و ہمسر اند
(رموز)

لفظ ہم خیال کی نسبت آپ کو شبہ تھا،

یاد ایامیکہ باہم آشنا بودیم ما ہم خیال و ہم صفیر و ہم نوا بودیم ما

لیکن میں نے یہ لفظ شعر سے نکال دیا ہے۔

۱۶۔ مابعد بسم اللہ (حضرت علیؑ کے لئے) قاآنی نے لکھا ہے، اور میم مروّت مولانا جامی نے تحفۃ الاحرار میں لکھا ہے، مَیں نے "میم مرگ" لکھا تھا۔

۱۷۔ قوافی کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا صحیح ہے، قاعدہ یہی ہے جو آپ تحریر فرماتے ہیں، مولانا رُوم اِن باتوں کی پروا نہیں کرتے، ظہوری کے دو شعر جو زیرِ نظر تھے عرض کرتا ہُوں۔

گِل شوقم از آب و گل بر دمد | بر قاصی از سینۂ دل جہد
چو از چشمِ جادُو بجادُو رود | باعجاز پہلو بہ پہلو زند

دوسرا شعر کسی قدر مشتبہ ہے، کوئی اور ایڈیشن ساقی نامہ کی دستیاب نہیں ہوئی ورنہ مقابلہ کرتا، بہرحال قاعدہ کی خلاف ورزی کئے بغیر اگر شعر لکھا جا سکتا ہو تو قاعدہ توڑنے کی کیا ضرورت ہے، انشاءاللہ ان قوافی پر نظر ڈالا کروں گا۔

۱۸۔ ورثہ، دورہ، خیال وغیرہ کے متعلق آپ کا ارشاد بالکل بجا ہے لیکن ان الفاظ کے متعلق پھر بھی کچھ عرض کروں گا۔

۱۹ "شاہ رمز آگاہ شہ محوِ نماز خیمہ برزد از حقیقت در مجاز
نعرہ زد شیرے از دامانِ دشت دشت در از ہیبتش لرزندہ گشت

ان اشعار کے متعلق جو کچھ آپ کا ارشاد ہے، اس سے مولوی اصغر علی روحی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور اتفاق نہیں کرتے۔ لیکن فی الحال ان پیش کردہ اسناد سے مجھے تسکین نہیں ہوئی۔ دو چار روز تک نتیجہ عرض کروں گا۔ ان اسناد کو ملاحظہ فرمائیے اور بتائیے کہ کونسی صحیح اور کونسی غلط ہے۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا والسّلام

آپ کا مخلص، محمد اقبال، لاہور

(۴۴) ——— (۱۲)

لاہور
دوسری دسمبر ۱۹۱۸ء

مخدومی، السّلام علیکم

والا نامہ مل گیا ہے، حالات معلوم ہونے پر طبیعت بہت متاثر ہوئی، اللہ تعالیٰ آپ کو اطمینانِ قلب عطا فرمائے۔ آپ کا یہ فقرہ کہ "میرے ساتھ خدا کا معاملہ عجیب ہے" گویا تمام ملّتِ مرحومہ

کے احساسات کا ترجمان ہے۔ جو قوم ایک مشن لیکر پیدا ہوتی ہے اُس کی روحانی تربیت کے لئے ابتلا کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں، ایک انگریزی مصنّف جسے ابتلا کے دُور رس نتائج کا تجربہ ہو چکا تھا لکھتا ہے کہ "دکھ دیوتاؤں کی ایک رحمتِ عظیم ہے، تاکہ انسان زندگی کے ہر پہلو کا مشاہدہ کر سکے" آپ امتِ محمدیہ کے خاص افراد میں سے ہیں، اور اس مامور من اللہ قوم کے خاص افراد کو ہی امر الٰہی ودیعت کیا گیا ہے۔ فرقۂ یاسیہ کو چھوڑ کر فرقۂ رجائیہ میں آجائیے، جس حقیقت کو آپ زیرِ پردہ دیکھ چکے ہیں اُس کی بے نقابی کا زمانہ قریب ہے۔ انشاءاللہ

"زمانہ باز بیفروخت آتشِ نمرود
کہ بے نقاب شود جوہرِ مسلمانی"

شخصی اعتبار سے مجھے آپ کے ساتھ حد درجہ ہمدردی ہے، یقین جانئے کہ آپ کے الفاظ نے میرے دل پر سوز و گداز کی کیفیت طاری کر دی اور میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آلام و مصائب میں استقامت عطا فرمائے۔

ہاں ترجمہ کی داد دیتا ہوں ، لٹریری اغراض کے لئے یہ ترجمہ نہایت عمدہ ہے۔ میرے خیال میں اس سے بہتر الفاظ نہ مل سکیں گے۔ البتہ فلسفیانہ اغراض کے لئے شاید اور الفاظ وضع کئے جائیں تو بہتر ہوگا۔

پنجاب میں بھی بیماری[1] نے غضب ڈھایا، لاہور میں تو چند روز یہ حالت رہی کہ گورکن بھی نہ مل سکتے تھے ، امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا مخلص، محمد اقبال

(۴۵)———(۱۳)

لاہور
۲۳۔ مارچ سنہ ۱۹۱۹ء

مخدومی، السلام علیکم

ایک عرصہ سے آپ کی خیریت معلوم نہیں ہوئی۔

معارف میں حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قبلہ کا ایک

---

[1] گذشتہ بڑی جنگ کے بعد انفلو نزا کی سخت مہلک وبا نمودار ہوئی تھی۔

خط شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے طرفہ کا ایک مقبول عربی شعر نقل کیا ہے۔ کیا آپ یہ بتانے کی زحمت گوارا کر سکتے ہیں کہ یہ خط مالطہ سے کونسی تاریخ کو لکھا گیا تھا؟ صاحب مضمون نے خط کی تاریخ نہیں بتائی، امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ والسّلام

مخلص، محمد اقبال

(۴۶) ——— (۱۴)

لاہور

۳۔اپریل سنہ ۱۹۱۹ء

مخدومی، السلام علیکم

والا نامہ ملا جس کے لئے سراپا سپاس ہوں، الحمدللہ کہ مولانا آزاد کو آزادی[۱] ملی، کیفِ باطن میں بالخصوص آج کل "صحو" ہی کی ضرورت ہے۔ نبی کریمؐ نے صحابہؓ کی تربیت اسی حال میں کی تھی۔ "سکر" کی حالت عمل کی دشوار گذار منزل کو طے کر لینے کے بعد ہو تو مفید ہے۔ باقی حالات میں اس کا اثر روح پر ایسا ہی ہے جیسا جسم

[۱] مولانا ابوالکلام آزاد رانچی کی نظربندی سے جنگ عظیم کے بعد رہا ہوئے تھے۔

پر افیون کا۔ مولانا آزاد اب کہاں ہیں۔ پتہ لکھئے کہ اُن کی خدمت میں عریضہ لکھوں۔

میری خامیوں سے مجھے ضرور آگاہ کیا کیجئے، آپ کو زحمت تو ہوگی لیکن مجھے فائدہ ہوگا۔ "بادۂ[1] نارسا" کے لئے مجھے کوئی سند یاد نہیں، بادۂ نارس یا میوۂ نارس (بمعنی خام) لکھتے ہیں، لفظ مینار غلط ہے۔ صحیح لفظ منار (بغیر ی کے ہے) یہ الفاظ اُس زمانہ کی نظموں میں واقع ہوئے ہیں جس زمانہ میں مَیں سمجھتا تھا کہ لٹریچر میں ہر طرح کی آزادی لے سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض نظموں میں مَیں نے اصول بحر کا بھی خیال نہیں کیا اور ارادۂ +

مجموعہ[2] اب تک مرتب نہ ہو سکنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اب ان تمام لفظوں پر نظر ثانی کرنا چاہتا ہُوں جس کے لئے فرصت نہیں ملتی، انشاء اللہ بعد از نظر ثانی شائع کروں گا۔ اگرچہ مقصود اس شعر گوئی کا نہ شاعری ہے نہ زبان۔ مولانا گرامی جالندھری (شاعر

سلہ یہ دو غلط لفظ اقبال نے استعمال کئے تھے۔

سلہ میرا بار بار اصرار تھا کہ اردو نظموں کا مجموعہ چھپوا دیجئے۔ یہی مجموعہ بانگ درا کے نام سے چھپا ہے

حضور نظام، نے ایک غزل لکھ کر ڈاک میں ارسال کی ہے، جس کے اشعار عرض کرتا ہوں، پسند ہوں تو معارف میں شائع کیجئے۔

پنہانم و پیدایم کیفم بشراب اندر
پیدایم و پنہانم دائم بکباب اندر

دیباچۂ بودم ہیچ، انگیز وجودم ہیچ
مضمونِ خیالم من پیچیدہ بخواب اندر

آں نکتہ کہ عارف را آورد بوجد این است
جاں ہست بجسم اندر دریا بہ حباب اندر

از موسیِ من می پرس از غیر چہ می پرسی
شوقم بسوال اندر ذوقم بجواب اندر

رمزیست حکیمانہ می خوانم و می رقصم
خوابست بمرگ اندر مرگ ست بخواب اندر

در کشمکشِ لائیم در جذبۂ الّائیم
ہیچیم و ہمہ مائیم چوں عکس بآب اندر

دیدیم گرامی را در خلد بریں امشب
ابلہ بہ بہشت اندر، دانا بعذاب اندر

مخلص محمد اقبال، لاہور

(۴۷) ——— (۱۵)

لاہور
۲۶- اگست سنہ ۱۹۱۹ء

مخدومی، السلام علیکم
معارف میں ابھی تصوف و تناسخ پر ایک مضمون نظر سے گذرا، ہندوستان ریویو میں بھی میں نے یہ مضمون دیکھا تھا، خیر علمی اعتبار سے تو اس کی وقعت کچھ بھی نہیں، البتہ ایک بات آپ سے دریافت طلب ہے "ہم چو سبزہ بارہا روئیدہ ام" الخ کی نسبت آپ نے لکھا ہے کہ یہ مولانا کا شعر ہے، مجھے ایک عرصہ سے اس میں تامل ہے، مثنوی کبھی شروع سے لیکر آخر تک پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ مگر ایک قابلِ اعتبار بزرگ نے قریباً چار سال ہوئے، مجھ سے کہا تھا کہ یہ شعر مولانا کا نہیں ہے اور نہ مثنوی میں ہے، اگر مثنوی

کے کسی ایڈیشن میں آپ کی نظر سے یہ شعر گذرا ہو تو مہربانی کر کے ایڈیشن اور صفحہ کا حوالہ دے کر ممنون فرمائیے، زیادہ کیا عرض کروں۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا مخلص، محمد اقبال، لاہور

(۴۸) ———— (۱۶)

لاہور
۱۷ ستمبر ۱۹۱۹ء

مخدومی، السلام علیکم

والا نامہ کئی دنوں سے آیا رکھا ہے، مگر میں لاہور میں نہ تھا اس واسطے جواب میں تاخیر ہوئی معاف فرمائیے گا۔

یہ شعر گلشن راز کا نہیں ہو سکتا، اس کی بحر اور ہے۔ ع

"یقیں داند کہ ہستی جز یکے نیست"[1]

انشاءاللہ معارف کے لئے کچھ نہ کچھ لکھوں گا۔ کئی ماہ کے بعد صرف تین شعر لکھے تھے، نقیب[2] کا عرصہ سے تقاضا تھا، اُس کے لئے بھیج

---

[1] یہ شعر مولانا کی مثنوی میں نہیں، مولانا کے کلیات میں ہے [2] نقیب نام کا ایک رسالہ بدایوں سے نکلتا تھا۔

دیئے۔

میں تو اپنے اشعار کو چنداں وقعت نہیں دیتا، لیکن جب ایڈیٹر معارف ان کے لئے تقاضا کرتے ہیں تو شبہ ہوتا ہے کہ شاید ایسا ہی کچھ ہو۔

حیدر آباد کے متعلق مجھے کچھ علم نہیں، افواہاً میں نے کئی دفعہ سنا ہے کہ وہاں اقبال کا تذکرہ ہے، مگر مجھ تک کبھی کوئی باقاعدہ اطلاع نہیں آئی نہ میں نے خود کوئی درخواست آج تک کی۔

مخلص، محمد اقبال، لاہور

(۴۹)————(۱۷)

لاہور
۲۷۔ستمبر ۱۹۱۹ء

مخدومی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

دوسرے صفحہ پر چند اشعار معارف کے لئے لکھتا ہوں، مدت سے یہ بات میرے دل میں کھٹک رہی تھی۔ گذشتہ رات زکام کی وجہ سے سو نہ سکا، یہ تاثر ایک چھوٹی سی تضمین کی صورت میں منتقل ہو گیا۔

دردِ سر نے زیادہ شعر نہ لکھنے دیئے، اور نہ طبیعت پر زیادہ زور دے سکا معلوم نہیں آپ کا اس بارہ میں کیا خیال ہے۔ واقعات صاف اور نمایاں ہیں، مگر ہندوستان کے سادہ لوح مسلمان نہیں سمجھتے اور لندن کے شیعوں[1] کے اشارہ پر ناچتے چلے جاتے ہیں۔ افسوس مفصّل عرض نہیں کر سکتا، کہ زمانہ نازک ہے، بہر حال اگر یہ اشعار آپ کو پسند نہ ہوں، یا رسالہ معارف کے لئے آپ انہیں موزوں نہ تصور فرمائیں تو واپس بھیج دیجئے۔

مسئلۂ تصویر پر آپ نے خوب لکھا اور اصول تشریعی واضح کر کے کئی اور مسائل کو بالکنایہ حل کر دیا۔ لِلّٰہ درک

اس خط کو پرائیویٹ تصوّر فرمائیے

بہت آزمایا ہے غیروں کو تُو نے مگر آج ہے وقتِ خویش آزمائی
نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا؟ خلافت کی کرنے لگا تُو گدائی

---

[1] اشارہ ہز ہائی نس آغاخاں کی طرف ہے مجلسِ خلافت کی بنیاد اسی طرح پڑی تھی یعنی یہ کہ آغاخاں نے منشی مشیر حسین صاحب قدوائی مرحوم بیرسٹر کو آمادہ کیا۔ اور انہوں نے مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی کو لکھ کر آمادہ کیا۔

خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہُو سے مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشائی

"مرا از شکستن چنیں عار ناید
کہ از دیگراں خواستن مومیائی"

عنوان اِن اشعار کا آپ خود تجویز کرلیں۔ اصل فارسی شعر میں "دیگراں" کی جگہ "ناکساں" ہے۔ مَیں نے یہ لفظی تغیّر ارادۃً کیا ہے۔

مخلص محمد اقبال

(۵۰) ——— (۱۸)

لاہور
۱۰۔اکتوبر ۱۹۱۹ء

مخدومی، السّلام علیکم

نوازش نامہ ملا۔ عنوان جو آپ نے تجویز فرمایا ہے ٹھیک ہے۔ تبصرہ کے متعلق مَیں بھی یہی مشورہ دوں گا کہ میرا مجموعہ شائع ہولے تو لکھئے، فی الحال میں ایک مغربی شاعر کے دیوان کا جواب لکھ رہا ہُوں جس کا قریبًا نصف حصہ لکھا جاچکا ہے، کچھ نظمیں فارسی میں ہونگی کچھ اُردو

لے پیامِ مشرق کی تالیف کی اطلاع۔

میں، کلام کا بہت سا حصّہ نظرِ ثانی کا محتاج ہے، لیکن اور مشاغل اتنی فرصت نہیں چھوڑتے کہ ادھر توجہ کر سکوں، تاہم جو کچھ ممکن ہے کرتا ہوں، شاعری میں لٹریچر بحیثیت لٹریچر کے کبھی میرا مطمح نظر نہیں رہا کہ فن کی باریکیوں کی طرف توجہ کرنے کے لئے وقت نہیں، مقصود صرف یہ ہے کہ خیالات میں انقلاب پیدا ہو۔ اور بس، اس بات کو مدِ نظر رکھ کر جن خیالات کو مفید سمجھتا ہوں اُن کو ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہوں، کیا عجب کہ آئندہ نسلیں مجھے شاعر تصوّر نہ کریں، اس واسطے کہ آرٹ (فن) غایت درجہ کی جانکاہی چاہتا ہے، اور یہ بات موجُودہ حالات میں میرے لئے ممکن نہیں، جرمنی کے دو بڑے شاعر بیرسٹر تھے یعنی گوئٹے اور اوہلنڈ گوئٹے تھوڑے دن پریکٹیس کے بعد ویمر کی ریاست کا تعلیمی مشیر بن گیا اور اس طرح فن کی باریکیوں کی طرف توجہ کرنے کا اُسے پُورا موقع مل گیا، اوہلنڈ تمام عمر مقدمات پر بحث کرتا رہا جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ بہت تھوڑی نظمیں لکھ سکا اور وہ کمال پُورے طور پر نشوونما نہ پا سکا جو اس کی فطرت میں ودیعت کیا گیا تھا، غرض یہ کہ موجودہ حالات

میں میرے افکار اس قابل نہیں کہ ان کی تنقید کے لئے سیّد سلیمان
کا دل و دماغ صرف ہو لیکن اگر احباب تبصرہ پر مصر ہیں تو بھی بہتر
ہے کہ مجموعہ کا انتظار کیا جائے۔ اس کے علاوہ میں اپنے دل و دماغ
کی سرگذشت بھی مختصر طور پر لکھنا چاہتا ہوں، اور یہ سرگذشت کلام
پر روشنی ڈالنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جو خیالات
اس وقت میرے کلام اور افکار کے متعلق لوگوں کے دلوں میں ہیں
اس تحریر سے ان میں بہت انقلاب پیدا ہوگا۔

کاش "یاجوج ماجوج" پر آپ کوئی مضمون لکھتے، یہ امر تحقیق
کا محتاج ہے۔

زیادہ کیا عرض کروں امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسّلام

مخلص، محمد اقبال

(۱۹) ——— (۵۱)

لاہور
۱۰۔ نومبر ۱۹۱۹ء

مخدومی، السلام علیکم

کئی دنوں سے آپ کو خط لکھنے کا قصد کر رہا تھا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مؤکلین و کلاء کے پاس جب مقدمات کی پیشی کے لئے آتے ہیں، تو ان میں سے بعض پھل پھول یا مٹھائی کی صورت میں ہدیہ لے آتے ہیں، یہ ہدایا فیس مقررہ کے علاوہ ہوتے ہیں، اور وہ لوگ اپنی خوشی سے لاتے ہیں، کیا یہ مال مسلمان کے لئے حلال ہے؟

مولانا ابوالکلام کا تذکرہ آپ کی نظر سے گذرا ہوگا، بہت دلچسپ کتاب ہے، مگر دیباچہ میں مولوی فضل الدینؒ احمد لکھتے ہیں کہ "اقبال کی مثنویاں تحریک الہلال ہی کی آوازِ بازگشت ہیں"، شاید ان کو یہ معلوم نہیں کہ جو خیالات مَیں نے ان مثنویوں میں ظاہر کئے ہیں ان کو برابر ۱۹۰۷ء سے ظاہر کر رہا ہوں، اس کے شواہد میری مطبوعہ تحریریں نظم و نثر و انگریزی و اردو موجود ہیں، جو غالباً مولوی صاحب کے پیشِ نظر نہ تھیں، بہرحال اس کا کچھ افسوس نہیں کہ انہوں نے ایسا لکھا، مقصود اسلامی حقائق کی اشاعت ہے نہ نام آوری۔ البتہ اس بات سے مجھے رنج ہؤا کہ ان کے خیال میں اقبال تحریکِ الہلال

ؒ مولوی فضل الدین احمد اس زمانہ میں گویا "الہلال" اور الہلال پریس کے مینجر تھے۔

سے پہلے مسلمان نہ تھا، تحریک الہلال نے اُسے مسلمان کیا۔ ان کی عبارت سے ایسا خیال مترشح ہوتا ہے۔ ممکن ہے ان کا مقصود یہ نہ ہو۔ میرے دل میں مولانا ابوالکلام کی بڑی عزت ہے اور ان کی تحریک سے ہمدردی، مگر کسی تحریک کی وقعت بڑھانے کے لئے یہ ضرور نہیں کہ اوروں کی دل آزاری کی جائے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "اقبال کے جو مذہبی خیالات اس سے پہلے سُنے گئے اُن میں اور مثنویوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے"۔ معلوم نہیں انھوں نے کیا سُنا تھا، اور سنی سنائی بات پر اعتبار کر کے ایسا جملہ لکھنا جس کے کئی معنی ہو سکتے ہوں کسی طرح ان لوگوں کے شایان شان نہیں جو اصلاح کے علمبردار ہوں۔ مجھے معلوم نہیں مولوی فضل الدین صاحب کہاں ہیں ورنہ یہ مؤخر الذکر شکایت براہِ راست اُن سے کرتا، اگر آپ سے اُن کی ملاقات ہو تو میری شکایت اُن تک پہنچا دیجیے۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسّلام

آپ کا خادم

محمد اقبال لاہور

(۵۲) (۲۰)

لاہور
۱۰- اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء

مخدومی، السلام علیکم

مراجعت[۱] مع الخیر مبارک

آپ نے بڑا کام کیا ہے، جس کا صلہ قوم کی طرف سے شکر گذاری کی صورت میں مل رہا ہے۔ اور دربارِ نبوی سے نہ معلوم کس صورت میں عطا ہوگا۔ وزرائے انگلستان کا جواب وہی ہے جو ان حالات میں ہمیشہ دیا گیا ہے۔

"انؤمن[۲] لبشرین مثلنا وقومھما لنا عٰبدون"

تاہم مجھے یقین ہے کہ ہندی وفد کا سفرِ یورپ بڑے اہم

ا۔ مکتوب الیہ (سلیمان) کے سفرِ یورپ سے واپسی پر۔

۲۔ یہ قرآنِ پاک کی آیت اس موقع کی ہے جب فرعون نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام پر ایمان لانے سے اس لئے انکار کر دیا تھا کہ یہ دونوں عام بشر تھے اور ان کی قوم فرعون کی غلام رعایا بن تھی۔ اس آیت کا ترجمہ بھی یہی ہے۔

نتائج پیدا کرے گا۔

امید کہ آپ کی صحت اچھّی ہو گی۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

(۵۳) ——— (۲۱)

لاہور

۲۳۔ دسمبر ۱۹۲۰ء

مخدومی، السلام علیکم

سیرۃ عائشہؓ کے لئے سراپا سپاس ہُوں۔ یہ ہدیۂ سلیمانی نہیں سرمۂ سلیمانی ہے، اس کتاب کو پڑھنے سے میرے علم میں بہت مفید اضافہ ہُوا، خدا تعالیٰ جزائے خیر دے۔

یہ معلوم کر کے تعجب ہُوا کہ "حمیرا" والی سب احادیث موضوعات میں ہیں۔ کیا "کلمینی یا حمیرا" بھی موضوع ہے؟ کمال کا شعر کیا مزے کا ہے

این تصرف ہائے من در شعرِ من
کلمینی یا حمیرائے من است

زیادہ کیا عرض کروں، امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص محمد اقبال

(۵۴) ——— (۲۲)

لاہور

۵۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء

مخدومی، تسلیم

ستمبر کا معارف ابھی نظر سے گذرا ہے، اس میں مسٹر ڈکنسن کے ریویو (اسرارِ خودی) کا ترجمہ آپ نے شائع کیا ہے۔ ترجمۂ مذکور کا ایک فقرہ یہ ہے۔ "اقبال ان تمام فلسفوں کے دشمن ہیں جو نفئے واجب الوجود کو تسلیم کرتے ہیں"۔ صفحہ ۲۱۴

اگر آپ کے پاس رسالہ نیشن (Nation) موجود ہو جس میں انگریزی ریویو شائع ہؤا تھا، تو مَیں اُسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ مہربانی کر کے ایک آدھ روز کے لئے بھیج دیجئے۔ مجھے ایسا خیال ہے کہ غالباً مذکورہ بالا فقرہ اس ریویو میں نہیں ہے، یا اس کی جگہ کچھ اور ہے مقصود یہ معلوم کرنا ہے کہ کہیں ترجمہ میں سہو تو نہیں ہوگیا۔

کیا حکمائے صوفیۂ اسلام میں سے کسی نے زمان و مکان کی
حقیقت پر بھی بحث کی ہے؟

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

مولوی عبدالماجد[1] صاحب کا پتہ معلوم نہ تھا اس واسطے
آپ کو زحمت دی گئی۔

محمد اقبال

(۵۵) ——— (۲۳)

مخدومی، السلام علیکم

پورسٹ کارڈ ابھی ملا ہے جس کے لئے سراپا سپاس ہوں۔
کیا کتب خانۂ بانکی پور سے کتاب عاریتہً مل سکتی ہے؟ میں اس
کتاب کے دیکھنے کا مدت سے خواہشمند ہوں۔ انگلستان اور یورپ
میں تو کتابیں عاریتہً مل سکتی ہیں۔ معلوم نہیں اس لائبریری کا کیا

---

[1] مولوی عبدالماجد صاحب ان دنوں معارف کے شریک ایڈیٹر تھے۔

قاعدہ ہے۔ شاید پنجاب یونیورسٹی کے معرفت لکھنے سے مل جائے۔
غالباً قلمی نسخہ ہوگا۔ والسلام

مخلص

محمد اقبال، لاہور

۲۸۔ نومبر ۱۹۲۱ء

(۵۶) ——— (۲۴)

لاہور

۲۰۔ اپریل ۱۹۲۲ء

مخدومی، السلام علیکم

ایک عرصہ سے آپ کو خط لکھنے کا قصد کر رہا تھا۔ دو باتیں دریافت طلب ہیں۔

۱۔ متکلمین میں سے بعض نے علم مناظر و مرایا کے رو سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ خدا تعالیٰ کی رویت ممکن ہے۔ یہ بحث کہاں ملے گی۔ مَیں اس مضمون کو دیکھنا چاہتا ہُوں۔

۲۔ مرزا غالب کے اس شعر کا مفہوم آپ کے نزدیک کیا ہے۔

ہر کجا ہنگامۂ عالم بود　　رحمۃً للعالمینے ہم بود

حال کے ہیئت دان کہتے ہیں کہ بعض سیاروں میں انسان یا انسانوں سے اعلیٰ تر مخلوق کی آبادی ممکن ہے۔ اگر ایسا ہو تو رحمۃً للعلمین کا ظہور وہاں بھی ضروری ہے[1]۔ اس صورت میں کم از کم محمدیّت کے لئے تناسخ یا بُروز لازم آتا ہے۔ شیخ اشراق تناسخ کے ایک شکل میں قائل تھے۔ ان کے اس عقیدہ کی وجہ یہی تو نہ تھی[2]؟

مَیں نقرس کی وجہ سے دو ماہ کے قریب صاحبِ فراش رہا۔ اب کچھ افاقہ ہؤا ہے۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسّلام

مخلص

محمد اقبال، لاہور

---

[1] اس معنی کا ایک اثر بھی تفسیروں میں مروی ہے جو اثر ابن عباس کے نام سے ہے۔ اس اثر کی تاویل و تشریح میں مولانا قاسم صاحب کا رسالہ تحذیر الناس فی اثر ابن عباس اور مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محل صاحب کا ایک مضمون ہے جو اس بحث میں دیکھنے کے قابل ہے۔

[2] یہ وجہ نہیں۔ شیخ اشراق ایرانی فلسفہ سے متاثر تھے، اور وہاں سے یہ خیال ان تک پہنچا تھا۔ دیکھئے شرح کلمۃ الاشراق مقالہ خامسہ۔

(۵۷) ——— (۲۵)

لاہور
۲۹ مئی ۱۹۲۲ء

عید مبارک باشد،

مخدومی، السلام علیکم

مَیں آپ کو خط لکھنے والا تھا کہ مفتی عالم جانؒ[1] کے حالات معارف میں شائع کئے جائیں، مسلم اسٹنڈرڈ لنڈن نے ان کے کچھ حالات شائع کئے تھے۔ آج کے معارف میں میری آرزو سے بڑھ کر مضمون لکھا گیا، جزاک اللہ، معارف کا ایڈیٹر صاحب کشف نہ ہوگا تو اور کون ہوگا۔ حال کے رُوسی علماء کے بعض تصانیف اسلام کے متعلق اگر دستیاب ہو جائیں تو ان کا ترجمہ ہندوستان میں شائع ہونا چاہئے۔

خضرِ راہ[2] کے متعلق جو نوٹ آپ نے لکھا اس کا شکریہ قبول فرمائیے۔

---

[1] روسی مسلمان مصلح عالم　　[2] اقبال کی ایک نظم

جوشِ بیان کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا صحیح ہے، مگر یہ نقص اُس نظم کے لئے ضروری تھا (کم از کم میرے خیال میں) جناب خضر کی پختہ کاری، ان کا تجربہ اور واقعات و حوادثِ عالم پر اُن کی نظر ان سب باتوں کے علاوہ ان کا اندازِ طبیعت جو سورۂ کہف سے معلوم ہوتا ہے اس بات کا مقتضی تھا کہ جوش اور تخیل کو ان کے ارشادات میں کم دخل ہو، اس نظم کے بعض بند میں نے خود نکال دیئے، اور محض اس وجہ سے کہ ان کا جوشِ بیان بہت بڑھا ہُوا تھا اور جناب خضر کے اندازِ طبیعت سے موافقت نہ رکھتا تھا، یہ بند اب کسی اور نظم کا حصّہ بن جائیں گے۔

امید کہ جناب کا مزاج بخیر ہو گا۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

(۵۸)———(۲۶)

لاہور

۵۔جولائی ۱۹۲۲ء

مخدومی، السّلام علیکم

پیامِ مشرق پر جو نوٹ آپ نے معارف میں لکھا ہے،

اُس کے لیئے سراپا سپاس ہُوں۔

پروفیسر نکلسن کا خط بھی آیا ہے انہوں نے اسے بہت پسند کیا ہے، اور غالباً اس کا ترجمہ بھی کریں گے، وہ لکھتے ہیں کہ یہ کتاب جدید اور اور یجنیل خیالات سے مملو ہے اور گوئٹے کے دیوانِ مغربی کا قابلِ تحسین جواب ہے۔ مگر میرے لئے آپ کی رائے پروفیسر نکلسن کی رائے سے زیادہ قابلِ افتخار ہے۔

سیّد نجیب اشرف صاحب[1] نے اپنے مضمون میں محمد دارال کے لطیفہ غیبیہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ چھوٹی سی کتاب ہے اور مَیں نے ایران سے منگوائی ہے۔ اگر وہ یا آپ اُسے دیکھنا چاہیں تو بھیج دوں۔ ندوے والے اُسے دیکھیں گے تو کوئی نہ کوئی بات پیدا کرینگے۔

اب کے انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ پر آپ سے ملنے کی توقع تھی۔ مَیں اسی خیال سے جلسہ میں گیا کہ آپ کو اپنے ہاں مہمان کرنے کے لئے لیتا آؤں گا۔ مگر جلسہ میں جا کر مایوسی ہوئی،

---

[1] سیّد نجیب اشرف ندوی سابق نائب مدیر "معارف"

انشاءاللہ پھر کوئی موقع پیدا ہوگا۔ کیا تفہیماتِ الٰہیہ چھپ گئی ہے؟ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ والسّلام

مخلص محمد اقبال، لاہور

(۵۹) ——— (۲۷)

شملہ، نوبہار
۳۔ اگست ۱۹۲۲ء

مخدومی، السّلام علیکم

مَیں کچھ دنوں کے لئے شملہ میں قیام پذیر ہُوں، نقرس کے دَورہ کی وجہ سے صحت اچھّی نہیں رہی۔

"مردانِ خدا خدا نباشند لیکن ز خُدا جُدا نباشند

کس کا شعر ہے؟ ایک امر کے لئے اس کی تحقیق ضروری ہے، ممکن ہے آپ کی نظر سے کسی تذکرہ میں یہ شعر گذرا ہو۔ عام طور پر مشہور ہے۔ مَیں چند روز اور شملہ میں ہُوں، اگر آپ جلد جواب دیں تو مندرجہ بالا پتے پر خط لکھیں۔ اور اگر کچھ دنوں کے بعد خط لکھنا ہو تو لاہور کے پتہ پر تحریر فرمائیں۔

امید کہ جناب کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

مخلص محمد اقبال، بیرسٹر لاہور

(۶۰) ——— (۲۸)

لاہور

۲۲- اگست ۱۹۲۲ء

مخدومی جناب مولینا، السلام علیکم

نوازش نامہ ابھی ملا ہے، جس کے لئے بہت شکرگذار ہوں، جتنی آگاہی آپ نے دے دی ہے وہ اگر زمانہ فرصت دے تو باقی عمر کے لئے کافی ہے۔

مولانا حکیم برکات احمد صاحب بہاری ثم ٹونکی کا رسالہ تحقیق زمان مطبوعہ ہے یا قلمی؟ اگر قلمی ہے تو کہاں سے عاریۃً ملے گا؟ علیٰ ہٰذا القیاس۔ مولانا شاہ اسمٰعیل شہید کی "عبقات"، قاضی محب اللہ کے جوہر الفرد، اور حافظ امان اللہ بنارسی کی تمام تصانیف کہاں سے دستیاب ہونگی؟

زمان و مکان و حرکت کہ بحث اس وقت فلسفہ اور سائنس

کے مباحث میں سب سے زیادہ اہم ہے۔ میری ایک مدت سے خواہش ہے کہ اسلامی حکماء و صُوفیہ کے نقطۂ نگاہ سے یورپ کو رُوشناس کرایا جائے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کا بہت اچھا اثر ہوگا۔

میرے لکچر آکسفورڈ یُونیورسٹی چھاپ رہی ہے، اردو ترجمہ نیازی صاحب نے ختم کر لیا ہے۔ اس کی طباعت بھی عنقریب شروع ہوگی۔

جن کتابوں کا آپ نے اپنے والا نامے میں ذکر فرمایا ہے کیا آپ کے کتب خانۂ دارالمصنفین میں موجُود ہیں؟ اگر ہوں تو مَیں چند روز کے لئے وہیں حاضر ہو جاؤں اور آپ کی مدد سے اُن میں سے بعض کو دیکھ سکوں۔

پنجاب یُونیورسٹی کے کتب خانہ میں ان میں سے بعض موجُود ہیں مگر سب نہیں۔ اس کے علاوہ یہاں علمی شغف رکھنے والے علما بھی موجود نہیں ہیں جن سے وقتاً فوقتاً استفادہ کیا جاسکے۔ فی الحال مَیں مولوی نورالحق صاحب کی مدد سے مباحثِ[۱] مشرقیہ دیکھ

[۱] دیکھو ص ۱۲۴

رہا ہوں، اس کے بعد شرحِ مواقف[۵] دیکھنے کا قصد ہے۔ زیادہ کیا عرض کروں، امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا، جو زحمت میں کبھی آپ کو دیتا ہوں، اُس کے لئے معاف فرما دیا کریں۔ حضرت ابنِ عربی کے بحثِ زمان کا ملخص اگر عطا ہو جائے تو بہت عنایت ہوگی۔ آپ کے ملخص کی روشنی میں کتاب میں خود پڑھونگا۔ والسّلام

مخلص محمد اقبال

(۲۹) ——— (۶۱)

لاہور
۲۳۔ جنوری ۱۹۲۴ء

مخدومی، السلام علیکم

رسالہ ذخیرۃ الدینیہ، جاوا سے نکلنا شروع ہؤا ہے۔ آپ کی خدمت میں بھی پہنچا ہوگا، ایڈیٹر واقف کار معلوم ہوتا ہے، اور مضامین اچھّے لکھتا ہے۔ ہر مہینہ احادیثِ نبوی کے متعلق کچھ نہ کچھ اس

حاشیہ صفحہ ۱۲۳ طبیعیات و الہیات میں امام رازی کی اہم تصنیف۔
[۵] فلسفہ و علم کلام کی مشہور کتاب۔

میں ضرور ہوتا ہے، گذشتہ ماہ کے پرچہ میں وہ لکھتے ہیں کہ حدیث "خلیلی فی ہٰذہ الامۃ اویس القرنی" موضوع ہے۔ اور امام مالک کے نزدیک اویس کا کوئی تاریخی وجود ہی نہیں ہے۔ آپ حضرت اویس اور ان تمام صوفی روایات کے متعلق جو ان سے منسوب ہیں کیا خیال رکھتے ہیں؟ اگر حضرت امام مالک کی تحقیق زیر نظر[1] ہو تو از راہِ عنایت حوالے سے آگاہ فرمائیے گا۔

امید کہ مزاج بخیر ہو گا۔ والسّلام

مخلص محمد اقبال لاہور

(۶۲) ——— (۳۰)

لاہور
یکم فروری ۱۹۲۴ء

مخدومی، السّلام علیکم

نوازش نامہ معلومات سے لبریز ہے۔ نہایت شکر گذار ہوں۔

---

[1] اصابہ ابن حجر میں ہے قال ابن عدی لیس لہ روایۃ لکن کان ینکر وجودہ اس کو نقل کر کے حافظ ابن حجر نے ان کے وجود کی اثباتی روایتیں لکھی ہیں۔

مَیں نے چند نظمیں فارسی میں لکھی تھیں جو پیامِ مشرق کی دُوسری ایڈیشن میں شامل کر دی گئیں۔ انہیں نظموں میں سے ایک آپ کی خدمت میں ارسال کی گئی۔ ایک جامعہ ملّیہ علی گڈھ کے لئے اور ایک علی گڈھ منتھلی کے لئے بھیجی گئی۔ اور کسی جگہ کوئی نظم مَیں نے نہیں بھیجی۔ معارف مجھے خاص طور پر محبوب ہے، اور بالخصوص آپ کے مضامین کے لئے کہ آپ کی نثر معانی سے معمور ہونے کے علاوہ لٹریری خوبیوں سے بھی مالا مال ہوتی ہے۔

مولٰینا گرامی کی غزل میں سُن چکا ہُوں، اس کا ایک شعر مجھے خاص طور پر پسند آیا۔

فقر را نزکمانئے ہم ہست

اِس شعر پر مَیں نے تضمین بھی کی تھی، مگر پیامِ مشرق میں اس واسطے داخل نہ کی کہ اس کے اشعار کی بندش کچھ بھی پسند نہ آئی۔ اگر آپ کو پسند ہو تو مجھے اشاعت میں کوئی عذر نہیں، عرض کرتا ہُوں۔

سخنے راندۂ کہ جز قرشی
بہ سر مسندِ نبیؐ نہ نشست

درس گیر از گرامئ ہمہ درد
کہ بریدہ از خود و با او پیوست

رمز ترکِ خلافتِ عربی
گفت آں می گسار بزم الست

ماہ را بر فلک دو نیم کند
فقر را تیر کمانئے ہم ہست

لفظ نشانی کلاسکل فارسی میں تو آتا ہے، جدید فارسی کا حال مجھے معلوم نہیں، بہارِ عجم ملاحظہ فرمائیے۔

مسلمانوں نے منطق استقرائی پر جو کچھ لکھا ہے اور جو جو اضافے انہوں نے یونانیوں کی منطق پر کئے ہیں اس کے متعلق میں کچھ تحقیق کر رہا ہوں۔

میں آپ کا نہایت شکر گذار ہونگا اگر آپ ازراہ عنایت اپنی وسیع معلومات سے مجھے مستفیض فرمائیں۔ کم از کم ان کتابوں کے نام تحریر فرمائیے جن کو پڑھنا ضروری ہے۔ جرمن زبان میں کچھ مسالہ اس کے لئے ہے اور چند کتابیں اسلامی حکماء پر حال ہی میں شائع ہوئی ہیں۔ جو میں نے پنجاب یونیورسٹی کے لئے خرید

لی تھیں۔عربی و فارسی کتب سے آپ آگاہ فرمائیں، مگر کتابیں ایسی ہوں جو دستیاب ہو سکتی ہوں۔اُن کے ناموں پر نشان کر دیجیئے گا۔ قیاس پر اعتراض غالباً سب سے پہلے امام رازی نے کیا تھا، امام غزالی، ابنِ تیمیہ اور شاید شیخ سہروردی مقتول نے بھی اس مضمون پر لکھا ہے۔ مؤخر الذکر کی تحقیق زمانہ حال کے خیالات کے بہت قریب ہے

امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص محمد اقبال

(۶۳) ———— (۳۱)

لاہور
یکم مئی ۱۹۲۴ء

مخدومی، السلام علیکم

کیا روسی مسلمانوں میں بھی ابنِ تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب

ؔ سب سے پہلے ابوالبرکات بغدادی نے کیا ہے جن کی کتاب المعتبر حیدرآباد سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔

نجدی کے حالات کی اشاعت ہُوئی تھی؟ اس کے متعلق آگاہی کی ضرورت ہے۔ مفتی عالم جان جن کا حال ہیں انتقال ہو گیا ہے ان کی تحریک کی اصل غایت کیا تھی؟ کیا یہ محض تعلیمی تحریک تھی یا اس کا مقصود ایک مذہبی انقلاب بھی تھا؟

تکلیف دہی کے لئے معافی چاہتا ہُوں، اور یہ بھی التماس کرتا ہُوں کہ اس عریضہ کا جواب جہاں تک ممکن ہو جلد دیا جائے۔

والسلام

مخلص محمد اقبال، بیرسٹر، لاہور

(۶۴) ——— (۳۲)

لاہور
۱۴ مئی ۱۹۲۲ء

مخدومی، السلام علیکم

والا نامہ ملا، جس کے لئے سراپا سپاس ہُوں۔

رویتِ باری کے متعلق جو استفسار مَیں نے آپ سے کیا تھا اس کا مقصود فلسفیانہ تحقیقات نہ تھی، خیال تھا کہ شاید اس بحث

میں کوئی بات ایسی نکل آئے جس سے آئن سٹائن کے انقلاب انگیز نظریۂ نور پر کچھ روشنی پڑے۔ اس خیال کو ابن رشد کے ایک رسالہ سے تقویت ہُوئی جس میں انہوں نے ابو المعالی کے رسالہ سے ایک فقرہ اقتباس کیا ہے۔ ابو المعالی کا خیال آئن سٹائن سے بہت ملتا جلتا ہے، گو مقدم الذکر کے ہاں یہ بات محض ایک قیاس ہے اور موخر الذکر نے اُسے علمِ ریاضی کی رُو سے ثابت کر دیا ہے۔

اگرچہ یورپ نے مجھے بدعت کا چسکا ڈال دیا ہے تاہم مسلک میرا وہی ہے جو قرآن کا ہے اور جس کو آپ نے آیت شریفہ کے حوالے سے بیان فرمایا ہے۔ خلافت پر جو مضامین آپ نے لکھے نہایت قابلِ قدر ہیں۔ ان سب کو ایک علیحدہ رسالے کی صُورت میں شائع ہونا چاہیئے۔

نظم خضرِ راہ جو انجمن کے سالانہ جلسے میں پڑھی تھی، ایک علیحدہ کتاب کی صُورت میں شائع ہو گئی تھی۔ مَیں آج دریافت کراؤں گا اگر کوئی کاپی اس کی موجود ہے تو خدمتِ والا میں ارسال

کرادوں گا۔ ساری نظم کا اب چھپنا تو ٹھیک نہیں اور نہ اس قدر گنجائش معارف میں ہو گی۔ لیکن اگر کوئی بند آپ کو پسند آجائے تو اُسے چھاپ دیجئے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ امید کہ مزاج بخیر ہو گا۔ گوئٹے (شاعر جرمنی) کے "مشرقی دیوان" کے جواب[1] میں مَیں نے ایک مجموعہ فارسی اشعار کا لکھا ہے۔ عنقریب شائع ہو گا، اس کے دیباچہ میں یہ دکھانے کی کوشش کروں گا کہ فارسی لٹریچر نے جرمنی لٹریچر پر کیا اثر کیا ہے۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

(۶۵)――――(۳۳)

لاہور
۱۸۔ اگست ۱۹۲۲ء

مخدومی، السلام علیکم

حال میں امریکہ کی مشہور یونیورسٹی (کولمبیا) نے ایک کتاب شائع کی ہے جس کا نام ہے "مسلمانوں کے نظریات متعلقۂ مالیات"

---

[1] پیامِ مشرق کا ذکر

اس کتاب میں لکھا ہے کہ اجماعِ امّت نصِّ قرآنی کو منسوخ کر سکتا ہے۔ یعنی یہ کہ مثلاً مدتِ شیر خوارگی جو نصِ صریح کی رُو سے دو سال ہے، کم یا زیادہ ہو سکتی ہے، یا حصصِ شرعی میراث میں کمی بیشی کر سکتا ہے۔ مصنف نے لکھا ہے کہ بعض حنفاء اور معتزلیوں کے نزدیک اجماعِ امت یہ اختیار رکھتا ہے، مگر اُس نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ آپ سے یہ امر دریافت طلب ہے کہ آیا مسلمانوں کے فقہی لٹریچر میں کوئی ایسا حوالہ موجود ہے؟[1]

امرِ دیگر یہ ہے کہ آپ کی ذاتی رائے اس بارے میں کیا ہے؟ میں نے مولوی ابوالکلام صاحب کی خدمت میں بھی

---

[1] اجماع سے نصِ قرآنی کے منسوخ ہونے کا کوئی قائل نہیں۔ امریکی مصنّف نے غلط لکھا ہے۔ آمدی الاحکام میں لکھتے ہیں مذہب الجمہور ان الاجماع لا ینسخ بہ خلافاً لبعض المعتزلہ ج ۳ ص ۲۲۹ بعض معتزلہ ایسا کہتے تھے مگر ان کی رائے مقبول نہیں ہو سکی۔ آمدی نے حصۂ شرعی کے ایک خاص مسئلہ کے باب میں ایک حوالہ نقل کیا ہے۔ پھر اس کا جواب دیدیا ہے اس سے امریکی مصنف کا استدلال غلط محض ہے۔

عریضہ لکھا ہے، مَیں آپ کا بڑا ممنُون ہونگا اگر جواب جلد دیا جائے

آپ کا مخلص محمد اقبال، بیرسٹر

۴۳ میکلوڈ روڈ۔ لاہور

(۶۶) ——— (۳۴)

لاہور

۲۷-اگست ۱۹۲۴ء

مخدوم محترم، السلام علیکم

نوازش نامہ ابھی ملا ہے جس کے لئے سراپا سپاس ہُوں۔

۱- آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ فقہا نے اجماع سے نص کی تخصیص جائز سمجھی ہے۔ ایسی تخصیص یا تعمیم کی مثال اگر کوئی ہو تو اس سے آگاہ فرمایئے۔

اس کے علاوہ یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ ایسی تخصیص یا تعمیم صرف اجماعِ صحابہ ہی کر سکتا ہے یا علماء و مجتہدین امت بھی کر سکتے ہیں۔ اگر مسلمانوں کی تاریخ میں صحابہ کے بعد کوئی ایسی مثال ہو تو اس سے بھی آگاہ فرمایئے، یعنی یہ کہ کس مسئلہ میں صحابہ نے

یا علمائے امت نے نص کے حکم کی تخصیص و تعمیم کر دی ہیں یہ نہیں سمجھ سکا کہ تخصیص یا تعمیم حکم سے آپ کی کیا مراد ہے۔

۲- دیگر آپ کا ارشاد ہے کہ اگر صحابہ کا کوئی حکم نص کے خلاف ہے تو اس کو اس بات پر محمول کیا جائیگا کہ کوئی ناسخ حکم ان کے علم میں ہوگا۔ جو ہم تک روایتہً نہیں پہنچا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کوئی حکم ایسا بھی ہے جو صحابہ نے نصّ قرآن کے خلاف نافذ کیا ہو اور وہ کونسا حکم[1] ہے۔

یہ بات کہ کوئی ناسخ حکم اُن کے علم میں ہوگا محض حسنِ ظن پر مبنی ہے۔ یا آج کل کی قانونی اصطلاح میں "لیگل فکشن" ہے، علاّمہ آمدی کے قول سے تو بظاہر امر یکین مصنف کی تائید ہوتی ہے گو صرف اسی حد تک کہ اجماع صحابہ نصِ قرآنی کے خلاف کر سکتا تھا، بعد کے علما ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے علم میں کوئی ناسخ حکم نہیں ہو سکتا۔

۳- اگر صحابہ کے اجماع نے کوئی حکم نصِ قرآنی کے خلاف نافذ

[1] ایسا کوئی حکم نہیں اور نہ نصِ قرآن کے خلاف کوئی حکم صحابہ نے دیا ہے۔

کیا تو علامہ آمدی کے خیال کے مطابق ایسا کسی ناسخ حکم کی بنا پر ہؤا ہے۔ وہ ناسخ حکم سوائے حدیثِ نبویؐ کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس سے معلوم ہؤا کہ حدیث ناسخِ قرآن ہو سکتی ہے جس سے کم از کم مجھے تو انکار ہے اور غالباً آپ کو بھی ہوگا، مجھے افسوس ہے کہ مَیں آپ کو دوبارہ زحمت دینے پر مجبُور ہؤا، لیکن آپ کے وسیع اخلاق پر بھروسہ کر کے یہ جرأت کی ہے۔

جو کتاب امریکہ میں چھپی ہے اُس کا نشان مندرجہ ذیل ہے۔

Mohammadan Theories Of Finance
By Nicolas P. Aghnides

یہ کتاب کولمبیا یونیورسٹی نے شائع کی ہے، قیمت غالباً دس بارہ روپیہ سے زیادہ نہ ہوگی۔ اگر آپ اُسے منگوانا چاہیں تو کسی تاجر کتب امریکائی کے ذریعہ سے منگوا سکتے ہیں۔ تھیکر اسپنک یا میکمیلن کلکتہ بھی منگوا کر دے سکتا ہے۔ ان کو مفصّل پتہ لکھ بھیجئے یا براہ راست سکریٹری کولمبیا یونیورسٹی شہر نیویارک (امریکہ) سے خط و کتابت کیجئے۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا، اور خط کا جواب جلد ملے گا۔

مخلص محمد اقبال، بیرسٹر، مکلوڈ روڈ، لاہور

(۶۷)——————(۳۵)

مخدومی، السّلام علیکم

میں نے کل ایک عریضہ ارسالِ خدمت کیا تھا۔

تخصیص و تعمیم احکام کا جہاں تک تعلق ہے، اس خط کے جواب کی زحمت گوارا نہ فرمائیے، کیونکہ قاضی شوکانی کی ارشاد الفحول سے اس کا حال مجھے معلوم ہو گیا ہے، البتہ باقی حصّۂ خط کا جواب ضرور عنایت فرمائیے۔ علامہ آمدی کی کتاب جہاں تک مجھے معلوم ہے یہاں نہیں ہے۔ انشاء اللہ سرما میں یونیورسٹی کے لئے ایک کاپی منگوانے کی کوشش کروں گا۔ پنجاب میں ایک صاحب نے حال میں قرآن کی تفسیر شائع کی ہے، جس کا نام تذکرہ[1] ہے۔ کیا آپ کی نظر سے گذری ہے؟ کتاب اس قابل ہے کہ اس کا ریویو مفصّل آپ کے قلم سے نکلے۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

مخلص محمد اقبال لاہور

۱۹۔ اگست ۱۹۲۴ء

---

[1] مشرقی صاحب کا تذکرہ۔

(۶۸) ——————— (۳۶)

لاہور
۵۔ستمبر ۱۹۲۴ء

مخدومی، السّلام علیکم

والا نامہ ابھی ملا ہے جس کے مضمون سے بہت تسکین ہوئی۔ انجمن حمایت اسلام کا صدر مجھے منتخب کیا گیا تھا، مگر میں نے بعض وجوہ سے استعفا دے دیا ہے، کونسل میں اختلاف ہے اور عام حالت اس انجمن کی اچھی نہیں ہے۔ بعض ارکان ذاتی اغراض سے اس میں داخل ہیں، اور اُن کے نزدیک انجمن ان اغراض کے حصُول کا ذریعہ ہے اور بس۔ اس وقت وہی جماعت جلسہ کی تیاریاں کر رہی ہے، مگر آپ ضرور تشریف لائیے۔ یہاں کے لوگوں کو ختم نبوت کے مسئلے میں بڑی دلچسپی ہے، اور آپ کی تقریر انشاء اللہ بجد توجہ سے سنی جائیگی۔ اس کے علاوہ میں ایک مدت سے آپ کی ملاقات کا اشتیاق رکھتا ہوں، میرے ہی غریب خانہ پر ٹھہرئیے۔ یہاں سے انجمن کا جلسہ گاہ کچھ دُور نہیں

موٹر پر چھ منٹوں کی راہ ہے۔

جنابِ مشرقی امرتسر کے رہنے والے ہیں، نوجوان آدمی ہیں کیمبرج میں ریاضی کا اعلیٰ امتحان پاس کیا، ہندوستان واپس آئے تو کچھ مُدت کے لئے پشاور کالج کے پرنسپل رہے، اس کے بعد گورنمنٹ آف انڈیا کے محکمہ تعلیم میں رہے، آج کل غالباً کسی سرکاری اسکول کے ہیڈ ماسٹر ہیں، مجھے ان کی قابلیت کا حال زیادہ معلوم نہیں، مگر اس کتاب کے ریویو سے جو کچھ معلوم ہُوا وہ یہ ہے کہ مغربی افکار پر بھی ان کی نظر نہایت سطحی ہے۔ باقی تفسیر قرآن و تاریخ اسلام کے متعلق آپ مجھ سے بہتر اندازہ کر سکتے ہیں، اُن کی کتاب کے متعلق یہاں عجیب و غریب افواہیں ہیں زبانی عرض کروں گا۔ زمیندار میں تذکرہ پر ایک ریویو مفصّل شائع ہوُا ہے جو مصنّف نے محنت و کاوش سے لکھا ہے۔ مگر سیّد سلیمان ندوی کی اسٹائل اور وسعت نظر اُس کو حاصل نہیں۔ مجھے تذکرہ کا علم اسی ریویو سے ہُوا۔

جنابِ مشرقی جہاں تک مجھے معلوم ہے خود مدعی نہیں ہیں۔

امتِ مسلمہ سے ممکن ہے ان کا تعلق ہو۔ کیونکہ آج کل امت مسلمہ کا سنٹر امرتسر ہے۔ بہائی فرقہ سے بھی جہاں تک مجھے معلوم ہے اُن کا تعلق نہیں ہے، مختصر یہ ہے کہ یوروپین افکار کی تاریخ کا اعادہ آج کل دنیائے اسلام میں ہو رہا ہے۔ ان حالات میں جو اس وقت کیفیت آپ کے قلب کی ہے وہ ایک حد تک نیچرل امر ہے۔ مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ جو کام کر رہے ہیں وہ امتِ مسلمہ کے لئے ازبس مفید ہے۔ دنیائے اسلام اس وقت ایک رُوحانی پیکار میں مصروف ہے۔ اس پیکار و انقلاب کا رُخ متعیّن کرنے والے قلوب واذہان پر شک و ناامیدی کی حالت کبھی پیدا ہو جاتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کا قلب قوی ہے اور ذہن ہمہ گیر، آپ اس حالت سے جلد نکل جائیں گے۔ یا صوفیہ کی اصطلاح میں یوں کہئے کہ اس مقام کو جلد طے کرلیں گے، آپ قلندر ہیں مگر وہ قلندر جس کی نسبت اقبال نے یہ کہا ہے:۔

قلندراں کہ براہِ توسعنت، می کوشند
زشاہ باج ستانند و خرقہ می پوشند

بجلوت اند و کمندے بہ مہر و مہ پیچند
بخلوت اندو زمان و مکاں در آغوشند
دریں جہاں کہ جمالِ تو جلوہ ہا دارد
ز فرق تا بہ قدم دیدہ و دل و گوشند
بروزِ بزم سراپا چو پرنیان و حریر
بروزِ رزم خود آگاہ و تن فراموشند

آپ اس جماعت کے پیش خیمہ ہیں، اس جماعت کا دنیا میں عنقریب پیدا ہونا قطعی اور یقینی ہے۔ باقی جس راہ پر آپ اس سے پہلے قدم زن[1] تھے اس کے متعلق انشاء اللہ بوقتِ ملاقات گفتگو ہوگی، ہندوستانی نیشنلزم کی انتہا یہی تھی جو آپ کے مشاہدہ میں آگئی

امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ یہ خط بستر پر لیٹے لیٹے لکھا ہے، آج طبیعت بہت مضمحل ہے، بدخطی معاف فرمائیے گا۔

مخلص محمد اقبال

---

[1] اشارہ کانگریس کی طرف ہے۔

(۶۹) ——— (۳۷)

مخدومی، السلام علیکم

آپ نے کسی گذشتہ خط میں مجھے لکھا تھا کہ حضور سرور کائنات سے جب کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو آپ بعض دفعہ وحی کا انتظار فرماتے اگر وحی نازل ہوتی تو اس کے مطابق مسائل کا جواب دیتے اور اگر وحی کا نزول نہ ہوتا تو قرآن شریف کی کسی آیت سے استدلال فرماتے اور جواب کے ساتھ وہ آیت بھی پڑھ دیتے۔ اس کا حوالہ کونسی کتاب میں ملے گا؟ کیا یہ قاضی شوکانی کی کتاب ارشاد الفحول سے آپ نے لیا ہے[۱]۔

دوسرا امر جو اس کے متعلق دریافت طلب ہے یہ ہے کہ جو جواب وحی کی بنا پر دیا گیا وہ تمام امّت پر حجّت ہے (اور وہ وحی بھی قرآن شریف میں داخل ہو گئی) لیکن جو جواب محض استدلال کی بنا پر دیا گیا جس میں وحی کو دخل نہیں کیا وہ بھی تمام امّت پر حجّت ہے[۲]؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ

[۱] اس کا ذکر کتب احادیث میں ہے [۲] بے شبہ۔

حضورؐ کے تمام استدلالات بھی وحی میں داخل ہیں[1] - یا بالفاظِ دیگر یہ کہ قرآن و حدیث میں کوئی فرق نہیں[2]، جواب سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیے۔

مخلص محمد اقبال، لاہور
۱۶- اکتوبر ۱۹۲۴ء

(۷۰) ——— (۳۸)

لاہور
۱۸- مارچ ۱۹۲۶ء

مخدومی، السلام علیکم

اس وقت سخت ضرورت اس بات کی ہے کہ فقہِ اسلامی کی ایک مفصّل تاریخ لکھی جائے، اس مبحث پر مصر میں ایک چھوٹی سی کتاب شائع ہوئی تھی جو میری نظر سے گذری ہے، مگر افسوس

---

[1] وحی خفی میں داخل ہیں۔

[2] جی نہیں دونوں میں بہت فرق ہے، قرآن پاک بالفاظ وحی ہے اور بتواتر منقول ہے اور یہ حدیثیں، وحی سے معنیً ماخوذ ہیں اور بہ تواتر منقول نہیں۔

ہے کہ بہت مختصر ہے، اور جن مسائل پر بحث کی ضرورت ہے مصنف نے ان کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اگر مولانا شبلیؒ زندہ ہوتے تو مَیں اُن سے ایسی کتاب لکھنے کی درخواست کرتا، موجودہ صُورت میں سوائے آپ کے اس کام کو کون کرے گا۔ مَیں نے ایک رسالہ اجتہاد پر لکھا تھا، مگر چونکہ میرا دل بعض امور کے متعلق خود مطمئن نہیں اس واسطے اس کو اب تک شائع نہیں کیا، آپ کو یاد ہو گا مَیں نے آپ سے بھی کئی امور کے متعلق استفسار کیا تھا۔ مسلمان پر اس وقت (دماغی اعتبار سے) وہی زمانہ آ رہا ہے جس کی ابتدا یورپ کی تاریخ میں لوتھر کے عہد سے ہُوئی۔ مگر چونکہ اسلامی تحریک کی کوئی خاص شخصیّت راہنما نہیں ہے اس واسطے اس تحریک کا مستقبل خطرات سے خالی نہیں۔ نہ عامۃ المسلمین کو یہ معلوم ہے کہ اصلاح لوتھر نے مسیحیت کے لئے کیا کیا نتائج پیدا کئے۔

ہندوستان کی جمعیۃ العلماء کی توجہ اس طرف ضروری ہے۔ آپ چونکہ اس جمعیت کے صدر ہیں اس واسطے آپ سے درخواست ہے کہ اس کام کو مستقل طور پر اپنے ہاتھ میں لیجئے۔ ندوہ کے دیگر

ارکان یا فارغ التحصیل طلبہ کو بھی اپنے ساتھ ملا لیجئے تاکہ اقوامِ اسلامیہ کو فقہ اسلامی کی اصل حقیقت معلوم ہو۔ میں نے سنا ہے کہ البانیا کے مسلمانوں نے وضو اڑا دیا[1] اور ممکن ہے نماز میں بھی کوئی ترمیم کی ہو۔ ٹرکی کا حال تو آپ کو معلوم ہی ہے[2] مصر میں یہ تحریک جاری ہے[3] اور عنقریب ایران اور افغانستان میں بھی اس کا ظہور ہوگا۔ ایران کو بابیت سے اندیشہ ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اسمٰعیلی تحریک کہیں پھر زندہ نہ ہو جائے۔ ایک قدیم اسلامی اصطلاح ہے "صوت الحی" شاید اس کا مفہوم قبیلہ کی آواز ہے۔ کیونکہ اس وقت دنیائے اسلام میں کوئی خاص مذہبی شخصیّت نہیں جو طبائع کے اس انقلاب کو ٹھیک رستہ پر لگائے، غرضکہ اس وقت مذہبی اعتبار سے دنیائے اسلام کو راہنمائی کی سخت ضرورت ہے، اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ ہندوستان کے بعض علماء اس کام کو باحسن وجوہ انجام دے سکتے ہیں۔ سیاسی اعتبار سے تو ہم باقی اقوام اسلامیہ کو کوئی ایسی مدد نہیں دے سکتے، ہاں

---

[1] یہ خبر غلط تھی۔

[2] ٹرکی میں نماز میں کوئی تغیر نہیں ہوا

[3] یہ خبر بھی بے اصل ہے۔

دماغی اعتبار سے اُن کے لئے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔

دیگر امر دریافت طلب یہ ہے کہ آیۂ توریث میں حصص بھی ازلی ابدی ہیں یا قاعدۂ توریث میں جو اصول مضمر ہے صرف وہی ناقابل تبدیل ہے اور حصص میں حالات کے مطابق تبدیلی ہو سکتی ہے[1]؟ آیۂ وصیّت پر بھی جو ارشادات ہیں میری سمجھ میں نہیں آتے[2]، اس زحمت کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ جب فرصت ملے جزئیات سے بھی آگاہ فرمائیے۔ اس احسان کے لئے ہمیشہ شکر گذار رہوں گا۔ بعض خیالات زمانۂ حال کے فلسفیانہ نقطۂ نظر کا نتیجہ ہیں۔ ان کے ادا کرنے کے لئے قدیم فارسی اسلوب بیان سے مدد نہیں ملتی، بعض تاثرات کے اظہار کے لئے الفاظ ہاتھ نہیں آتے، اس واسطے مجبورًا ترکیب اختراع کرنی پڑتی ہے جو ضرور ہے کہ اہل زبان کو ناگوار ہو کہ دل و دماغ اس سے مانوس نہیں ہیں۔ بعض اشعار کے لکھنے میں تو مجھے اس قدر روحانی تکلیف ہوئی کہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ تاہم اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کاش چند روز کے لئے

---

[1] بیشک

[2] کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

آپ سے ملاقات ہوتی اور آپ کی صحبت سے مستفید ہونے کا موقع ملتا۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کا مخلص محمد اقبال

(۷۱) ——— (۳۹)

لاہور
۷۔ اپریل ۱۹۲۶ء

مخدومی، السلام علیکم

آپ کے بعض خطوط میرے پاس محفوظ ہیں، اور یہ آخری خط بھی جو نہایت معنی خیز ہے اور جس کے مضمون سے مجھے بحیثیت مجموعی پورا اتفاق ہے محفوظ رہے گا۔ عبادات کے متعلق کوئی ترمیم و تنسیخ میرے پیشِ نظر نہیں ہے، بلکہ مَیں نے اپنے مضمون اجتہاد میں ان کی ازلیت و ابدیت پر دلائل قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہاں معاملات کے متعلق بعض سوالات دل میں پیدا ہوتے ہیں اس ضمن میں چونکہ شریعتِ احادیث (یعنی وہ احادیث جن

کا تعلق معاملات سے ہے) کا مشکل سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ابھی تک میرا دل اپنی تحقیقات سے مطمئن نہیں ہوا، اس واسطے وہ مضمون شائع نہیں کیا گیا۔ میرا مقصود یہ ہے کہ زمانہ حال کے جورس پروڈنس کی روشنی میں اسلامی معاملات کا مطالعہ کیا جائے۔ مگر غلامانہ انداز میں نہیں بلکہ ناقدانہ انداز میں۔ اس سے پہلے مسلمانوں نے عقائد کے متعلق ایسا ہی کیا ہے۔ یونان کا فلسفہ ایک زمانے میں انسانی علوم کی انتہا تصوّر کیا گیا۔ مگر جب مسلمانوں میں تنقید کا مادہ پیدا ہوا تو انہوں نے اسی فلسفے کے ہتھیاروں سے اس کا مقابلہ کیا۔ اس عصر میں معاملات کے متعلق بھی ایسا ہی کرنا ضروری ہے قاعدۂ میراث کے حصص کے متعلق مَیں نے مضمون اجتہاد میں یہی طریق اختیار کیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ لڑکی کو لڑکے سے آدھا حصّہ ملنا عین انصاف ہے۔ مساوی حصّہ ملنے سے انصاف قائم نہیں رہتا ہے، بحث کا محرک ترکی شاعر ضیا بک کی بعض تحریریں تھیں جن میں وہ اسلامی طلاق اور میراث کا ذکر کرتا ہے مَیں نے جو حصص کے متعلق آپ سے دریافت کیا تھا اُس کا مقصد

یہ نہ تھا کہ مَیں ان حصص میں ترمیم چاہتا ہوں، بلکہ خیال یہ تھا کہ شاید ان حصص کی ازلیت و ابدیت پر آپ کوئی روشنی ڈالیں گے میرے نزدیک اقوام کی زندگی میں 'قدیم' ایک ایسا ہی ضروری عنصر ہے جیسا کہ "جدید"، بلکہ میرا ذاتی میلان 'قدیم' کی طرف ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ اسلامی ممالک میں عوام اور تعلیمیافتہ لوگ دونوں طبقے علومِ اسلامیہ سے بے خبر ہیں۔ اس بے خبری سے آپ کی اصطلاح میں یورپ کے "معنوی استیلا"، کا اندیشہ ہے، جس کا سدّباب ضروری ہے۔ میرا ایک مدت سے یہ عقیدہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمان جو سیاسی اعتبار سے دیگر ممالکِ اسلامیہ کی کوئی مدد نہیں کر سکتے، دماغی اعتبار سے ان کی بہت کچھ مدد کر سکتے ہیں۔ کیا عجب ہے کہ اسلامی ہند کی آئندہ نسلوں کی نگاہوں میں 'ندوہ' علی گڑھ سے زیادہ کارآمد ثابت ہو، آپ کے خط کے آخری حصّے سے ایک اور سوال میرے دل میں پیدا ہوا ہے، اور وہ یہ ہے کہ امام کو اختیار ہے کہ قرآن کی کسی مقرر کردہ حد (مثلاً سرقہ کی حد)[1] کو ترک کر دے

---

[1] دیکھو صفحہ ۱۴۹

اور اس کی جگہ کوئی اور حد مقرر کر دے اور اس اختیار کی بنا کون سی آیتِ قرآنی ہے؟ حضرت عمرؓ نے طلاق کے متعلق جو مجلس[1] قائم کی ہے اس کا اختیار ان کو شرعاً حاصل تھا[2] میں اس اختیار کی اساس معلوم کرنا چاہتا ہوں، زمانۂ حال کی زبان سے یوں کہیئے کہ آیا اسلامی کانسٹی ٹیوشن ان کو ایسا اختیار دیتی تھی؟ 'امام' ایک شخص واحد ہے یا جماعت بھی 'امام' کے قائم مقام ہو سکتی ہے، ہر اسلامی ملک کے لئے

حاشیہ صفحہ ۱۴۸:- ترک کر دے کا لفظ صحیح نہیں، ملتوی کر دے صحیح ہے۔ جیسے میدانِ جنگ میں جب اسلامی فوج دار الحرب میں یا دار الحرب سے قریب ہو حد بمصالح ملتوی کر دیئے جاتے ہیں۔

[1] میری عبارت کے سمجھنے میں یا اقبال نے خود اپنے مطلب کی تعبیر میں غلطی کی ہے۔ حضرت عمرؓ سے پہلے ایک مجلس یعنی ایک ہی نشست میں تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا، حضرت عمرؓ نے اس کو تین قرار دیا۔ بات یہ تھی۔

[2] حنفیہ کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ کو آنحضرت صلعم کا کوئی حکم معلوم ہوا جس کی اشاعت عہد اول میں نہیں ہو سکی تھی اور حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں کی۔ حافظ ابن قیم کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے تعزیراً ایسا کیا تھا اور امام کو تعزیراً ایسا کرنے کا اختیار ہے۔

اپنا امام ہو، یا تمام اسلامی دنیا کے لئے ایک واحد امام ہو، مؤخر الذکر صورت موجودہ فرقِ اسلامیہ کی موجودگی میں کیونکر بروئے کار آسکتی ہے؟ مہربانی کر کے ان سوالات پر روشنی ڈالئے۔ لقب امام سے بہت سی مشکلات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ اس کو وہ اختیارات شرعاً حاصل ہوں جن کا اشارہ آپ نے کیا ہے[1]

ترجمہ جو آپ نے ارسال کیا ہے افسوس ہے کہ وہ معارف کے قابل نہیں ہے۔ میں نے یہ مضمون ان طلبا کے لئے لکھا تھا جو اضافیت سے کسی قدر آشنا تھے اس واسطے مختصر لکھا۔ مفصّل لکھنے کے لئے نہ وقت تھا نہ ضرورت، غالباً ایسے ریڈر کو اس سے کچھ فائدہ نہ پہنچے گا جو فلسفہ کے بعض مسائل اور نظریۂ اضافیہ سے آشنا نہیں ہے۔ بہرحال میں نے ایک صاحب سے کہا ہے کہ وہ اس کا اُردو ترجمہ معارف کے لئے کریں۔ وہ ترجمہ کریں گے پھر میں اُسے دیکھ کر آپ کی خدمت میں ارسال کروں گا۔ جامعہ کا

---

[1] میں نے ان کو لکھا تھا کہ مسائل فقہیہ میں ترجیح اور بعض میں التوا یا اجرائے تعزیر مفتیوں کا نہیں بلکہ امام کا حق ہے۔

ترجمہ میری نظر سے نہیں گذرا، قادیانیوں نے بھی ایک ترجمہ اس مضمون کا کیا تھا، مگر وہ بھی غلط تھا۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا، خدا تعالیٰ آپ کو اطمینان عطا فرمائے، کہ آپ کا اطمینان اور خانگی پریشانیوں سے آزادی ہم سب کے لئے ازبس ضروری ہے۔

مخلص، محمد اقبال

(۷۲) ——— (۴۰)

لاہور

۲۴۔اپریل ۱۹۲۶ء

مخدومی، السلام علیکم

آپ اپنے نوازش نامہ کی طوالت کے لئے عذر خواہی کرتے ہیں، مگر میرے لئے یہ طویل خط باعث خیر و برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ مَیں نے اسے کئی دفعہ پڑھا ہے، اور گذشتہ رات چودھری غلام رسول مہر سے بھی پڑھوا کر سنا، اور احباب بھی اس مجلس میں شریک تھے۔ اگر میری نظر اس قدر وسیع ہوتی جس قدر آپ کی ہے تو مجھے یقین ہے کہ مَیں اسلام کی کچھ خدمت کر سکتا۔ فی الحال

انشاءاللہ آپ کی مدد سے کچھ نہ کچھ لکھوں گا۔

مضمون اجتہاد کی تکمیل کے بعد حافظ ابنِ قیم کی کتاب طرق الحکمیہ پر اور اس کے بعد المقابلات پر جس کا ذکر آپ نے اپنے خط میں کیا ہے لکھنے کا ارادہ ہے۔ شریعتِ احادیث کے متعلق جو کھٹک میرے دل میں[1] ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ احادیث سرے سے بیکار ہیں، ان میں ایسے بیش بہا اصول ہیں کہ سوسائٹی باوجود اپنی ترقی و تعالی کے اب تک ان کی بلندیوں تک نہیں پہنچی۔ مثلاً ملکیتِ شاملات دہ کے متعلق المرعلی اللہ ورسولہ (بخاری) اس حدیث کا ذکر میں نے مضمون اجتہاد میں بھی کیا ہے، بہرحال چند امور اور دریافت طلب ہیں، اگرچہ آپ اس وقت سفر حجاز کی تیاریوں میں مصروف ہونگے، تاہم مجھے یقین ہے کہ آپ ازراہِ عنایت میرے سوالات پر کسی قدر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالیں گے[2]۔

---

[1] میں نے ان کو اس کا تسلی بخش جواب لکھ کر بھیجا تھا۔

[2] ان تمام امور کے جواب سیرۃ النبی جلد چہارم کے مقدمہ میں مذکور ہیں۔ مختصراً جواب یہاں بھی حوالۂ قلم ہیں۔

۱۔ آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ کی دو حیثیتیں ہیں، نبوّت اور امامت۔ نبوت میں احکامِ قرآنی اور آیاتِ قرآنی سے حضور کے استنباط داخل ہیں، اجتہاد کی بنا محض عقلِ بشری اور تجربہ و مشاہدہ ہے، یا یہ بھی وحی میں داخل ہے۔ اگر وحی میں داخل ہے تو اس پر آپ کیا دلیل قائم کرتے ہیں؟[1] مَیں خود اس کے لئے دلیل رکھتا ہُوں مگر مَیں اس پر اعتماد نہیں کرتا۔ اور آپ کا خیال معلوم کرنا چاہتا ہُوں۔ وحیِ غیر متلو کی تعریف نفسیاتی اعتبار سے کیا ہے؟ کیا وحی متلو اور غیر متلو کے امتیاز کا پتہ رسُول اللہ صلعم کے عہدِ مبارک میں چلتا ہے یا یہ اصطلاحات بعد میں وضع کی گئیں؟[2]

---

[1] اجتہادِ نبویؐ کی بنیاد عقلِ بشری اور تجربہ و مشاہدہ پر نہیں، بلکہ عقلِ نبوی کا نتیجہ ہے جو عقلِ بشری سے مافوق ہے اور جس میں عقلِ بشری و تجربہ و مشاہدہ کو دخل نہیں، اور نبی کی ہر غلطی کی اصلاح کا اللہ تعالیٰ ذمہ دار ہے۔ پس اجتہادِ نبویؐ کے نتائج بھی اگر غلط ہوتے تو اللہ تعالیٰ اصلاح فرماتا جیسا کہ چار پانچ مقام پر اصلاح فرما دیا ہے۔ پس جب بقیہ اجتہاداتِ نبویؐ کی اصلاح نہیں فرمائی تو تقریراً وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحیح قرار دیئے گئے۔ اور اس لئے وہ واجب القبول ہیں۔

[2] اصطلاح بعد میں پیدا ہوتی ہے۔

۲۔ حضور نے اذان کے متعلق صحابہ سے مشورہ کیا، کیا یہ مشورہ نبوّت کے تحت میں آئے گا یا امامت کے تحت میں[1]؟

۳۔ فقہا کے نزدیک خاوند کو جو حق اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ہے، وہ بیوی کو یا اُس کے کسی خویش یا کسی اور آدمی کے حوالے کیا جا سکتا ہے، اِس مسئلہ کی بنا کوئی آیت قرآنی ہے یا حدیث[2]؟

۴۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک طلاق یا خاوند کی موت کے دو سال بعد بھی اگر بچّہ پیدا ہو تو قیاس اس بچّہ کے ولد الحرام ہونے پر نہیں کیا جا سکتا، اس مسئلہ کی اساس[3] کیا ہے؟ کیا یہ اصول محض ایک قاعدۂ شہادت ہے یا جزوِ قانون ہے۔ اس سوال کے پُوچھنے کی وجہ یہ ہے کہ مروجہ ایکٹ شہادت کی رُو سے تمام وہ قواعد شہادت

---

[1] آنحضرتؐ کو بعض روایات کے رُو سے خود بھی اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ کی تعلیم دی تھی اور دوسرے صحابہ نے بھی خواب میں دیکھا تھا، البتہ اس باب میں صحابہ سے مشورہ کرنا بابِ امامت سے تھا نہ کہ نبوت سے کہ احکامِ نبوت میں مشورہ نہیں۔

[2] تصریح تو احادیث میں ہے مگر قرآنِ پاک سے استنباط ممکن ہے۔

[3] اس کی اساس ایک تو حضرت عائشہ کا قول ہے جو دارقطنی میں ہے۔ دوسرے طبّی تجربہ ہے۔ امام شافعی کے نزدیک اکثر مدتِ حمل چار برس ہے (ہدایہ)

جو اس ایکٹ کے نفاذ سے پہلے ملک میں مروّج تھے منسوخ کئے گئے، ہندوستان کی عدالتوں نے مذکورہ بالا اصول کو قاعدۂ شہادت قرار دے کر منسوخ کر دیا۔ نتیجہ اس کا بعض مقامات میں یہ ہوتا ہے کہ ایک مُسلمان بچّہ جو فقہ اسلامی کے رُو سے ولد الحلال ہے ایکٹ شہادت کے رُو سے ولد الحرام قرار دیا جاتا ہے۔ ایکٹ شہادت میں اور بھی باتیں ہیں جن کا ذکر اس مضمون میں کرنے کا ارادہ ہے جو مَیں حافظ ابنِ قیّم کے فلسفۂ شہادت پر لکھوں گا۔

امید ہے کہ آپ اس تکلیف دہی کے لئے مجھے معاف فرمائیں گے۔ مَیں آپ سے سچ کہتا ہُوں کہ میرے دل میں ممالکِ اسلامیہ کے موجودہ حالات دیکھ کر بے انتہا اضطراب پیدا ہو رہا ہے، ذاتی لحاظ سے خدا کے فضل و کرم سے میرا دل پُورا مطمئن ہے یہ بے چینی اور اضطراب محض اس وجہ سے ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ نسل گھبرا کر کوئی اور راہ اختیار نہ کر لے۔ حال ہی میں ایک تعلیم یافتہ عرب سے ملنے کا اتفاق ہُوا، فرانسیسی خُوب بولتا تھا، مگر اسلام سے قطعاً بے خبر تھا۔ اس قسم کے واقعات مشاہدہ

میں آتے ہیں تو سخت تکلیف ہوتی ہے۔

امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص، محمد اقبال

(۷۳) (۹۱)

لاہور
۷۔ مارچ ۱۹۲۸ء

مخدومی، السلام علیکم

شمس بازغہ یا صدرا میں جہاں زمان کی حقیقت کے متعلق بہت سے اقوال نقل کئے ہیں۔ ان میں ایک قول یہ ہے کہ زمان خدا ہے۔ بخاری میں ایک حدیث بھی اسی مضمون کی ہے۔ لا تسبوا الدھر الخ
کیا حکمائے اسلام میں سے کسی نے یہ مذہب اختیار کیا ہے۔ اگر ایسا ہو تو یہ بحث کہاں ملے گی؟[1]

قرونِ وسطیٰ کے ایک یہودی حکیم موسیٰ بن میمون نے لکھا ہے کہ خدا کے لئے کوئی مستقبل نہیں ہے بلکہ وہ زمان کو لحظہ بلحظہ پیدا کرتا

---

[1] دیکھو صفحہ ۱۵۷

ہے۔ میمون قرطبہ میں پیدا ہوا اور قاہرہ میں مرا، غالباً بارھویں صدی کے آخر میں، اُس نے مسلمانوں کی یونیورسٹیوں میں تعلیم پائی اور تمام عمر مسلمانوں ہی کی ملازمت کرتا رہا متکلمین کے خیالات پر اُس نے جرح قدح بھی خوب کی ہے، میرا گمان ہے کہ میمون کا مذکورہ بالا مذہب بھی ضرور کسی نہ کسی مسلمان حکیم کی خوشہ چینی ہے۔ اگر آپ کے علم میں یہ بات ہو تو مہربانی کر کے مطلع فرمائیے، مَیں ایک مضمون لکھ رہا ہُوں جس کا عنوان یہ ہے۔

"زمان کی حقیقت فلسفۂ اسلام کی تاریخ میں" امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا، اور اس خط کا جواب جہاں تک ممکن ہو جلد دیجئے گا۔

والسّلام مخلص محمد اقبال، بیرسٹر لاہور

۵ل اقبال مرحوم کو اس بحث سے بڑی دلچسپی تھی مَیں نے اس پر لاہور میں ان کی ایک تقریر بھی سنی تھی، اخیر زمانہ میں میرے دل میں علامہ ابن قیم کی تصانیف سے ایک حقیقت فہم میں آئی جس سے بڑی خوشی ہُوئی مگر افسوس کہ اس زمانہ میں مرحوم بیمار تھے۔ انتظار تھا کہ وہ تندرست ہوں تو ان کو سناؤں، مگر افسوس، ع

جڑ کٹ گئی نخلِ آرزو کی

مجھے یقین ہے کہ وہ اگر اس کو سنتے تو ضرور خوش ہوتے۔

(۴۷) ——— (۴۲)

لاہور

۱۸۔ مارچ ۱۹۲۸ء

مخدومی، السّلام علیکم

نوازش نامہ مل گیا ہے جس کے لئے سراپا سپاس ہُوں۔

ایک زحمت دیتا ہُوں، معاف فرمائیے گا "مباحثِ مشرقیہ" لاہور میں دستیاب نہیں ہو سکتی، کیا یہ ممکن ہے کہ آپ زمان کے متعلق امام رازی کے خیالات کا خلاصہ قلمبند فرما کر مجھے ارسال فرما دیں۔ مَیں اس کا ترجمہ نہیں چاہتا، صرف خلاصہ چاہتا ہُوں جس کے لکھنے میں غالباً آپ کا بہت سا وقت ضائع نہ ہوگا۔

بزمِ اغیار، کی رونق ضروری تھی، اسلام کا ہندوؤں کے ہاتھ بِک جانا گوارا نہیں ہو سکتا۔ افسوس اہلِ خلافت اپنی اصلی راہ سے بہت دُور جا پڑے۔ وہ ہم کو ایک ایسی قومیت کی راہ دکھا رہے ہیں جس کو کوئی مخلص مسلمان ایک منٹ کے لئے بھی قبول نہیں کر سکتا۔

امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

مخلص، محمد اقبال

۷۵ ——— ۴۳

لاہور

۲۵۔ اپریل ۱۹۲۹ء

مخدومی، السّلام علیکم

نوازش نامہ مل گیا ہے۔ لکچروں کا اردو[1] ترجمہ انشاء اللہ کیا جائے گا۔ اصطلاحات کے متعلق آپ سے بھی مشورہ طلب کرونگا۔ سر شفیع کی خدمت[2] میں عرض کردوں گا۔ ذوالفقار علی خاں ۴۔ مئی کو ولایت جا رہے ہیں، اُن سے کہنا مناسب معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ ان کی مالی حالت کچھ حوصلہ افزا نہیں ہے، بہتر ہو کہ آپ سر عبدالقادر سے اس کارِ خیر کے لئے چندہ طلب فرمائیے۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

---

[1] وہ لکچر جو مدراس میں میرے خطبات مدراس کے بعد اقبال مرحوم نے دیا تھا جو انگریزی میں شائع ہو چکا ہے۔

[2] شاید ندوہ کی امداد کی درخواست کی ہو۔

(۷۶) ——— (۴۴)

لاہور
۲۔ ستمبر ۱۹۲۹ء

مخدومی، السلام علیکم

ایک عریضہ ارسالِ خدمت کر چکا ہوں، امید کہ پہنچ کر ملاحظۂ عالی سے گذرا ہوگا۔ جس باب میں مولانا شبلی رحنے ایک فقرہ شعائر وارتفاقات کے متعلق نقل کیا ہے اسی باب میں ایک اور فقرہ نظر سے گذرا جو پہلے نظر سے نہ گذرا تھا۔

"وشعائر الدین امر ظاہر تخصیص بہ ویمتاز صاحبہ بہ فی سائر الادیان کالختان وتعظیم المساجد والاذان والجمعۃ والجماعات"

یہ شاہ صاحب کی اپنی تشریح ہے، جناب کا ارشاد اس بارے میں کیا ہے؟ علیٰ ہذا القیاس ارتفاقات میں شاہ صاحب کی تشریح کے مطابق تمام تدابیر جو سوشل اعتبار سے نافع ہوں داخل ہیں، مثلاً نکاح و طلاق کے احکام وغیرہ، اگر شاہ صاحب کی عبارت

کی یہ تشریح صحیح ہے تو حیرت انگیز ہے۔ اگر ان معاملات میں تھوڑی سی ڈھیل بھی دی جائے تو سوسائٹی کا کوئی نظام نہ رہےگا۔ ہر ایک ملک کے مسلمان اپنے اپنے دستور و مراسم کی پابندی کرینگے۔ ستمبر کے معارف کا شدّت کے ساتھ منتظر ہوں، جلد بھجوائیے

والسلام

مخلص، محمد اقبال

(۷۷) ——— (۴۵)

لاہور
۲۲ ستمبر سنہ ۱۹۳۹ء

مخدومی، السّلام علیکم

الکلام (یعنی علم کلام جدید) کے صفحہ ۱۱۴-۱۱۳ پر مولانا شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ (صفحہ ۱۲۳) کا ایک فقرہ عربی میں نقل کیا ہے، جس کے مفہوم کا خلاصہ انہوں نے اپنے الفاظ میں بھی دیا ہے۔ اس[1] عربی فقرہ کے آخری حصّہ کا ترجمہ یہ ہے

---

[1] مولانا شبلی مرحوم نے شاہ صاحب کے الفاظ کے جو وسیع معنی قرار دیئے ہیں وہ صحیح نہیں۔

"اس بنا پر اس سے بہتر اور آسان طریقہ کوئی نہیں کہ شعار تعزیرات اور انتظامات میں خاص اس قوم کے عادات کا لحاظ کیا جائے، جن میں یہ امام پیدا ہؤا ہے، اس کے ساتھ آنے والی نسلوں پر ان احکام کے متعلق چنداں سخت گیری نہ کی جائے۔"

مہربانی کر کے یہ فرمائیے کہ مندرجۂ بالا فقرہ میں لفظ شعار سے کیا مراد ہے، اور اس کے تحت میں کون کون سے مراسم یا دستور آتے ہیں۔ اس لفظ کی مفصّل تشریح مطلوب ہے جواب کا سخت انتظار رہے گا۔ والسّلام

مخلص، محمد اقبال

(۷۸) (۴۶)

لاہور
۲۸ ستمبر ۱۹۲۹ء

مخدومی، والا نامہ ملا جس کے لئے بہت شکر گذار ہوں۔ لفظ شعار کے معنی کے متعلق پورا اطمینان آپ کی تحریر سے نہیں ہؤا۔ کیا کسی جگہ حضرت شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ

میں شعائر کی یہ تشریح کی ہے۔ جو آپ نے کی ہے؟ دیگر عرض یہ ہے کہ شاہ صاحبؒ نے اسی فقرہ میں لفظ ارتفاقات استعمال کیا ہے، مولانا شبلی نے ایک جگہ اس کا ترجمہ انتظامات اور دوسری جگہ مسلمات کیا ہے، اردو ترجمہ سے یہ نہیں کھلتا کہ اصل مقصود کیا ہے کل سیالکوٹ میں حجۃ اللہ البالغہ مطالعہ سے گذری، اس سے معلوم ہوا کہ شاہ صاحب نے ارتفاقات کی چار قسمیں لکھی ہیں، ان چار قسموں میں تمدنی امور مثلاً نکاح طلاق وغیرہ کے مسائل بھی آجاتے ہیں، کیا شاہ صاحبؒ کے خیال میں ان معاملات میں بھی سخت گیری نہیں کی جاتی؟ میرا مقصد محض شاہ صاحب کا مطلب سمجھنا ہے، مہربانی کر کے اسے واضح فرمائیے، سنت پر آپ کا مضمون ضرور دیکھوں گا، اور اس سے اپنی تحریر میں فائدہ بھی اٹھاؤنگا۔

اس خط کا جواب جلد ارسال فرمائیے

مخلص

محمد اقبال

شرحِ مواقف دیکھ رہا ہوں، فتوحات کا مطالعہ آپ کا مخلص آنے کے بعد دیکھوں گا[۱]، خدا کرے آپ کی صحت اچھی رہے اور آپ اس طرف جلد توجہ کر سکیں، نور الاسلام کا عربی رسالہ بابت مکان جو رامپور میں ہے کس زبان میں ہے، قلمی ہے یا مطبوعہ، نور الاسلام کا زمانہ کون سا ہے؟

اس تصدیع کے لئے معافی کا خواستگار ہوں۔

علومِ اسلام کی جُوئے شیر کا فرہاد آج ہندوستان میں سوائے سیّد سلیمان ندوی کے اور کون ہے؟

دار المصنفین کی طرف سے ہندوستان کے حکمائے اسلام پر ایک کتاب نکلنی چاہئے اس کی سخت ضرورت ہے۔ عام طور پر یورپ میں سمجھا جاتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی کوئی فلسفیانہ روایات نہیں ہیں۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

[۱] گا کرونگا سہوِ قلم ہے۔

(۸۱) ———— (۴۹)

لاہور
۱۰ ستمبر ۱۹۳۳ء

مخدومی جناب مولٰینا، السّلام علیکم

ایک عریضہ پہلے ارسال کرچکا ہُوں، اس کے جواب کا انتظار ہے۔ اس عریضہ میں یہ دریافت کرنا بھُول گیا کہ ملا محب اللہ بہاریؒ کی کتاب جوہر الفرد کہاں سے ملے گی؟

شاہِ افغانستان آپ سے تعلیم مذہبی کے بارہ میں مشورہ چاہتے ہیں۔ شاید اسی ماہِ ستمبر میں آپ کو کابل سے دعوت آئے۔ مَیں یہ معلوم کرنا چاہتا ہُوں کہ کیا آپ جانے کے لئے تیار ہونگے۔ ممکن ہے کہ سیّد راس مسعود اور اقبال بھی آپ کے ہمراہ ہوں۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

جواب کا انتظار ہے۔

محمد اقبال، لاہور

(۸۲) ——— (۵۰)

لاہور
۱۷ ستمبر ۱۹۳۳ء

مخدومی، السلام علیکم

آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے، جو ہم نے قونصل جنرل صاحب کی خدمت میں بھیج دیا ہے، سیّد راس مسعود صاحب کی طرف سے ابھی تک جواب موصول نہیں ہؤا۔

حضرت ابن عربی کے خیالات و افکار بھیجنے کا جو وعدہ آپ نے فرمایا اُس کے لئے بیحد شکر گذار ہوں۔ مولوی سیّد برکات احمد صاحب کا رسالہ مَیں نے دیکھا ہے۔ انشاءاللہ اُسے سبقاً سبقاً پڑھوں گا، مسئلہ آن کے متعلق ابھی تک مشکلات باقی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فلاسفہ پر جو اعتراض ہمارے متکلمین نے کئے ہیں وہ مسئلہ زمان کے متعلق خود اُن کے افکار پر بھی عائد ہوتے ہیں۔ مولوی سیّد برکات احمد مرحوم نے دہر اور زمان میں امتیاز کر کے کسی قدر مشکلات کو کم کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن حق یہ ہے کہ

مسئلہ نہایت مشکل ہے، ممکن ہے حضرت ابن عربی اس پر روشنی ڈال سکیں۔

جمعیت العلماء[1] کی صدارت کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے بالکل صحیح ہے۔ مولوی مظہر الدین صاحب نے میرا حوالہ دینے پر اصرار کیا، اس واسطے میں نے ان کو اجازت دیدی کہ آپ کو صدارت کے لئے خط لکھیں تو میرا حوالہ دیدیں، میں خود مسلمانوں کے انتشار سے بیحد دردمند ہوں، اور گذشتہ پانچ چار سال کے تجربہ نے مجھے سخت افسردہ کر دیا ہے۔ آپ کا طرزِ عمل اختیار کئے بغیر چارہ نہیں۔

مسلمانوں کا مغرب زدہ طبقہ نہایت پست فطرت ہے میں نے آغا خاں کو باوجود اُن کی تمام کمزوریوں کے ان سب سے بہتر مسلمان پایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدت سے ان کے مذہبی خیالات میں ایک انقلابِ عظیم آ رہا ہے۔

زیادہ کیا عرض کروں سوائے التماسِ دعا کے۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

[1] جدید جمعیۃ العلماء کانپور

(۸۳)——————(۵۱)

مخدومی جناب مولٰینا، السلام علیکم

دعوت نامہ جو قونصل صاحب کی طرف سے مجھے موصول ہُوا ہے، ارسالِ خدمت ہے۔ تاریخ روانگی کے متعلق بعد میں عرض کروں گا۔ کیونکہ پاسپورٹ لینے کے لئے بھی کچھ دن لگیں گے۔ امید کہ مزاج بخیر ہو گا۔

آج قونصل صاحب کو مزید تفصیلات کے لئے خط لکھ رہا ہُوں، ان کا جواب آنے پر پھر خط لکھوں گا۔ آپ پاسپورٹ کے لئے درخواست کر دیں، اس میں اگر یہ لکھ دیا جائے کہ آپ کو شاہ افغان نے تعلیمی امور میں مشورہ کرنے کے لئے طلب فرمایا ہے تو پاسپورٹ حاصل ہونے میں سہولت ہو اور جلد مل جائے۔

والسلام

مخلص محمد اقبال، لاہور

۱۵- اکتوبر ۱۹۳۳ء

(۸۴)——————(52)

لاہور
۱۹- اکتوبر ۱۹۳۳ء

جناب مولینا، السلام علیکم

مَیں نے آپ کی خدمت میں دعوت نامۂ افغانستان ارسال کیا تھا، مگر آپ کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہُوا- امید ہے آپ نے پاسپورٹ کے لئے اپنے ضلع میں درخواست کر دی ہو گی، اگر کوئی ملازم آپ کے ہمراہ جائے گا تو اُس کے لئے علیحدہ درخواست پاسپورٹ کے لئے دینی ہو گی۔ جب آپ کو پاسپورٹ مل جائے تو مہربانی کر کے مجھے بذریعہ تار مطلع فرمائیے- پاسپورٹ کی درخواست ایک خاص فارم پر دی جاتی ہے، ساتھ فوٹو بھی دینا پڑتا ہے- اگر کوئی اور امر دریافت طلب ہو تو قونصل جنرل افغانستان ۳ ہیلی روڈ، نیو دہلی سے دریافت کریں- آپ کے مصارف افغان گورنمنٹ ادا کرے گی، پشاور سے

آپ شاہی مہمان ہونگے، جواب جلد دیں۔ والسلام

مخلص، محمد اقبال، لاہور

(۸۵) ——— (۵۳)

لاہور
۱۱۔اکتوبر ۱۹۳۳ء

جناب مولینا، السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ ابھی ملا ہے، مَیں نے آپ کو دعوت نامہ ۹۔ اکتوبر سے پہلے بھیج دیا تھا۔ تعجب ہے کہ آپ نے اتنے دنوں بعد پاسپورٹ کے لئے درخواست دی۔ بہرحال قونصل صاحب نے گورنمنٹ آف انڈیا کو لکھ دیا ہے کہ آپ کا پاسپورٹ جلد مل جائے، مجھے امید ہے کہ جلد مل جائیگا۔ اس سے پہلے میں ایک پوسٹ کارڈ لکھ چکا ہوں کہ جب آپ کو پاسپورٹ مل جائے تو فوراً مجھے تار دیں تاکہ تاریخ روانگی مقرر کی جائے۔ سیّد راس مسعود کا خط مجھے کل ملا تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ ۱۹۔ اکتوبر کو پشاور سے چلنا چاہیئے۔ مَیں نے ان کو جواب میں لکھا ہے کہ تاریخ روانگی (پشاور

سے) کی تعیین پاسپورٹ ملنے پر ہونی چاہئے۔ یہ بھی خیال رہے کہ اگر ملازم ساتھ لے جانا چاہیں تو اُس کے لئے پاسپورٹ علحدہ لینا ہوگا۔ اکتوبر میں موسم خوشگوار ہوتا ہے، راتیں عام طور پر ایسی ہوتی ہیں جیسے شملہ میں۔ البتہ نومبر میں سردی کسی قدر بڑھ جاتی ہے۔ میرے خیال میں سردی کے موسم کے لئے موزوں بستر اور پہننے کے لئے کپڑے لے جانا چاہئے۔ قونصل صاحب نے بھی یہی لکھا ہے۔ قونصل خانے کا ایک آدمی ہمارے ہمراہ جائیگا۔ پشاور سے آپ شاہی مہمان ہونگے، وہاں آٹھ دس روز سے زیادہ ٹھہرنے کی شاید ضرورت نہ ہوگی، زیادہ کیا عرض کروں۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

محمد اقبال، لاہور

(۸۶) ——— (۵۴)

مخدومی مولینا، السلام علیکم

سیّد راس مسعود اصرار کرتے ہیں کہ لاہور سے ۲۰۔ اکتوبر کی صبح کو پشاور کی طرف روانہ ہوں۔ شام کو پشاور پہنچ جائیں گے۔

رات بھر وہاں ٹھہر کر ۲۱ کی صُبح کو روانہ کابل ہو نگے۔ آپ ایسا انتظام کریں کہ یا تو ۲۰ کی صبح کو لاہور پہنچیں یا ۱۹ کی شام کو لاہور پہنچ جائیں، امید کہ آپ کو پاسپورٹ اس سے پہلے مل جائیگا۔ میرا پاسپورٹ کل مل جانے کی توقع ہے۔ البتہ ملازم کا دو تین روز بعد ملے گا۔ زیادہ کیا عرض کروں، امید کہ مزاجِ والا بخیر و عافیت ہوگا۔

یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ہم ۲۱ کی صبح کو پشاور میں مل جائیں اگر ہم پہلے پہنچیں گے تو آپ کے لئے آدمی سٹیشن پر بھجوا دیا جائیگا۔ اِس کارڈ کے جواب میں فوراً خط لکھئے تاکہ آپ کے انتظامات کا حال معلوم ہو جائے۔

مخلص محمد اقبال
۱۳- اکتوبر ۱۹۳۳ء

(۸۷) (۵۵)

جناب مولینا- اسلام علیکم

اس سے پہلے ایک کارڈ آپ کی خدمت میں لکھ چکا ہوں

اور ایک ملفوف خط بھی لکھ چکا ہوں، پاسپورٹ ۱۹-اکتوبر سے پہلے ہم سب کو مل جائیں گے۔ اب فیصلہ یہ ہے کہ ہم ۲۰-اکتوبر کو لاہور سے صبح کی ٹرین میں پشاور کو روانہ ہوں، اور ۲۱ کی صبح کو کابل روانہ ہوں، جلدی اس واسطے ہے کہ نومبر میں وہاں سردی ہو جاتی ہے۔ سیّد راس مسعود ۱۹ کی شام کر لاہور پہنچ جائیں گے۔ آپ بھی مہربانی کر کے ۱۹ کی شام کو لاہور پہنچ جائیے یا ۲۰ کی صبح کو ایسے وقت پہنچیے۔ کہ آپ ہمارے ساتھ ۲۰ کی صُبح کے میل ٹرین میں سوار ہو سکیں۔ قونصل خانہ سے جو آدمی ہمارے ہمراہ جائے گا، وہ بھی لاہور ہی سے ساتھ ہو گا، زیادہ کیا عرض کروں جب ملاقات ہو گی تو مفصّل عرض کرونگا۔ اس انتظام کے لئے قونصل جنرل صاحب کو اطلاع دے دی ہے، والسلام

مخلص، محمد اقبال ۱۴-اکتوبر ۱۹۳۳ء

(۸۸)

(۵۶)

مخدومی، آپ کا پوسٹ کارڈ ابھی ملا ہے۔ مَیں اس سے پہلے ایک ملفوف خط ارسالِ خدمت کر چکا ہوں، آپ ۱۹-اکتوبر

کی شام کو لاہور پہنچ جائیے، یہاں سے ۲۰ اکتوبر کی صبح پشاور روانہ ہو جائیں گے۔ سیّد راس مسعود بھی ۱۹ کی شام کو لاہور پہنچیں گے۔ قونصل جنرل صاحب کو بھی آپ تار دے دیں کہ آپ ۱۹ کی شام کو لاہور پہنچ جائیں گے۔

اگر آپ کو پاسپورٹ ۱۷ کو مل جائے تو مجھے تار دینے کی ضرورت نہیں۔ قونصل جنرل کو بذریعہ تار مطلع کر دیں، اور لاہور ۱۹ کی شام کو پہنچ جائیے والسلام

محمد اقبال

۱۴-اکتوبر ۱۹۳۳ء

(۸۹) ———— (۵۷)

جناب مکرم، السلام علیکم

آپ کا تار کل ملا جس سے معلوم ہوا کہ ۱۷-اکتوبر تک آپ کو پاسپورٹ نہیں مل سکا۔ ممکن ہے ۱۸ یا ۱۹ تک مل جائے۔ ہم یعنی سیّد راس مسعود اور میں ۲۰ کی صبح کو لاہور سے روانہ ہونگے۔ تمام انتظامات مکمل ہو چکے ہیں اگر آپ ۲۱ کی صبح تک بھی پشاور پہنچ سکیں تو خوب

ہے۔ ڈین ہوٹل میں رات بسر ہو گی، یہ ہوٹل پشاور چھاونی کے اسٹیشن سے بالکل قریب ہے۔ آپ وہیں کے پتے پر ہم کو تار دیدیں، ہم آپ کی گاڑی کا انتظار کرینگے۔ اور اسٹیشن پر آپ کے لئے آدمی بھیج دیا جائیگا۔ اگر آپ کل شام یا ۲۰ کی صبح لاہور پہنچ سکیں تو ٹکٹ صرف لاہور ہی تک کا خرید کریں، جیسا کہ میں پہلے تار دے چکا ہوں اگر یہ ممکن نہ ہو تو ٹکٹ پشاور چھاونی اسٹیشن تک کا خرید کریں۔ آپ کے تمام مصارف ادا کئے جائیں گے۔ امید کہ آپ بخیریت ہونگے۔ اور آپ کی معیت سے ہم سب مستفیض ہونگے۔ والسلام

محمد اقبال، لاہور

۸۔ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(۵۸) ——— (۹۰)

لاہور

۱۸۔ نومبر ۱۹۳۳ء

مخدومی جناب قبلہ مولینا، السلام علیکم

معارف سے معلوم ہوا کہ آپ مع الخیر وطن پہنچ گئے۔

بہ عریضہ حضرت محی الدین ابن عربی کے مسئلہ زمان و مکان کی تلخیص کی یاد دہانی کے لئے لکھتا ہُوں۔ مجھے چند روز تک اس کی ضرورت پڑے گی، اس واسطے التماس ہے کہ اِدھر جلد توجہ فرما کر مجھے ممنون فرمائیے۔

شاہ نادر کی شہادت کا قلق ہُوا، خدا تعالیٰ اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ انشاء اللہ افغانستان میں امن و امان رہے گا۔ مَیں نے شاہ ظاہر کو تار دے دیا تھا، جس کا جواب پرسوں موصُول ہُوا۔ صدرِ اعظم صاحب کا تار بھی آیا تھا۔ امید کہ آپ نے بھی ان کو تعزیت کا تار دیا ہو گا، زیادہ کیا عرض کروں۔

امید کہ جناب کا مزاج بخیر ہو گا والسلام

محمد اقبال

(۵۹) ———— (۹۱)

لاہور

۹۔ دسمبر ۱۹۳۳ء

مخدومی، السلام علیکم

عمر خیام پر آپ نے جو کچھ لکھ دیا ہے اُس پر اب کوئی مشرقی

یا مغربی عالم اضافہ نہ کر سکے گا، الحمد للہ کہ اس بحث کا خاتمہ آپ کی تصنیف پر ہوا۔

مولوی نور الاسلام کا رسالہ فی تحقیق المکان کی نقل رامپور کتب خانہ سے آگئی ہے، اب آپ کے ایفائے وعدہ کا انتظار ہے، امید ہے کہ آپ ادھر جلد توجہ فرما کر مجھے شکر گذاری کا موقع دیں گے، زیادہ کیا عرض کروں، امید کہ جناب کا مزاج بخیر ہوگا۔

والسلام

مخلص محمد اقبال

(۹۲) ——— (۶۰)

لاہور

۱۵- دسمبر ۱۹۳۳ء

مخدومی جناب مولینا، السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ ابھی ملا ہے۔ تلخیص کے لئے نہایت شکر گذار ہوں، مگر اسے پڑھ کر میرے دل میں ایک خیال یا سوال پیدا ہوا ہے، جس کا پوچھنا ضروری ہے۔

اگر دہر ممتد اور مستمر ہے اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی ہے، تو پھر مکان کیا چیز ہے؟ جس طرح زمان دہر کا ایک طرح سے عکس ہے، اُسی طرح مکان بھی دہر ہی کا عکس ہونا چاہئے۔ یا یوں کہئے کہ زمان و مکان دونوں کی حقیقتِ اصلیہ دہر ہی ہے، کیا یہ خیال محی الدین ابن عربیؒ کے نقطۂ خیال سے صحیح ہے؟ اس کا جواب شاید فتوحات ہی میں ملے۔ مہربانی کر کے تھوڑی سی تکلیف اور گوارا فرمائیے اور دیکھئے کہ کیا انہوں نے مکان پر بھی کچھ بحث کی ہے اور اگر کی ہے تو مکان اور دہر کا تعلق ان کے نزدیک کیا ہے، اس زحمت کے لئے معافی چاہتا ہوں، اور جواب جہاں تک ہو جلد مانگتا ہوں۔

مَیں نے زمان و مکان کے متعلق تھوڑا سا مطالعہ کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے بڑے بڑے مسائل پر غور و فکر کیا ہے اور اس غور و فکر کی تاریخ لکھی جا سکتی ہے۔ یہ کام صرف آپ ہی کر سکتے ہیں۔ میرے خیال میں آپ کو چاہئے کہ اس کام کو اپنی زندگی کے اہم مقاصد میں شمار کریں۔

جواب کا انتظار رہے گا۔ والسّلام

مخلص محمد اقبال

(۹۳) ——— (۶۱)

لاہور

۱۵ جنوری ۱۹۳۷ء

مخدومی، السلام علیکم

دُنیا اس وقت عجیب کشمکش میں ہے، جمہوریت فنا ہو رہی ہے، اور اس کی جگہ ڈکٹیٹر شپ قائم ہو رہی ہے۔ جرمنی میں مادی قوت کی پرستش کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ سرمایہ داری کے خلاف پھر ایک جہادِ عظیم ہو رہا ہے، تہذیب و تمدّن (بالخصوص یورپ میں) بھی حالت نزع میں ہے، غرض کہ نظامِ عالم ایک نئی تشکیل کا محتاج ہے۔ ان حالات میں آپ کے خیال میں اسلام اس جدید تشکیل کا کہاں تک ممد ہو سکتا ہے۔ اس مبحث پر اپنے خیالات سے مستفیض فرمائیے۔ اور اگر کوئی کتابیں ایسی ہوں جن کا مطالعہ اس

ضمن میں مفید ہو تو ان کے ناموں سے آگاہ فرمائیے۔ والسّلام

محمد اقبال

(۹۴) ——— (۶۲)

لاہور

۲۴۔ جنوری ۱۹۳۴ء

مخدوم و مکرم، السّلام علیکم

کچھ روز ہوئے ایک عریضہ لکھا تھا، غالباً آپ کی عدیم الفرصتی جواب سے مانع رہی۔ اس خط کے جواب کا انتظار ہے۔

کل میں آپ کے پرانے خطوط پڑھ رہا تھا، جو میرے پاس محفوظ ہیں۔ ان میں سے ایک خط میں آپ نے یہ لکھا ہے کہ اسلامی ریاست کے امیر کو اختیار ہے کہ جب اُسے معلوم ہو کہ بعض شرعی اجازتوں میں فساد کا امکان ہے تو ان اجازتوں کو منسوخ کر دے عارضی طور پر، یا مستقل طور پر، بلکہ بعض فرائض کو بھی منسوخ کر سکتا ہے[1]، اس وقت آپ کا خط میرے سامنے

---

[1] ڈاکٹر صاحب کے حافظے نے غلطی کی ہے۔ ملتوی کی جگہ منسوخ لکھ گئے ہیں۔

نہیں ہے۔ حافظے سے لکھ رہا ہُوں کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو اس کا حوالہ کہاں سے ملے گا؟ مہربانی کر کے اس کتاب کا پتہ دیجئے جس میں یہ مسئلہ درج ہے

۲- کیا یہ صحیح ہے کہ متعہ (نکاحِ موقت) حضرت عمرؓ سے پہلے مسلمانوں میں مروج تھا، اور حضرت عمرؓ نے اُسے منسوخ کر دیا نیز زمانہ حال کا کوئی امیر بھی کسی امر کی نسبت ایسا فیصلہ کرنے کا مجاز ہے؟

سفرنامہ کابل بہت دلچسپ ہے۔ ممکن ہے آپ کو وہاں ایک دفعہ پھر جانا پڑے۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہے والسلام

مخلص محمد اقبال

(۹۵) ——— (۶۳)

لاہور
یکم فروری ۱۹۳۴ء

جناب مولانا، السّلام علیکم

۱- آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے جس کے لئے بہت شکر گذار

ہوں، میں نے آپ کا پہلا خط پھر دیکھا ہے، آپ نے جو کچھ لکھا ہے درست ہے۔ مگر میں ان معاملات کی ایک فہرست چاہتا ہوں جن کے متعلق رائے قائم کرنا "امام" کے سپرد ہے۔ جرائم میں ایسے جرم ہیں جن کی تعزیر غالباً قرآن شریف میں مقرر ہے، اُن کے متعلق امام کیونکر رائے دے سکتا ہے؟

۲- آپ فرماتے ہیں کہ تواترِ عمل کی ایک مثال نماز ہے۔ مالکیوں اور حنفیوں اور شیعوں میں جو اختلاف صورت نماز میں ہے وہ کیونکر ہؤا؟

۳- ایک اور سوال پوچھنے کی جرأت کرتا ہوں :- (۱) احکام منصوصہ میں توسیع اختیارات امام کے اصول کیا ہیں؟ (۲) اگر امام توسیع کر سکتا ہے تو کیا ان کے عمل کو محدود بھی کر سکتا ہے، اس کی کوئی تاریخی مثال ہو تو واضح فرمائیے (۳) زمین کا مالک قرآن کے نزدیک کون ہے؟ اسلامی فقہا کا مذہب اس بارے میں کیا ہے؟ قاضی مبارک میں شاید اس کے متعلق کوئی فتویٰ ہے، وہ فتویٰ کیا ہے؟ (۴) اگر کوئی اسلامی ملک (روس کی طرح) زمین کو حکومت کی ملکیت

قرار دے تو کیا یہ بات شرعِ اسلامی کے موافق ہو گی یا مخالف؟ اس مسئلہ کا سیاست اور اجتماع معاشرت سے گہرا تعلق ہے، کیا یہ بات بھی رائے امام کے سپرد ہو گی؟ (۴) صدقات کی کتنی قسمیں اسلام میں ہیں؟ صدقہ اور خیرات میں کیا فرق ہے؟ تکلیف تو آپ کو ان سوالات کے جواب میں ہو گی، مگر مجھے امید ہے کہ آپ مجھے اس زحمت کے لئے معاف فرمائیں گے۔

تعلیمی مشورت کے لئے جو جلسے آپ کے آنے سے پہلے ہُوئے ان کے متعلق کچھ نوٹ سیّد راس مسعود نے لئے تھے ان کی خدمت میں ہم دونوں کے علاوہ سردار فیض محمد خاں وزیر خارجہ اور افغانی تعلیمی بورڈ کے ممبر اور غالباً ترکی تعلیمی مشیر شامل تھے، سرور خاں کے خطوط بھی آئے تھے والسلام

مخلص

محمد اقبال

(۹۶) ——— (۶۴)

لاہور
۶۔ستمبر ۱۹۳۴ء

مخدومی مولٰینا، السلام علیکم

یہ خط اعظم گڈھ کے پتہ پر لکھتا ہوں، معلوم نہیں کہ آپ ابھی علی گڈھ ہی میں ہیں یا وہاں سے واپس آ گئے۔ راغب اصفہانی نے مفردات میں لفظ نبی کی تشریح میں لکھا ہے کہ لفظ نبی کے دو معنی ہیں۔ خبر دینے والا، اور مقام بلند پر کھڑا ہونے والا، اوّل الذکر نبی ہمزہ کے ساتھ اور دوسرا بغیر ہمزہ کے، اس ضمن میں راغب نے ایک حدیث بھی نقل کی ہے۔ یعنی حضور رسالتمآب نے فرمایا کہ میں نبی بغیر ہمزہ کے ہوں۔ یہ حدیث صحاح ستّہ میں ہے یا نہیں۔[ف۱]

قرآن شریف میں جن انبیاء کا ذکر ہے اُن میں کون سے نبی

ف۱ یہ حدیث صحاح میں نہیں۔ آپ نے اس لئے نبیٔ کہنے سے منع فرمایا کہ لغت کی رُو سے منصبدار نبوت کے لئے نبیّ لفظ ہے نبیٔ نہیں۔

بالہمزہ ہیں، اور کون سے بغیر ہمزہ؟ یا سب کے سب بغیر ہمزہ ہیں؟[1]

۲- لفظ نار[2] کا روٹ عربی زبان میں کیا ہے؟

۳- لفظ نجات کا روٹ کیا ہے، اور روٹ کے رو سے اس کے معنی کیا ہیں؟ غالباً راغب ہی نے لکھا ہے کہ اس کے معنی بلندی کے ہیں۔

نمبر ایک میں جو سوال مَیں نے لکھا ہے وہ بڑا اہم ہے۔ کیونکہ اگر قرآنی انبیاء یا حضور رسالت مآب نبی بغیر ہمزہ ہیں تو لفظ نبی کا انگریزی ترجمہ Prophet جس کے معنی خبر دینے والا کے ہیں، کیونکر درست ہو سکتا ہے؟

امید کہ آپ کا مزاج بخیر و عافیت ہو گا۔

آپ کا سفرنامۂ افغانستان خُوب ہے، لوگوں نے بہت

---

[1] یقیناً سب کے سب نبیؑ بلاہمزہ کے ہیں۔

[2] ن و ر معلوم ہوتا ہے۔ اس اماروٹ کے اصلی معنی چمک کے معلوم ہوتے ہیں۔ نُور، روشنی، نار آگ، نُورہ چُونا، نورۃ کلی۔ سب اسی ایک مفہوم کے مظاہر ہیں۔

[3] ن ج و معنی بلندی کے یعنی جو سیلاب کے وقت پناہ کی جگہ بن سکے اسی سے نجوۃ ہے اسی سے موجودہ نجات ہے۔

پسند کیا۔ ہاں ایک ضروری بات یاد آگئی، یہاں ایک صاحب کے
پاس شاہ ولی اللہؒ کے تفہیماتِ الٰہیہ کی دُوسری جلد ہے، جو شاہ
عاشق حسین (شاگرد شاہ ولی اللہ) کی لکھی ہُوئی ہے۔کیا ندوہ کے
کتب خانہ میں یہ کتاب موجُود ہے مولوی نواب صدر یار جنگ
کے ہاں جو نسخہ ہے وہ پہلی جلد ہے یا دوسری یا دونوں؟ کیا کسی
نے اس کتاب کے اردو ترجمہ کا انتظام کیا ہے؟ مجھے ایسا یاد
پڑتا ہے کہ شاید معارف میں اس کے اردو ترجمہ کا اعلان کیا
گیا تھا۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

(۶۵)――――(۹۷)

بھوپال، شیش محل
۱۹-جولائی ۱۹۳۵ء

مخدوم و مکرم جناب قبلہ مولوی صاحب
السلام علیکم۔ میں گلے کے برقی علاج کے لئے کچھ مدّت
کے لئے بھوپال میں مقیم ہُوں۔اس خط کا جواب یہیں مذکورہ

بالا پتہ پر عنایت فرمائیے۔

۱۔ کیا فقہ اسلامی کی رُو سے توہینِ رسُول قابلِ تعزیر جرم ہے[1] اگر ہے تو اس کی تعزیر کیا ہے[2]؟

۲۔ اگر کوئی شخص جو اسلام کا مدعی ہے یہ کہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو حضور رسالت مآب پر جزوی فضیلت حاصل ہے اس واسطے کہ مرزا قادیانی ایک زیادہ متمدّن زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں تو کیا ایسا شخص توہینِ رسُول کے جُرم کا مرتکب ہے؟ بالفاظِ دیگر اگر توہینِ رسُول جرم قابلِ تعزیر ہے تو عقیدۂ مذکور توہینِ رسُول کی حد میں آتا ہے یا نہیں[3]؟

---

[1] بے شبہ۔

[2] تعزیر حسب رائے امام قید سے لیکر قتل تک۔

[3] حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی کو جزوی فضیلت حاصل ہونا جائز ہے، اور ایسا کہنا نہ کفر ہے نہ توہینِ نبی کا باعث ہے۔ البتہ مقتضائے محبت کے خلاف ہے اور پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ یہ جزوی فضیلت حقیقت میں فضیلت کے شمار میں ہے بھی، مثلاً زیادہ متمدن زمانہ میں ہونا کوئی فضیلت نہیں۔ کیونکہ خود تمدّن نہ کوئی دینی فضیلت ہے نہ اخلاقی نہ عقلی بلکہ ممکن ہے کہ اس کے بعد (باقی بر صفحہ ۱۹۰)

۳- اگر توہینِ رسول کی مثالیں کتب فقہ میں مذکور ہوں تو مہربانی فرما کر ان میں سے چند تحریر فرمائیے، کتاب کا حوالہ بقیہ صفحہ تحریر فرما کر ممنون فرمائیے۔

امید ہے کہ اس عریضہ کا جواب جلد ملے گا، زیادہ کیا عرض کروں، میری صحت پہلے سے بہتر ہے۔

امید ہے اس دفعہ کے علاج سے زیادہ فائدہ ہوگا۔

والسّلام

مخلص محمد اقبال (لاہور)

حال وارد بھوپال

بقیہ صفحہ ۱۸۹- اور بھی دنیا زیادہ متمدّن ہوجائے تو اس زمانہ کے آدمی پر بھی اس زمانہ کے آدمی کو فوقیت ہو جائے اور اگر یہ امر باعثِ فضیلت ہو تو غلام احمد قادیانی کیا اقبال سیالکوٹی کو بھی یہ جزوی فضیلت حاصل ہے بلکہ غلام احمد سے زیادہ کیونکہ مرزا صاحب نے صرف اس کو دُور سے دیکھا ہے، چکّھا اور آزمایا نہیں۔

؎۴ یہ نقل کفر مجھ سے نہ ہوگا۔ آپ السیف المسلول علی شاتم الرسول دیکھ لیجئے۔

(۹۸)————(٦٦)

بھوپال شیش محل

یکم اگست ۱۹۳۵ء

مخدوم مکرم جناب مولینا، السلام علیکم

آپ کا والا نامہ مجھے ابھی ملا ہے، جس کے لئے سراپا سپاس ہوں۔

چند امور اور بھی دریافت طلب ہیں اُن کے جواب سے بھی ممنون فرمائیے،[1]

ا۔ تکملۂ مجمع البحار صفحہ ۸۵ میں حضرت عائشہؓ کا ایک قول نقل کیا گیا ہے، یعنی یہ کہ حضور رسالت مآب کو خاتم النبیین کہو، لیکن یہ نہ کہو کہ ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں ہوگا۔[2]

---

[1] اس وقت وہ ردِّ قادیانی پر اپنا مضمون تیار کر رہے تھے۔

[2] جی ہاں! اس کتاب میں یہ روایت ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ سے لی گئی ہے لیکن اس کی سند مذکور نہیں جو روایت کی صحت وضعف کا پتہ لگایا جائے، اور اگر صحیح ہو بھی تو یہ حضرت عائشہؓ کی محض رائے ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلعم نے (باقی بر صفحہ ۱۹۲)

مہربانی کر کے کتاب دیکھ کر یہ فرمائیے کہ آیا اس قول کے اسناد درج ہیں، اور اگر ہیں تو آپ کے نزدیک ان اسناد کی حقیقت کیا ہے؟ ایسا ہی قول دُرِّ منثور جلد پنجم صفحہ ۲۰۴ میں ہے، اس کی تصدیق کی بھی ضرورت ہے[1]۔ مَیں نے یہاں بھوپال میں یہ کتب تلاش کیں افسوس اب تک نہیں ملیں۔

حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۷ - ۴۳۱ حضرت مسیحؑ کے دوبارہ آنے کے متعلق ارشاد ہے:-

"من قال بسبب بنوتہ کفر حقا" اس قول کی آپ کے نزدیک کیا حقیقت ہے[2]؟

(بقیہ صفحہ ۱۹۱) بار بار خود فرمایا ہے لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں، حضرت عائشہ رضؓ نے اپنے خیال میں اس لئے ایسا کہنے سے منع کیا کہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کا انکار اس سے لوگ نہ سمجھنے لگیں۔ بہرحال یہ ان کا خیال ہے جس کا صحیح ہونا ضروری نہیں۔ خصوصًا ایسی صورت میں جب خود حضور صلعم کے قول کے خلاف ہو۔

[1] جی ہاں وہی روایت بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ اس کتاب میں بھی ہے اور اس کی نسبت پہلے لکھ چکا۔

[2] دیکھو صفحہ ۱۹۳۔

۳۔"لوعاش ابراھیم لکان نبیًا" اس حدیث کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے، نووی اسے معتبر نہیں جانتا۔ ملا علی قاری کے نزدیک معتبر ہے۔ کیا اس کے اسناد درست ہیں؟[۱] بخاری کی حدیث

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۲) حجج الکرامہ فی آثار القیامہ نواب صدیق حسن خاں کی کتاب ہے حضرت عیسیٰؑ کی آمد ثانی بصفت نبوت ہوگی یا بلا صفتِ نبوت۔ اس باب میں علما کا اختلاف ہے۔ نواب صاحب کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ بصفت نبوت ہوگی اس لئے وہ لکھتے ہیں کہ جو لوگ ان کی آمدِ ثانی میں ان کی صفتِ نبوت کا انکار کرتے ہیں وہ مرتکب کلمۂ کفر ہیں۔ بہر حال یہ رائے ہے۔

[۱] یہ ابنِ ماجہ کی روایت ہے۔ اس روایت کو بعض محققین نے موضوعات میں شمار کیا ہے، اور بعض نے کہا ہے کہ یہ فرضًا ہے واقعہ نہیں، کیونکہ لَو فرض اور عدم وقوع کے لئے آتا ہے، اسی سے معلوم ہُوا کہ محمد رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اس لئے ابراہیم بن محمد کو بچپن ہی میں اٹھا لیا گیا۔ چنانچہ دوسری روایتوں میں بھی مذکور ہے۔ چنانچہ خود ابنِ ماجہ میں اور بخاری میں ہے ولو قضی ان یکون بعد محمد نبیٌّ لعاش ابنہ ولکن لا نبی بعدہ (ابن ماجہ جنائز۔ بخاری انبیا) یعنی یہ کہ اگر فیصلہ الٰہی یہ ہوتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو تو آپ کے صاحبزادہ زندہ رہتے۔ لیکن یہ فیصلہ الٰہی ہو چکا تھا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ ملا علی قاری نے اس کو موضوعات میں لیا ہے اس کو معتبر نہیں کہا ہے، ضعیف کہا ہے۔ اس میں ابو شیبہ ابراہیم راوی ضعیف ہے۔ بلکہ وہ متروک الحدیث، منکر الحدیث، باطل گو اور دروغ گو تک کہا گیا ہے (بقیہ بر صفحہ ۱۹۴)

واماھکم منکم میں واؤ حالیہ ہے کیا؟[1] اگر حالیہ ہو تو اس حدیث کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے دوبارہ آنے سے مسلمانوں کو کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ جس وقت وہ آئیں گے مسلمانوں کا امام خود مسلمانوں ہیں سے ہوگا۔

۵۔ ختم نبوت کے متعلق اور بھی اگر کوئی بات آپ کے ذہن میں ہو تو اس سے آگاہ فرمائیے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

(بقیہ صفحہ ۱۹۳) اس کے بعد بشرط صحت ملا نے اس کی تاویل کی ہے۔ بہرحال اس حدیث کا وہی مطلب ہے جو اس حدیث کا ہے لوکان بعدی نبیا لکان عمر (مسند احمد، ترمذی) یعنی یہ کہ اگر میرے بعد نبی ہونا ممکن ہوتا تو عمرؓ بن خطاب نبی ہوتے۔ لیکن چونکہ ممکن نہیں اس لئے نہ وہ اور نہ کوئی اور نبی ہو سکتا ہے۔

[1] صحیح یہی ہے کہ واو حالیہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسٰی عیسائیوں پر حجت ہوں گے اور مسلمانوں کی تائید فرمائیں گے۔ مسلمانوں کا امام الگ ہوگا۔ حضرت عیسٰیؑ نہ ہوں گے۔

(۹۹)————(۶۷)

بھوپال
۲۰- اگست ۱۹۳۵ء

مخدومی، السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ ابھی ملا ہے، جس کے لئے سراپا سپاس ہُوں۔

مَیں بھی یہاں حمیدیہ لائبریری اور بعض پرائیویٹ احباب سے کتابیں منگوا کر دیکھتا رہا- الحمدللہ کہ بہت سی باتیں مل گئیں- اِس مطالعہ سے مجھے بے انتہا فائدہ ہؤا، اور آپ کے خط نے تو اور بھی راہیں کھول دی ہیں،

مَیں نے کبھی اپنے آپ کو شاعر نہیں سمجھا- اس واسطے کوئی میرا رقیب نہیں اور نہ مَیں کسی کو اپنا رقیب تصوّر کرتا ہُوں، فنِ شاعری سے مجھے کبھی دلچسپی نہیں رہی، ہاں بعض مقاصد خاص رکھتا ہوں جن کے بیان کے لئے اس ملک کے حالات و روایات کی رُو سے مَیں نے نظم کا طریقہ اختیار کر لیا ہے، ورنہ

نہ بینی خیر ازاں مردِ فرودست
کہ بر من تہمتِ شعر و سخن بست (زبورِ عجم)

مخلص محمد اقبال

(۶۸) ———— (۱۰۰)

بھوپال
۲۳- اگست ۱۹۳۵ء

مخدوم مکرم جناب مولینا، السلام علیکم
ایک عریضہ لکھ چکا ہوں، امید کہ پہنچ کر ملاحظۂ عالی سے گذرا ہو گا۔
ایک بات دریافت طلب رہ گئی تھی جواب عرض کرتا ہوں۔
کیا علمائے اسلام میں کوئی ایسے بزرگ بھی گذرے ہیں جو حیات
و نزول مسیح ابن مریمؑ کے منکر ہوں؟ یا اگر حیات کے قائل ہوں تو نزول
کے منکر ہوں؟ معتزلہ کا عام طور پر اس مسئلہ میں کیا مذہب ہے؟[ا]

ا مجھے جہاں تک علم ہے نزول مسیح کا انکار کسی نے نہیں کیا۔ معتزلہ کی کتابیں
نہیں ملتیں جو حال معلوم ہو۔ البتہ ابن حزم وفات مسیح کے قائل تھے سلتے
ہی نزول کے بھی۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا، میں ۲۸۔ اگست کی شام کو رخصت ہو جاؤں گا۔ علاج کا کورس اس روز صبح ختم ہو جائیگا، اس خط کا جواب لاہور کے پتہ پر ارسال فرمائیے۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

(۶۹) ——— (۱۰۱)

لاہور
۲۔ اگست ۱۹۳۶ء

مخدومی مولینا، السلام علیکم

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو صحت عطا فرمائی، آپ کا وجود ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ازبس ضروری ہے، اور مجھے یقین ہے کہ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا ہے تاکہ وہ دیر تک آپ کے علوم سے مستفیض ہوتے رہیں۔

مَیں نے سنا ہے کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب بدور البازغہ چھپ گئی ہے، مہربانی کر کے اُس کا ایک نسخہ وی، پی

مجھے ارسال فرمائیے۔ اگر آپ کے ہاں نہیں ہے تو مہربانی کر کے جہاں سے دستیاب ہو سکتی ہے وہاں سے منگوا دیجئے، یا اُن کو لکھ دیجئے کہ ایک نسخہ میرے لئے وی، پی کر دیا جائے۔ مجھے معلوم نہیں کہاں چھپی ہے اور کہاں سے دستیاب ہو سکتی ہے۔ اس واسطے آپ کو تکلیف دی گئی ہے۔

موسیٰ جار اللہ کو آپ جانتے ہونگے انہوں نے حال ہیں ایک کتاب عقائدِ شیعہ پر شائع کی ہے اس میں بعض لطائف ہیں جو بہت جاذبِ توجہ ہیں۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

(۱۰۲) ———— (۷۰)

لاہور
۷۔ اگست ۱۹۳۶ء

مخدومی، السّلام علیکم، والا نامہ ابھی ملا ہے، آپ کی صحت کی خبر پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ خدا تعالیٰ آپ کو دیر تک زندہ و سلامت رکھے، میری صحت کی حالت بہ نسبت سابق

بہتر ہے، گو آواز میں کوئی خاص ترقی نہیں ہوئی۔ انشاءاللہ موسم سرما میں وہ انگریزی کتاب لکھنا شروع کروں گا جس کا وعدہ مَیں نے اعلیٰحضرت نواب صاحب بھوپال سے کر رکھا ہے۔ اس میں آپ کے مشورہ کی ضرورت ہے، بدور البازغہ بھی اسی مطلب کے لئے منگوائی ہے، اس کتاب میں زیادہ تر قوانین اسلام پر بحث ہوگی۔ کہ اس وقت اسی کی زیادہ ضرورت ہے، اس کے متعلق جو جو کتب آپ کے ذہن میں ہیں مہربانی کر کے اُن کے ناموں سے مجھے آگاہ فرمائیے۔ اور یہ بھی فرمائیے کہ کہاں کہاں سے دستیاب ہونگی۔

الحمد للہ کہ اب قادیانی فتنہ پنجاب میں رفتہ رفتہ کم ہو رہا ہے، مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی دو تین بیان چھپوائے ہیں، مگر حال کے روشن خیال علماء کو ابھی بہت کچھ لکھنا باقی ہے۔ اگر آپ کی صحت اجازت دے تو آپ بھی اس پر ایک جامع و نافع بیان شائع فرمائیے، مَیں بھی تیسرا بیان انشاءاللہ جلد لکھوں گا اس کا موضوع ہوگا 'بروز' لفظ بروز[1] کے متعلق اگر کوئی نکتہ آپ

---

[1] لفظ بروز کے معنی تو ظہور ہیں۔ مگر اسکے اصطلاحی معنی ملاحدۂ عجم کی پیداوار ہیں۔

کے ذہن میں ہو، یا کہیں صوفیہ کی کتابوں میں اس پر بحث ہو تو اس کا پتہ دیجئے، نہایت شکر گذار ہونگا۔

موسیٰ جار اللہ[1] صاحب کی کتاب نہایت عمدہ ہے ملنے کا پتہ کتاب پر یہ لکھا ہے

مکتبہ الخانجی، شارع عبدالعزیز، مصر

امید کہ مزاجِ والا بخیر و عافیت ہوگا، والسلام

مخلص محمد اقبال

[1] موسیٰ جار اللہ مشہور روسی عالم مفکر، یہ ہندوستان کئی بار آچکے ہیں مجھ سے مکہ معظمہ میں اُن سے ملاقات ہوئی تھی۔ یہ ترکی میں بہت سی اسلامی کتابوں کے مصنف ہیں۔

مولوی ظفر احمد صاحب صدیقی کے نام

(۱۰۳) ——————— (۱)

لاہور

۱۲- دسمبر ۱۹۳۶ء

(۱) جناب من معترض ..... قرآن کریم کی تعلیم سے بے بہرہ ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس، اسلامی تصوّف میں مسئلۂ خودی کی تاریخ اور نیز میری تحریروں سے ناواقف محض ہے۔ موخر الذکر صورت میں مَیں اُسے معذور جانتا ہُوں۔ آخر اس غلامی کے زمانہ میں مسلمانوں کے پاس کونسا ذریعہ ہے جس سے وہ اپنی آئندہ نسلوں کو اسلامی تصورات کے بننے اور بگڑنے کی تاریخ سے آگاہ کر سکیں غلام قوم مادیات کو روحانیات پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ اور جب انسان میں خُوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوت نفس

اور رُوحِ انسانی کا ترفع ہو۔

(۲) اعتراض کا جواب آسان ہے۔ دینِ اسلام جو ہر مسلمان کے عقیدہ کی رُو سے ہر شے پر مقدم ہے نفسِ انسانی اور اس کی مرکزی قوتوں کو فنا نہیں کرتا بلکہ ان کے عمل کے لئے حدود معین کرتا ہے۔ ان حدود کے معیّن کرنے کا نام اصطلاحِ اسلام میں شریعت یا قانون الٰہی ہے۔ خودی خواہ مسولینی کی ہو خواہ ہٹلر کی قانون الٰہی کی پابند ہو جائے تو مسلمان ہو جاتی ہے۔ مسولینی نے حبشہ کو محض جُوع الارض کی تسکین کے لئے پامال کیا۔ مسلمانوں نے اپنے عروج کے زمانہ میں حبشہ کی آزادی کو محفوظ رکھا۔ فرق اس قدر ہے کہ پہلی صُورت میں خودی کسی قانون کی پابند نہیں۔ دوسری صُورت میں قانون الٰہی اور اخلاق کی پابند ہے۔ بہر حال حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسُوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکامِ الٰہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی

اور رُوحِ انسانی کا ترفع ہو۔

(۲) اعتراض کا جواب آسان ہے۔ دینِ اسلام جو ہر مسلمان کے عقیدہ کی رُو سے ہر شے پر مقدم ہے نفسِ انسانی اور اس کی مرکزی قوتوں کو فنا نہیں کرتا بلکہ ان کے عمل کے لئے حدود معین کرتا ہے۔ ان حدود کے معیّن کرنے کا نام اصطلاحِ اسلام میں شریعت یا قانون الٰہی ہے۔ خودی خواہ مسولینی کی ہو خواہ ہٹلر کی قانون الٰہی کی پابند ہو جائے تو مسلمان ہو جاتی ہے مسولینی نے حبشہ کو محض جُوع الارض کی تسکین کے لئے پامال کیا۔ مسلمانوں نے اپنے عروج کے زمانہ میں حبشہ کی آزادی کو محفوظ رکھا۔ فرق اس قدر ہے کہ پہلی صُورت میں خودی کسی قانون کی پابند نہیں۔ دوسری صُورت میں قانون الٰہی اور اخلاق کی پابند ہے۔ بہر حال حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسُوس کرنے کا نام طریقت ہے جب احکامِ الٰہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی

مولوی ظفر احمد صدیقی کے نام

لاہور، ۱۲ دسمبر ۳۶ء

جناب من۔ [illegible]

۱۔ قرآن کریم کی تعلیم سے بے بہرہ ہیں علمائے الٰہیات اسلامی تصوف یا مسئلہ خودی کی تاریخ اور نیز میری تحریروں سے ناواقف محض ہیں۔ موخر الذکر حضرات کو میں معذور جانتا ہوں کیونکہ اس ملک کے زمانۂ حال کے مسلمانوں کو اس کا کوئی ذریعہ ہی نہیں جس سے وہ ~~[illegible]~~ اپنی آئندہ نسلوں کو اسلامی تصورات کے سمجھنے اور ان کی تاریخ سے آگاہ کر سکیں۔ علوم قدیم یا دینیات کو روحانیات پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ اور جب انسان خود علوم کی تاریخ پر جاتا ہے تو ہر ایسی تعلیم سے بیزار ہو جاتا ہے بلکہ نفرت کرتا ہے جس کا مقصد قوت نفس اور ربط انسانی کا ترفع ہو۔

۲۔ اعتراض کا جواب آسان ہے۔ دنیائے اسلام جو ہر مسلمان کے عقیدہ کی رو سے ہر شے پر مقدم ہے نفس انسانی اور اس کی مرکزی قوتوں کو فنا نہیں کرتا بلکہ ان کے ~~[illegible]~~ عمل کے لیے حدود معین کرتا ہے۔ ان حدود کے معین کرنے کا نام اصطلاح اسلام میں شریعت یا قانون الٰہی ہے۔ خودی خواہ مسولینی کی ہو خواہ ہٹلر کی قانون الٰہی کی پابند ہو جائے تو مسلمان ہو جاتی ہے۔ مسولینی نے حبشہ کو محض جوع الارض کی تسکین کے لیے پامال کیا۔ مسلمانوں نے اپنے عروج کے زمانے میں حبشہ کی آزادی کو محفوظ رکھا۔ فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں خودی کسی قانون کی پابند نہیں، دوسری صورت میں قانون الٰہی و اخلاقی کی پابند ہے۔ بہرحال حدود خودی کی تعیین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکام الٰہی خودی میں ~~[illegible]~~ اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیۂ اسلام نے فنا کہا ہے بعض نے اسی کا نام بقا رکھا ہے۔ لیکن ہندی اور ایرانی صوفیہ میں سے اکثر نے مسئلہ فنا کی تفسیر فلسفۂ ویدانت اور بدھ مت کے زیر اثر کی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اس وقت عملی اعتبار سے ناکارہ محض ہے۔ میرے عقیدے کی رو سے یہ تفسیر بغداد کی تباہی سے بھی زیادہ خطرناک تھی اور ایک معنی میں میری تمام تحریریں اسی تفسیر کے خلاف ایک قسم کی بغاوت ہیں۔

۳. مذہب کا یہ کہنا کہ اللہ کی راہ میں لڑائی اور جنگ اچھی ہے غلط ہے ۔ یہ جنگ کا کام نہیں ہے بلکہ زکوٰۃ [illegible] مسلمانوں کی ترقی کا موجب ہے

کہ یہ تو ہر ایک شخص کا اپنا فرض ہے ۔ قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ جہاد یا جنگ صرف دو صورتوں میں جائز ہے اور

معلوم ہے ۔ پہلی صورت یعنی اپنی حفاظت ۔ جب مسلمانوں پر ظلم کیا جائے اور ان کو گھروں سے نکالا جائے مسلمانوں کو تلوار

اٹھانے کی اجازت ہے (دیکھو) دوسری صورت میں جہاد کا حکم ہے ۹ : ۱۲۹ [illegible] بیان ہو چکی ہے اس آیت کو

غور سے پڑھو [illegible] جنگ [illegible]

کتاب ہے قرآن نے اس امر کی کمی [illegible] بیان کیا ہے [illegible] گذشتہ زمانہ میں مسلمانوں [illegible] اسلام [illegible] قرآن

[illegible] بیان [illegible] اقوام [illegible] گذر گئی ہیں [illegible] اقوام [illegible]

[illegible] ہے [illegible] کہ [illegible] اقوام [illegible] قانون [illegible]

[illegible] جنگ [illegible] جنگ [illegible]

جنگ کرنا [illegible] اسلام میں حرام ہے [illegible] تلوار اٹھانا [illegible] ہے

۴. [illegible] ۔ اس [illegible] اسلام [illegible]

[illegible] ہے [illegible] ہے

[illegible] ہے [illegible] ہے ۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیائے اسلام نے فنا کہا ہے۔ بعض نے اسی کا نام بقا رکھا ہے لیکن ہندی اور ایرانی صوفیہ میں سے اکثر نے مسئلۂ فنا کی تفسیر فلسفۂ ویدانت اور بدھ مت کے زیر اثر کی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اس وقت عملی اعتبار سے ناکارہ محض ہے۔ میرے عقیدہ کی رُو سے یہ تفسیر بغداد کی تباہی سے بھی زیادہ خطرناک تھی اور ایک معنی میں میری تمام تحریریں اسی تفسیر کے خلاف ایک قسم کی بغاوت ہیں۔

(۳) معترض کا یہ کہنا کہ اقبال اس دورِ ترقی میں جنگ کا حامی ہے غلط ہے۔ مَیں جنگ کا حامی نہیں ہُوں نہ کوئی مسلمان شریعت کے حدودِ معینہ کے ہوتے ہُوئے اس کا حامی ہو سکتا ہے۔ قرآن کی تعلیم کی رُو سے جہاد یا جنگ کی صرف دو صورتیں ہیں۔ محافظانہ اور مصلحانہ۔ پہلی صورت میں یعنی اس صورت میں جب کہ مسلمانوں پر ظلم کیا جائے اور ان کو گھروں سے نکالا جائے مسلمان کو تلوار اُٹھانے کی اجازت ہے (نہ حکم) دوسری صورت جس میں

جہاد کا حکم ہے ۹ : ۹ م میں بیان ہوئی ہے۔ اِن آیات کو غور سے پڑھیئے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ وہ چیز جس کو سیموئل ہور جمعیت اقوام کے اجلاس میں Collective Security کہتا ہے قرآن نے اس کا اصول کس سادگی اور فصاحت سے بیان کیا ہے۔ اگر گذشتہ زمانہ کے مسلمان مدبرین اور سیاسیین قرآن پہ تدبر کرتے تو اسلامی دنیا میں جمعیتِ اقوام کے بنے ہوئے آج صدیاں گذر گئی ہوتیں جمعیتِ اقوام جو زمانہ حال میں بنائی گئی ہے اُس کی تاریخ بھی یہی ظاہر کرتی ہے کہ جب تک اقوام کی خودی قانونِ الٰہی کی پابند نہ ہو امنِ عالم کی کوئی سبیل نہیں نکل سکتی۔ جنگ کی مذکورہ بالا دو صورتوں کے سوائے مَیں اور کسی جنگ کو نہیں جانتا۔ جوع الارض کی تسکین کے لئے جنگ کرنا دینِ اسلام میں حرام ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔ دین کی اشاعت کے لئے تلوار اٹھانا بھی حرام ہے۔

(۴) شاہین کی تشبیہ محض شاعرانہ تشبیہ نہیں۔ اس جانور میں اسلامی فقر کے تمام خصوصیات پائے جاتے ہیں۔ (۱) خود دار

اور غیر تمند ہے کہ اور کے ہاتھ کا مارا ہؤا شکار نہیں کھاتا (۲) بے تعلق ہے کہ آشیانہ نہیں بناتا (۳) بلند پرواز ہے (۴) خلوت پسند ہے (۵) تیز نگاہ ہے۔

آپ کے خط کا جواب حقیقت میں طویل ہے لیکن افسوس کہ مَیں طویل خط لکھنا تو درکنار معمولی خط وکتابت سے بھی قاصر ہُوں۔

محمد اقبال

میر سیّد غلام بھیک نیرنگ کے نام

(۱۰۴)————(۱)

لاہور
۴۔جنوری ۱۹۲۲ء

مخدومی میر صاحب۔ السّلام علیکم
آپ کا خط ابھی ملا ہے جس کے لئے سراپا سپاس ہوں۔ مَیں آپ کو اس اعزاز کی خود اطلاع دیتا، مگر جس دنیا کے مَیں اور آپ رہنے والے ہیں اُس دنیا میں اس قسم کے واقعات احساس سے فروتر ہیں۔ سینکڑوں خطوط اور تار آئے اور آ رہے ہیں اور مجھے تعجب ہو رہا ہے کہ لوگ ان چیزوں کو کیوں گراں قدر جانتے ہیں۔ باقی رہا وہ خطرہ جس کا آپ کے قلب کو احساس ہؤا ہے۔ سو قسم ہے خدائے ذوالجلال کی جس کے قبضہ میں میری جان اور آبرو ہے اور قسم ہے اُس بزرگ و برتر وجود کی جس کی وجہ سے

میر سید غلام بھیک نیرنگ کے نام

مخدومی مکرمی۔ السلام علیکم

لاہور ۲۲ جنوری ۱۳ء

آپ کا خط ابھی ملا ہے جس کے لئے سراپا سپاس ہوں

یہ خبر کوئی اخبار نہیں دیتا البتہ دنیا کو جس دنیا کے غم اور اسباب رنج و الم
ہیں اس کا دنیا میں اس قسم کے واقعات اسلامی سے فروتر ہیں۔ سینکڑوں خطوط
اور تار آئے اور آرہے ہیں اور مجھے بھی ہو رہا ہے کہ اگر ان خبروں کو
کہاں تک اندازہ کیا جاتا ہے۔ ہاں یہ بات خلاف حق کی آپ جیسے قلب کو حاصل
ہوا ہے سو فرمائیے خدائے ذوالجلال کا شکر ہے جو ہر جان و آبرو ہے اور ہم سب کو
بزرگ و برتر رکھتا۔ جو کچھ دیا ہے محض اپنے احسان لطف سے۔ اللہ مسلمانوں کا نگہبان ہو۔
دنیا کی کوئی قوت حق کے سے ناراض نہیں رکھ سکتی۔ ان شاء اللہ
اسلام زندہ رہے گا مرنا نہیں۔ یکے از ایں کا دل گرم ہے
[illegible]
[illegible]

والسلام

خادم
محمد اقبال

مجھے خدا پر ایمان نصیب ہؤا اور مسلمان کہلاتا ہوں، دنیا کی کوئی قوت مجھے حق کہنے سے باز نہیں رکھ سکتی۔ انشاء اللہ

اقبال کی زندگی مومنانہ نہیں لیکن اُس کا دل مومن ہے مقدمہ سجاد حسین میں مَیں نے محض اپنا فرض ادا کیا۔ شکریے کا مستحق نہیں ہوں۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ والسّلام

مخلص

محمد اقبال

(۱۰۵) ———— (۲)

لاہور

۲۴۔جنوری ۱۹۲۷ء

ڈیر میر صاحب۔ السلام علیکم

آپ کا خط ابھی ملا ہے، الحمدللہ کہ خیریت ہے۔ چندہ اس کانفرنس کے لئے انشاء اللہ ہو جائے گا۔ بڑے آدمیوں کی منت نہ کرنی پڑے گی۔ فی الحال تین آدمیوں نے آٹھ ہزار روپیہ جمع کر دینے کا وعدہ کر لیا ہے۔ باقی روپیہ بھی اس غرض کے

لئے عام مسلمان دینے کو تیار ہو جائیں گے اور میں سمجھتا ہوں کہ رقم مطلوبہ کا بہت بڑا حصّہ غالباً لاہور ہی سے جمع کر لوں گا۔ بلکہ میرا ارادہ یہ ہے کہ جب تک رقم مطلوبہ کے وعدے پرائیویٹ طور پر ہو نہ جائیں اس کانفرنس کے متعلق کوئی اعلان نہ کیا جائے یورپ اور امریکہ سے کم از کم آٹھ دس آدمیوں کو دعوت دی جائیگی باقی جو مسلمان یورپین ہندوستان میں موجود ہیں اُن کی فہرست تیار کی جائے گی۔ آپ فی الحال اس فہرست کی تیاری میں مدد دیں اور اپنے احباب کو خطوط لکھ کر اُن کے مفصل پتے دریافت کریں۔ کم از کم سو یورپین مسلمان اس کانفرنس میں جمع ہو جائیں تو خوب ہو۔ کانفرنس کے اجلاسوں کے لئے ٹکٹ لگانے کا قصد ہے۔ آپ اپنے دوست سے کہیں کہ فی الحال یہ خیال کانفیڈنشل ہے مسٹر پکتھال کو مَیں نے حیدر آباد خط لکھا تھا اُن کو اس خیال سے نہ معلوم کیوں ہمدردی نہیں۔ مَیں انگلستان سے خط و کتابت کر رہا ہوں

مخلص

محمد اقبال

اگر کچھ کمی چندے میں رہ گئی تو والئے بھوپال سے مدد کی التجا کرنا بہتر ہوگا۔

محمد اقبال

(۱۰۶) ——————— (۳)

لاہور
۵- دسمبر ۱۹۲۸ء

ڈیر میر صاحب ۔ السلام علیکم

میرے نزدیک تبلیغِ اسلام کا کام اس وقت تمام کاموں پر مقدم ہے ۔ اگر ہندوستان میں مسلمانوں کا مقصد سیاسیات سے محض آزادی اور اقتصادی بہبودی ہے اور حفاظتِ اسلام اس مقصد کا عنصر نہیں ہے جیسا کہ آج کل کے قوم پرستوں کے رویہ سے معلوم ہوتا ہے تو مسلمان اپنے مقاصد میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے ۔ یہ بات میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں اور سیاسیاتِ حاضرہ کے تھوڑے سے تجربہ کے بعد ۔ ہندوستان کی سیاسیات کی روش جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے خود مذہبِ اسلام کے لئے ایک خطرۂ عظیم ہے

میرے خیال میں شدھی کا خطرہ اس خطرے کے مقابلے میں کچھ وقعت نہیں رکھتا یا کم از کم یہ بھی شدھی ہی کی ایک غیر محسوس صورت ہے۔ بہر حال جس جانفشانی سے آپ نے تبلیغ کا کام کیا ہے اس کا اجر حضور سرورِ کائنات ہی دے سکتے ہیں۔ مَیں انشاء اللہ جہاں جہاں موقع ہوگا آپ کے ایجنٹ کے طور پر کہنے سننے کو حاضر ہوں مگر آپ اور مولوی عبدالماجد بدایونی جنوبی ہندوستان کے دورے کے لئے تیار رہیں۔

باقی رہا لکچروں کے ترجمے کا کام، سو یہ کام ناممکن نہیں تو مشکل اور از بس مشکل ضرور ہے۔ ان لکچروں کے مخاطب زیادہ تر وہ مسلمان ہیں جو مغربی فلسفے سے متاثر ہیں اور اس بات کے خواہشمند ہیں کہ فلسفۂ اسلام کو فلسفۂ جدید کے الفاظ میں بیان کیا جائے۔ اور اگر پرانے تخیلات میں خامیاں ہیں تو ان کو رفع کیا جائے میرا کام زیادہ تر تعمیری ہے اور اس تعمیر میں مَیں نے فلسفۂ اسلام کی بہترین روایات کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔ مگر میں خیال کرتا ہوں کہ اُردو خوان دنیا کو شاید ان سے فائدہ نہ پہنچے کیونکہ بہت سی باتوں

کا علم مَیں نے فرض کر لیا ہے کہ پڑھنے والے یا سُننے (والے) کو پہلے سے حاصل ہے۔ اس کے بغیر چارہ نہ تھا۔ تین لکچر امسال لکھے گئے ہیں، تین آئندہ سال لکھوں گا اور مدراس ہی میں دسمبر ۲۹ء یا جنوری ۳۰ء میں دوں گا۔ حیدر آباد دکن بھی ٹھیروں گا۔ کیونکہ عثمانیہ یونیورسٹی کا تار آیا ہے کہ لکچر وہاں بھی دیئے جائیں۔ آئندہ دسمبر تک یہ تمام لکچر تیار ہو کر چھپ جائیں گے۔ اس وقت مَیں آپ کی خدمت میں ایک کاپی بھیج سکوں گا۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔

مخلص محمد اقبال

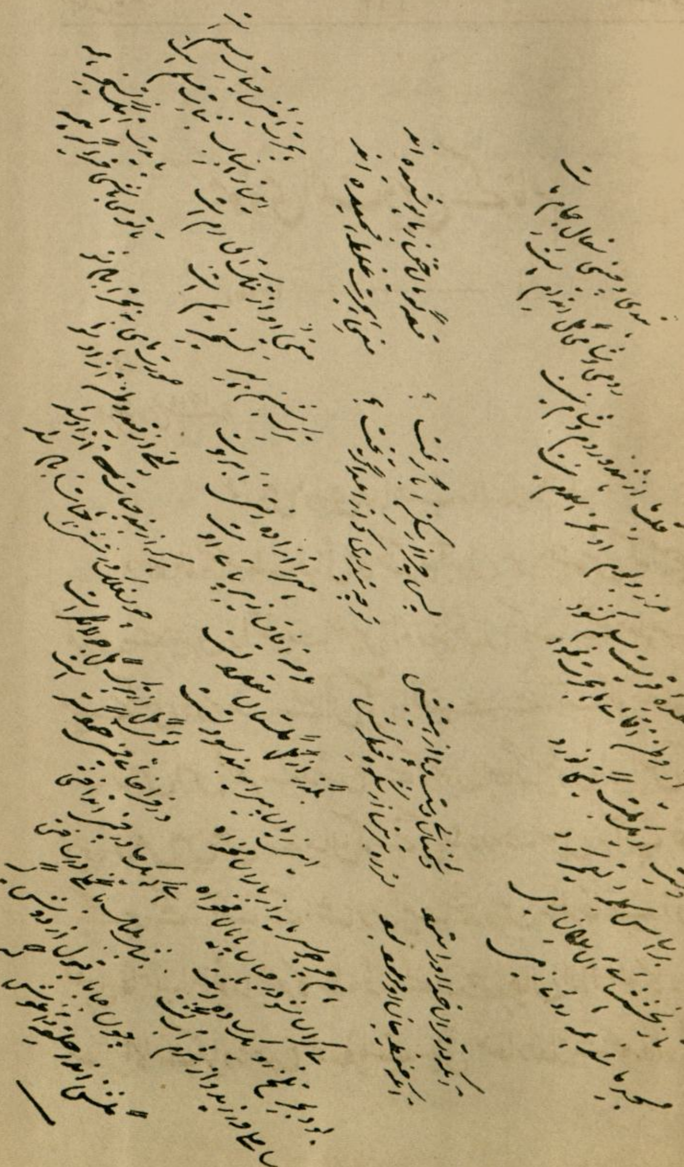
مولوی الف دین کے نام

(۱۰۷) ——————— (۱)

لاہور
۹۔جنوری ۱۹۱۷ء

مخدومی مولوی صاحب۔ السلام علیکم

خط ملا۔ تکلیف فرمائی کا شکریہ قبول ہو۔ افسوس کہ میجر گمردن سے میری واقفیت نہیں اور نہ جہاں تک مجھے معلوم ہے میرے کسی دوست سے اُن کی واقفیت ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مَیں اس قسم کے رسُوخ سے کوسوں بھاگتا ہوُں اور اس کے وجوہ خاص ہیں جن کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ خود سمجھتے ہونگے۔ آپ کے اشعار نہایت عُمدہ ہیں۔ علم غائب اور نصِ غائب الخ پورا شعر کاٹ ڈالئے اور حرزِ جاں لا الہ الخ کا دوسرا مصرعہ کاٹ کر اور مصرع غور فرمائیے۔ باقی اشعار نہایت عمدہ اور صاف



ہیں۔ مثنوی اسرار خودی کے دوسرے حصہ کا قریب پانچ سو شعر لکھا گیا ہے۔ مگر ہاتف کبھی کبھی دو چار ہوتے ہیں۔ اور مجھے فرصت کم ہے۔ امید کہ رفتہ رفتہ ہو جائیں گے۔ ہجرت کے مفہوم کے متعلق جو چند اشعار لکھے ہیں عرض کرتا ہوں تاکہ آپ اندازہ کر سکیں کہ یہ کیا چیز ہو گی

محمد اقبال لاہور

ہندی و چینی سفالِ جامِ ماست	۱	رومی و شامی گلِ اندامِ ماست
قلبِ ما از ہند و روم و شام نیست	۲	مرز و بوم او بجز اسلام نیست
عقدۂ قومیتِ مسلم کشود	۳	از وطن آقائے ما ہجرت نمود
دستِ او یک ملتِ گیتی نورد	۴	بر اساسِ کلمۂ تعمیر کرد
تا ز بخشش ہائے آں سلطانِ دیں	۵	مسجدِ ما شد ہمہ روئے زمیں
آنکہ در قرآں خدا او را ستود	۶	آں کہ حفظِ جانِ او موعود بود
دشمناں بے دست و پا از ہیبتش	۷	لرزہ بر تن از شکوہِ فطرتش
پس چرا از مسکنِ آبا گریخت	۸	تو چہ پنداری کہ از اعدا گریخت
قصہ گویاں حق ز ما پوشیدہ اند	۹	معنئ ہجرت غلط فہمیدہ اند

ہجرت آئینِ حیاتِ مسلم است ۱۰ این ز اسبابِ ثباتِ مسلم است

معنیٔ او از تنک آبی رم است ۱۱ ترکِ شبنم بہرِ تسخیرِ یم است

مہر را آزادہ رفتن آبروست ۱۲ عرصۂ آفاق زیرِ پائے اوست

بگذر نوگل گلستاں مقصود تست ۱۳ این زیاں پیرایۂ بندِ سود تست

ہمچوں جو سرمایہ از باراں مخواہ ۱۴ بے کراں شو در جہاں پایاں مخواہ

بودہ بحرِ تلخ رو یک سادہ دشت ۱۵ ساحلے ورزید و از شرم آب گشت

بایدت آہنگِ تسخیرِ ہمہ ۱۶ تا تو می باشی فراگیرِ ہمہ

صورتِ ماہی بہ بحر آباد شو ۱۷ یعنی از قیدِ وطن آزاد شو

ہر کہ از بندِ جہات آزاد شد ۱۸ چوں فلک در شش جہات آباد شد

بوئے گل از ترکِ گل جولانگر است ۱۹ در فراخائے چمن خودگستر است

اے کہ یک جا در چمن اندا ختی ۲۰ مثلِ بلبل با گلے در ساختی

چوں صبا بارِ قبول از دوش گیر ۲۱ گلشن اندر حلقۂ آغوش گیر

مطبوعہ نسخہ میں اشعار کی ترتیب مختلف ہے اور بعض الفاظ میں بھی تغیر ہے۔
شعر نمبر ۴ کا پہلا مصرع مطبوعہ نسخہ میں یُوں ہے حکمتش یک ملتِ گیتی نورد
شعر نمبر ۸ کا دوسرا مصرع مطبوعہ نسخہ میں "تو گماں داری کہ از اعدا گریخت" ہے۔
شعر نمبر ۱۷ کے دوسرے مصرع میں وطن کے بجائے لفظ مقام ہے
شعر نمبر ۱۸ کے پہلے مصرع میں 'بند' کے بجائے 'قید' ہے۔

پروفیسر شجاع کے نام

(۱۰۸)——————(۱)

لاہور
۲۰ جنوری ۱۹۳۱ء

ڈیر خواجہ شجاع، السلام علیکم
آپ کا نوازش نامہ ابھی ملا ہے جس کے لئے سراپا سپاس ہوں۔

بڑی خوشی سے تشریف لائیے، مَیں ۱۴ فروری کو غالباً لاہور ہی میں ہونگا۔ اگر کہیں باہر جانے کا اتفاق ہو گیا تو لکھ بھیجوں گا۔ فوٹو میرے پاس اس وقت موجود نہیں۔ لیکن میں کوشش کرونگا کہ آپ کی تشریف آوری تک دستیاب ہو جائیں باقی رہے منظومات، سو یہ ہندی فارسی ہے ایک ایرانی کو کیا پسند آئے گی۔ میرے زیر نظر حقائق اخلاقی و ملّی ہیں۔ زبان میرے

لئے ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ بلکہ فنِ شعر سے بھی میں بحیثیت فن کے نابلد ہوں ۔اگر ان خیالات کو کوئی شخص ان کی مروجہ زبان میں لکھ دے تو شاید ان لوگوں کے لئے مفید ہو۔ بہرحال جو کچھ شائع ہو چکا ہے حاضر کر دیا جائے گا۔ آخری نظم جاوید نامہ جس کے دو ہزار شعر ہونگے ابھی ختم نہیں ہوئی۔ ممکن ہے مارچ تک ختم ہو جائے یہ ایک قسم کی ڈوائین کامیڈی ہے اور مثنوی مولانا روم کی طرز پہ لکھی گئی ہے۔ اس کا دیباچہ بہت دلچسپ ہوگا اور اس میں غالباً ہند و ایران بلکہ تمام دنیائے اسلام کے لئے نئی باتیں ہونگی۔ ایرانیوں میں حسین ابن منصور حلاج، قرۃ العین، ناصر خسرو علوی وغیرہ کا نظم میں ذکر آئے گا۔ جمال الدین افغانی کا پیغام مملکتِ روس کے نام ہوگا۔ زیادہ کیا عرض کروں۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص

محمد اقبال

(۱۰۹) ——————— (۲)

لاہور
(بلا تاریخ)

مائی ڈیر مسٹر شجاع

آپ نے کتاب سیر السما کے سلسلہ میں جو زحمت گوارا فرمائی اُس کے لئے نہایت ممنون ہُوں۔ مَیں چاہتا ہُوں کہ آپ کتاب کا بغور مطالعہ فرمائیں۔ مجھے صرف اس قدر اطلاع کی ضرورت ہے کہ آیا اس کتاب کا موضوع فلکیات سے ایک سائنٹیفک بحث ہے یا صرف اس میں آسمان کی کیفیات تخیل یا مذہبی تجربہ یعنی مشاہدۂ رُوحانی یا وحی والہام کی بنا پر لکھی گئی ہیں۔ اکثر مسلمان صُوفیا نے آسمانوں سے اسی انداز سے بحث کی ہے۔ اگر کتاب پر مؤخر الذکر صورت کا اطلاق ہوتا ہو تو مَیں یا خود آؤں گا یا چودھری محمد حُسین صاحب کو بھیجوں گا۔

آپ کا محمد اقبال

(۱۱۰) ——— (۳)

لاہور
۲۰۔ جنوری ۱۹۳۱ء

ڈیر خواجہ شجاع ۔ السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ ابھی ملا ہے جس کے لئے سراپا سپاس ہوں۔ آپ نے کتاب کی عبارت نقل کرنے میں بڑی زحمت اُٹھائی۔ میر سراج الدین صاحب میرے پرانے مہربان ہیں۔ مَیں نے ان کو بھی اس کتاب کے لئے لکھا تھا۔ بہرحال اب معلوم ہؤا کہ کتاب میرے مطلب کی نہیں ہے۔

آپ لاہور تشریف لائیں تو فہرست ہمراہ لیتے آئیں۔ ممکن ہے بعض کتابیں یا کُل پنجاب یونیورسٹی خرید لے۔ پروفیسر شفیع جو پنجاب یونیورسٹی کے عربی کے پروفیسر ہیں۔ اور جن کو غالباً آپ بھی جانتے ہونگے۔ وہ بھی اس فہرست کو دیکھ لیں گے۔ اور دیکھنے کے بعد یونیورسٹی میں رپورٹ کر سکیں گے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ امید کہ جناب کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص محمد اقبال

(۱۱۱)———(۴)

لاہور

۸ مئی ۱۹۳۲ء

جناب منعمی صاحب

السلام علیکم۔ اچار کے لئے بہت بہت شکریہ۔ واقعی مجھے اچار شلغم سے بہت محبت ہے۔ خورجہ سے خود بھی ایک دفعہ منگوایا تھا مگر وہ کچھ ایسا اچھا نہ تھا جیسا سُنا تھا اس سے کم پایا۔ آپ کے خط میں مَیں نے خورجہ کو خواجہ پڑھا اور اُس سے یہ سمجھا کہ "ساختِ خواجہ" کا مطلب یہ ہے کہ یہ اچار آپ نے خود بنایا ہے۔ بہر حال شکریہ قبول کیجئے۔ والسلام

محمد اقبال

(۱۱۲)———(۵)

لاہور

۲۱۔ اگست ۱۹۳۲ء

ڈیر منعمی صاحب۔ السّلام علیکم

مَیں آج صبح دہلی سے واپس آیا تو آپ کا خط ملا۔ مجھے معلوم

نہ تھا کہ آپ ہندوستان سے باہر ہیں۔ بہر حال جس طرح آپ نے ایران میں رہ کر فارسی سیکھی اسی طرح اب عربی سیکھنے کا موقع ہے خوب سیکھئے۔ مگر مجھے اندیشہ ہے کہ عربی دانی سے آپ کی دلچسپی جو آپ کو فارسی لٹریچر سے ہے کم ہو جائے گی۔ کوئی آدمی عربی زبان کے چارم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میں نے طالب علمی کے زمانے میں خاصی عربی سیکھ لی تھی۔ مگر بعد میں اور مشاغل کی وجہ سے اس کا مطالعہ چھوٹ گیا۔ تاہم مجھے اس زبان کی عظمت کا صحیح اندازہ ہے آپ کے خط کے ساتھ ہی انگلستان کی Aristotelian Society کا دعوت نامہ پہنچا کہ انگلستان آ کر اس سوسائٹی کے سامنے لکچر دوں۔ ابھی جواب نہیں لکھ سکا۔ اگر عراق کی طرف سے بھی دعوت آ گئی تو کیا عجب مزید کشش کا باعث ہو جائے اور میں ایک دفعہ پھر گھر سے باہر نکل سکوں۔ اگر اب کے نکلا تو سپین کی سیر کا بھی قصد ہے۔ انشاء اللہ عربوں کے قدیم شہر بھی دیکھوں گا اور اُن پر لکھوں گا بھی۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

ت

ت

ے کہ

بت

یفید

ہوں

اس

سے

ہر

ڈیر مسٹر

ر لکھ رہا ہوں ہے

سے باہر ہی ۔

کا شوق ہے خوب سیکھ

ہی کم ہو جائے گی ۔ ک

کال علی رہا ہے عمر

مقالہ چھوڑ گیا ہتھیم

آپ خط لکھنا میں ابھی

کر انگلیں ۔ اگر آپ سرسیاں کی

طرز سے بھی دیرت آگئی

سے باہر نکل سکوں گا اگر آپ

رہا کر گیا اور دل بہ ہا کر گیا

نہ تھا کہ آپ ہندوستان سے باہر ہیں۔ بہر حال جس طرح آپ نے ایران میں رہ کر فارسی سیکھی اسی طرح اب عربی سیکھنے کا موقع ہے خوب سیکھئے۔ مگر مجھے اندیشہ ہے کہ عربی دانی سے آپ کی دلچسپی جو آپ کو فارسی لٹریچر سے ہے کم ہو جائے گی۔ کوئی آدمی عربی زبان کے "چارم" کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مَیں نے طالب علمی کے زمانے میں خاصی عربی سیکھ لی تھی۔ مگر بعد میں اور مشاغل کی وجہ سے اس کا مطالعہ چھوٹ گیا۔ تاہم مجھے اس زبان کی عظمت کا صحیح اندازہ ہے آپ کے خط کے ساتھ ہی انگلستان کی Aristotelian Society کا دعوت نامہ پہنچا کہ انگلستان آکر اس سوسائٹی کے سامنے لکچر دوں۔ ابھی جواب نہیں لکھ سکا۔ اگر عراق کی طرف سے بھی دعوت آگئی تو کیا عجب مزید کشش کا باعث ہو جائے اور میں ایک دفعہ پھر گھر سے باہر نکل سکوں۔ اگر اب کے نکلا تو سپین کی سیر کا بھی قصد ہے۔ انشاء اللہ عربوں کے قدیم شہر بھی دیکھوں گا اور اُن پر لکھوں گا بھی۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

پروفیسر ایف، ایم شجاع منعمی کے نام

Mohd. Iqbal. Kt.
M. A. Ph. D.
Barrister-at-Law.
Lahore.

۲۱/ اگست ۳۲ء

ڈیر مسٹر منعمی ، السلام علیکم

ابھی ابھی دہلی سے واپس آیا تو آپ کا خط ملا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ [illegible]
سے باہر ہیں۔ بہرحال جس طرح آپ نے ایران میں رہ کر فارسی سیکھی ہے [illegible]
کا موقع ہے خوب سیکھئے گا۔ مجھے امید ہے کہ عرب والے آپ کی دلچسپی [illegible]
کا کام ہو جائے گا۔ کوئی آدمی عربی زبان کے "چارم" کا مقابلہ نہیں کر [illegible]
حال علمی دنیا میں عربی ہی کا سکہ رواں تھا گو بد قسمتی سے اور نئی ملکی زبانوں [illegible]
مطالعہ چھوڑ دیا۔ تاہم مجھے اس زبان کی عظمت کا ایک حد تک اندازہ ہے

آپ کے خط کا [illegible] میں انگلش [illegible] Aristotelian Ostrich کا [illegible]
کرانگلی آخر اس [illegible] کی کتاب سے [illegible] ہوگا۔ [illegible] اگر [illegible]
[illegible] کی ضرورت [illegible] آپ کی ترکی کا [illegible] ناممکن ہو جائے اور آپ [illegible]
سے باہر کسی سکول [illegible] ایک قصد ہے ان شاء اللہ [illegible]
[illegible] اور وہاں پر [illegible] امید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص محمد اقبال

(۱۱۳) ———— (۶)

بھوپال

۵۔ اگست ۱۹۳۵ء

ڈیر مسٹر شجاع

مَیں بغرض علاج برقی بھوپال میں مقیم ہُوں۔ اور اگست کے آخر تک یہیں رہوں گا۔ میری صحت عامہ پہلے کی نسبت بہت اچھی ہے اور آواز میں بھی کسی قدر فرق ہے۔ امید ہے کہ اس دفعہ کے علاج سے بہت فائدہ ہوگا۔ رُبّ شہتُوت کی نسبت کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ لیکن بعض لوگوں نے مجھ سے کہا ہے کہ مفید ہے۔ بہر حال آزمانے پر معلوم ہوگا۔ مَیں آپ کا نہایت شکر گزار ہوں کہ آپ نے محض میرے لئے اس درخت کی حفاظت کی۔ اگر اس کا پھل فائدہ نہ بھی کرے تو ممکن ہے آپ کے اخلاص کی برکت سے فائدہ ہو جائے۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ والسلام

محمد اقبال

مخدوم الملک سیّد غلام میراں شاہ کے نام

(۱) ——————— (۱۴۸)

لاہور

۲۳۔جون ۱۹۳۷ء

مخدوم و مکرم جناب پیر صاحب

آپ کا نوازش نامہ ملا۔ جسے پڑھ کر میں بہت متاثر ہُوا۔ اس ملک اور اس زمانہ میں جب کہ اولیائے اسلام کی اولاد نے اپنے اسلاف کے تمام اوصاف کھو دیے ہیں اور ان کی بزرگی کو اپنی ریاست کا ایک ذریعہ بنا لیا ہے، مَیں آپ کے وجُود کو غنیمت تصوّر کرتا ہُوں۔ مجھ کو یقین ہے کہ آپ کا اخلاص اور وہ محبت جو آپ کو حضور رسالتمآب سے ہے، آپ کے خاندان پر بہت بڑی برکات کے نزول کا باعث ہو گی۔ باقی میری نسبت جو حسنِ ظن آپ کو ہے۔ وہ بھی محض آپ کے اخلاق کریمانہ کا نتیجہ ہے۔ والسلام

محمد اقبال

(۱۱۵) ——— (۲)

لاہور
یکم جولائی ۱۹۳۶ء

مخدوم و مکرم جناب قبلہ پیر صاحب

آپ کا خط جو آج ملا ہے آپ کی صفائی باطن کی دلیل ہے کیونکہ مَیں بھی ۱۶ جولائی ۱۹۳۶ء کے بعد ہی کشمیر جانے کا عزم کر رہا ہوں۔ اگرچہ ابھی تک فیصلہ نہیں کر سکا۔ میرے لڑکے جاوید کا سکول ۱۶ جولائی کو بند ہو گا۔ اگر مَیں نے قطعی فیصلہ کشمیر جانے کا کر لیا تو اس کو چند روز پہلے سکول سے چھٹی دلائی جا سکتی ہے۔ مَیں نے اپنے بعض دوستوں کو کشمیر کوٹھی کے لئے خطوط بھی لکھے ہیں۔ جن کے جواب کی توقع آج یا کل تک ہے۔ میرے ایک دوست سیّد مراتب علی شاہ آرمی کنٹریکٹر نے پرسوں یہ بھی وعدہ کیا ہے۔ کہ اگر آپ کشمیر جانے کا عزم کریں تو میری سب سے بڑی کار جس میں سات آٹھ آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ آپ کشمیر لے جا سکتے ہیں۔ مگر اس سارے معاملے میں ایک رکاوٹ ہے جو اگر دُور نہ ہوئی، اور اَور کوئی غیر متوقع

رکاوٹ پیش نہ آئی تو میں اس کا آپ سے ذکر بوقتِ ملاقات زبانی کروں گا۔

امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ اگر میں کشمیر جا سکا تو آپ کی معیت باعثِ برکت ہوگی والسلام

محمد اقبال

(۳)———————(۱۱۶)

لاہور
۲۵۔ جولائی ۱۹۳۶ء

مخدوم و مکرم جناب پیر صاحب

السلام علیکم۔ کئی روز ہوتے میں نے ایک خط آپ کی خدمت میں لکھا تھا جس کے جواب کا اب تک انتظار ہے۔ خدا کرے کہ آپ بمع اعزہ مع الخیر ہوں۔ معلوم نہیں ہؤا کہ آپ کشمیر جا سکے یا نہیں۔ افسوس کہ میں اب تک نہیں جا سکا۔ سر عبد الصمد خاں ہوم منسٹر کشمیر کے خط کا انتظار ہے۔ باقی خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیریت ہے آپ اپنی خیریت سے اطلاع فرمائیں۔

لاہور میں خوب گرمی ہے۔ بارش کم ہوئی ہے۔ والسلام

محمد اقبال

(۱۱۷) ———— (۴)

لاہور
۱۱- اگست ۱۹۳۷ء

مخدومی جناب قبلہ پیر صاحب

نوازش نامہ ابھی موصول ہؤا جس کے لئے بہت شکر گذار ہوں۔
حج بیت اللہ کی آرزو تو گذشتہ دو تین سال سے میرے دل میں بھی ہے۔ خدا تعالیٰ ہر پہلو سے استطاعت عطا فرمائے تو یہ آرزو پوری ہو۔ اور اگر آپ رفیق راہ ہوں تو مزید برکت کا باعث ہو۔ عراق کی راہ جائیں تو بہت سے مقدس مقامات کی زیارت ہو جاتی ہے۔ لیکن بغداد سے مدینہ تک چھ سو میل کا طویل سفر ہے جو لاری پر کرنا پڑتا ہے۔ صحرائی سفر بہت دشوار گذار ہے۔ وہاں کی گورنمنٹ کی طرف سے ایک اطلاع اخباروں میں شائع ہوئی تھی۔ کہ جن لوگوں کی صحت اچھّی نہیں وہ یہ راستہ اختیار نہ کریں۔ مولوی محبوب عالم مرحوم ایڈیٹر پیسہ اخبار کی صاحبزادی فاطمہ بیگم ایڈیٹر خاتون حو حال ہی میں واپس آئی ہیں۔ وہ بھی اس راستہ کی دشواری کی تصدیق کرتی ہیں۔ آپ ایسے باہمت

جوان کے لئے تو یہ سفر قطعاً مشکل نہیں۔ ہمّت تو میری بھی بلند ہے لیکن بدن عاجز و ناتوان ہے۔ کیا عجب کہ خدا تعالےٰ توفیق عطا فرمائے، اور آپ کی معیت اس سفر میں نصیب کرے۔

چند روز ہوئے سر اکبر حیدری وزیر اعظم حیدر آباد کا خط مجھ کو ولایت سے آیا تھا جس میں وہ لکھتے ہیں کہ حج بیت اللہ اگر تمہاری معیت میں نصیب ہو تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ لیکن درویشوں کے قافلہ میں جو لذت و راحت ہے وہ امیروں کی معیت میں کیونکر نصیب ہو سکتا ہے۔

میرے دوست غلام بھیک نیرنگ نے بھی خطوط اپنے احباب کو بغداد میں میرے کہنے پر لکھے ہیں کہ مذکورہ بالا راستہ کے کوائف سے مفصّل آگاہی ہو۔ ان کا جواب آنے پر آپ کو بھی اطلاع دوں گا۔ باقی خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ امید کہ آپ کا مزاج مع الخیر ہوگا۔ والسلام

محمد اقبال

(۱۱۸) (۵)

۱۲- اگست ۱۹۳۷ء

مخدوم و مکرم جناب پیر صاحب

آپ کا نوازشنامہ بڑے انتظار کے بعد ملا- یہ تو میں اندازہ کر سکتا تھا کہ آپ کشمیر نہیں جا سکے، لیکن مجھے اندیشہ تھا کہ آپ خدا نخواستہ علیل نہ ہوں- آپ کے خط سے معلوم ہؤا کہ ہر طرح خیریت ہے- الحمد للہ علیٰ ذٰلک-

مَیں انشاءاللہ ایک دفعہ ضرور آپ کی خدمت میں حاضر ہونگا موسم کی خوشگواری، مرغی، انڈے اور فروٹ کی کثرت کی کشش سے بہت زیادہ کشش خود آپ کی ذات کی ہے- مگر فی الحال مَیں سفر کرنے سے ڈرتا ہُوں- یہی وجہ منجملہ اور وجوہ کے تھی کہ میں کشمیر نہیں جا سکا اس کے علاوہ موجودہ حالات میں سفر کروں تو بچّوں کو کس کے پاس چھوڑ جاؤں- گذشتہ ماہ سے ایک جرمن خاتون ان کی نگہداشت کے لئے رکھی ہے- جب بچّے کچھ مدت میں اس کے ساتھ مانوس ہو جائینگے اور وہ بھی گھر کے معاملات سے پُوری واقف ہو جائیگی تو مجھ کو

لاہور سے باہر حرکت کرنے میں آسانی ہو جائیگی۔

لاہور میں اگرچہ بارش دو چار دفعہ ہوئی ہے تاہم گرمی ہے رات کسی قدر خنک ہو جاتی ہے۔ امید کہ جنابِ والا کا مزاج بخیر ہوگا والسلام

محمد اقبال

(۱۱۹) ———— (۶)

لاہور
۲۔ دسمبر ۱۹۳۷ء

مخدومی جناب پیر صاحب

آپ کا خط آج صبح مل گیا۔ الحمدللہ کہ آپ خیریت سے ہیں۔ اور حج کی تیاریوں میں مصروف۔ خدا تعالیٰ آپ کو یہ سفر مبارک کرے اور اس کے فرشتوں کی رحمتیں آپ کے شریکِ حال ہوں۔ کاش کہ میں بھی آپ کے ساتھ چل سکتا۔ اور آپ کی صحبت کی برکت سے مستفیض ہوتا۔ لیکن افسوس ہے کہ جدائی کے ایام ابھی کچھ باقی معلوم ہوتے ہیں۔ میں تو اس قابل نہیں ہوں کہ

حضورؐ کے روضۂ مبارک پر یاد بھی کیا جاسکوں۔ تاہم حضورؐ کے اس ارشاد سے جرأت ہوتی ہے" الطالح لی" یعنی گنہگار میرے لئے ہے۔ امید ہے کہ آپ اس دربار میں پہنچ کر مجھے فراموش نہ فرمائینگے۔

باقی خداتعالیٰ کے فضل وکرم سے خیریت ہے۔ مَیں آپ کے لئے دست بدعا ہوں۔ والسلام

محمد اقبال

(۱۲۰) ——————— (۷)

لاہور

۴ ستمبر ۱۹۳۷ء

مخدوم و مکرم جناب قبلہ پیر صاحب

السلام علیکم۔ آپ کے دونوں نوازش نامے موصول ہوگئے ہیں۔ عراق کی طرف سے جو راستہ جاتا ہے اُس کے متعلق پورے طور پر تحقیق فرمائیے۔ مجھ کو تو یہی معلوم ہؤا ہے کہ یہ راستہ اچھا نہیں اور وہاں کی سرکاری اطلاع بھی یہی ہے کہ بیمار آدمی اس راستے سے سفر نہ کرے۔

باقی رہا آپ کا اطمینانِ قلب سو آپ کو معلوم ہے کہ اطمینانِ قلب ذکرِ الٰہی سے پیدا ہوتا ہے اور ذکرِ الٰہی آپ کے آباواجداد کی میراث ہے۔ سب نے یہ طریق انہیں سے سیکھا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ آپ کی میراث ہے۔ میں آپ کے چہرے میں آثارِ سعادت دیکھتا ہوں۔ کوئی شخص آپ کو آپ کی میراث سے محروم نہیں کر سکتا۔ امید کہ جناب کا مزاج بخیر ہو گا۔ والسلام

آپ کا مخلص

محمد اقبال

(۱۲۱) ——— (۸)

جاوید منزل لاہور

۲۹۔ مارچ ۱۹۳۸ء

مخدوم الملک جناب قبلہ پیر صاحب

السلام علیکم۔ امید کہ میرا خط جو جمال الدین والی ہیں آپ سے پہلے پہنچ گیا تھا آپ کو مل گیا ہو گا۔ خدا کا شکر ہے کہ سفر میں صاحبزادہ بھی آپ کے شریک حال تھا۔ اس عمر میں سعادتِ حج نصیب ہونا

اُس کی خوش نصیبی کی دلیل ہے۔

مَیں نے آپ کے مخلص کا خط پڑھا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ کے احباب اور مخلصین آپ سے اس روحانیت کی بنا پر جو آپ نے اپنے آباؤاجداد سے ورثہ میں پائی ہے بہت بڑی بڑی امیدیں رکھتے ہیں۔ ان امیدوں میں مَیں بھی شریک ہُوں۔ اور دُعا کرتا ہُوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو اس امر کی توفیق دے کہ آپ اپنی قوت، ہمّت، اثر، رسُوخ، اور دولت و عظمت کو حقائق اسلام کی نشر و اشاعت میں صرف کریں۔ اس تاریک زمانے میں حضور رسالت مآب صلعم کی سب سے بڑی خدمت یہی ہے۔ کچھ عجب نہیں کہ جلد آپ کی طبیعت میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا ہو جس کی ابھی تک آپ کو توقع نہیں۔ افسوس ہے کہ شمال مغربی ہندوستان میں جن بزرگوں نے علمِ اسلام بلند کیا انکی اولادیں دنیوی جاہ و منصب کے پیچھے پڑ کر تباہ ہو گئیں۔ اور آج ان سے زیادہ جاہل کوئی مسلمان مشکل سے ملے گا۔ الا ماشاء اللہ۔ وقت تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ انہیں بزرگوں کی اولاد سے کسی

کی روحانیت کو بیدار کردے اور کلمۂ اسلام کے اعلاء پر مامور کرے
باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ امید ہے کہ آپ مع الخیر ہونگے
مَیں آپ کے جانے سے چند روز بعد بہت بیمار ہو گیا۔ یہاں تک
کہ زندگی سے مائیوسی تھی۔ دمے کے متواتر دورے ہُوئے۔ اب
تک یہ سلسلہ جاری ہے گو دمے میں بہت کچھ افاقہ ہو گیا ہے۔

والسّلام

مخلص محمد اقبال

(۱۲۲) —— (۹)

جاوید منزل لاہور

مخدوم و مکرم جناب قبلہ پیر صاحب

آپ کا تار گزشتہ رات کراچی سے ملا۔ جس کو پڑھ کر بہت
مسرت ہُوئی۔ مَیں آپ کی بخیریت واپسی پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں
اور دُعا کرتا ہُوں کہ اللہ آپ کا حج قبول فرمائے اور آپ کو اپنے دین
کی محبت اور اپنے حبیب کے عشق سے مالا مال فرمائے۔ امید ہے کہ
اس خط کے پہنچنے تک آپ بھی جمال الدین والی میں پہنچ گئے ہونگے۔

والسلام

محمد اقبال

مولانا عبدالماجد دریابادی کے نام

(۱۲۳) ———— (۱)

لاہور

۶۔جنوری ۱۹۲۲ء

مخدومی، السلام علیکم

نوازش نامے کے لئے سراپا سپاس ہوں۔ آپ کے مختصر الفاظ نے اس موقع پر میرے جذبات کی نہایت صحیح ترجمانی کی ہے حالات مختلف ہوتے تو میرا طریقِ عمل بھی اس بارے میں مختلف ہوتا۔لیکن یہ بات دُنیا کو عنقریب معلوم ہو جائیگی کہ اقبال کلمۂ حق کہنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ ہاں کھلی کھلی جنگ اس کی فطرت کے خلاف ہے۔

اسرارِ خودی کا ریویو دیکھنے کا منتظر ہوں۔ سی، آر، داس کا خطبہ صدارت کانگرس آپ نے دیکھا ہوگا۔ اُس نے اسی

رُوحانی اصول کو سیاسی رنگ میں پیش کیا ہے - امید کہ مزاج بخیر ہوگا - والسلام

مخلص

محمد اقبال

(۱۲۴) ———— (۲)

لاہور

۱۷ - اپریل ۱۹۲۲ء

مخدومی، السلام علیکم

والا نامہ مل گیا ہے - جس کے لئے سراپا سپاس ہُوں مجھے آپ سے قلبی تعلق ہے اس واسطے ہمیشہ آپ کے خط سے مسرت ہوتی ہے - "پیام مشرق" اپریل کے آخر تک شائع ہو جائیگا - چند ضروری نظمیں ذہن میں تھیں لیکن افسوس ہے انہیں ختم نہ کر سکا - فکر روزی قاتل رُوح ہے - یکسُوئی نصیب نہیں - ان سب باتوں کے علاوہ والد مکرم کا اصرار تھا کہ جتنا ہو چکا ہے اسے شائع کر دیا جائے - آپ کے نوجوان دوست کے تبصرہ پیام کو

مَیں شوق سے پڑھوں گا۔ میرے ایک سکھ دوست اسرار خودی کا بھگوت گیتا سے مقابلہ کر رہے ہیں اُن کی تحریر انگریزی میں ہو گی۔

میرے کلام کی مقبولیت محض فضلِ ایزدی ہے۔ ورنہ اپنے آپ میں کوئی ہنر نہیں دیکھتا۔ اور اعمالِ صالحہ کی شرط بھی مفقود ہے۔ مولٰینا کی کتاب فیہ ما فیہ کو آپ خود ایڈٹ کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یورپ میں وسائل ایڈٹ کرنے کے بہت زیادہ ہیں۔ لیکن آخر ہندی مسلمانوں کو بھی تو یہ کام کچھ نہ کچھ شروع کرنا ہے۔ میری رائے میں آپ یہ ضروری کام خود کریں بعد میں یورپین ایڈیشن بھی نکل آئے گی۔ جوہر کے نعتیہ کلام کو مَیں نے بھی خاص طور پر نوٹ کیا ہے، بلکہ مَیں تو ان کے رُوحانی انقلاب کو ایک مدت سے دیکھ رہا ہوں۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔

مخلص

محمد اقبال

(۱۲۵) ———— (۳)

لاہور

۱۱- اکتوبر سنہ ۱۹۲۳ء

مخدومی، السلام علیکم

"پیام مشرق" میں چند اشعار "بوئے گل" پر ہیں جو آپ کے ملاحظہ سے گذرے ہونگے، آخری شعر ہے:-

زندانیٔ کہ بند ز پایش کشادہ اند

آہے گذاشت است کہ بُو نام دادہ اند

حال میں جامعہ ملیہ علی گڈھ کے رسالے میں "پیام مشرق" پہ ریویو کرتے ہوئے مولانا محمد اسلم جیراجپوری "آہے گذاشت است" پر اعتراض کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ ترکیب مکروہ معلوم ہوتی ہے یہی مطلب کسی اور طرح ادا کرنا چاہیئے۔ میں آپ کا خیال معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ مولینا سیّد سلیمان ندوی صاحب سے بھی استصواب کروں گا۔ چونکہ دوسری ایڈیشن جلد نکالنے کا ارادہ ہے اس واسطے اگر آپ کا جواب جلد مل جائے تو بہتر ہو۔ امید کہ

مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص

محمد اقبال۔ لاہور

(۱۲۶) —————— (۴)

مکرمی۔ پیام امن کے لئے شکر گذار ہوں۔ آپ کا تبصرہ بجائے خود ایک نہایت مفید رسالہ ہے۔ امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا

مخلص محمد اقبال

۳۔ نومبر ۱۹۲۳ء

نوٹ۔ مکتوب الیہ نے ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ مع اپنے مفصّل تبصرہ کے شائع کیا تھا۔

(۱۲۷) —————— (۵)

لاہور

۲۶۔ نومبر ۱۹۲۷ء

مخدومی، السلام علیکم

ابھی ایک عریضہ ڈاک میں ڈال چکا ہوں۔ مکرر عرض ہے

کہ آپ صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں فوراً خط لکھیں کہ وہ تجویز معلومہ کورٹ کے سامنے پیش نہ کریں۔کم از کم مجھ سے پوچھے بغیر پیش نہ کریں۔والسلام تاکید مزید عرض کرتا ہوں۔

مخلص محمد اقبال

(۱۲۸)——————(۶)

لاہور

۲۲-مارچ ۱۹۲۵ء

مخدومی، السلام علیکم

والا نامہ مل گیا ہے جس کے لئے سراپا سپاس ہوں مگر آپ کا نوٹ پڑھ کر مجھے بہت تعجب ہوا۔معلوم ہوتا ہے عدیم الفرصتی کی وجہ سے آپ نے وہ مضمون بہت سرسری نظر سے دیکھا ہے۔بہر حال میں آپ کا خط زیرِ نظر رکھوں گا۔مضمون کا مسودہ ارسال فرمائیے۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص محمد اقبال

نوٹ۔اقبال نے اپنے ایک انگریزی مقالہ "اجتہاد" پر رائے طلب کی تھی اور جو رائے دی گئی خاصی مخالفانہ تھی۔

مولانا عبدالماجد دریابادی کے نام

DR. SIR MUHAMMAD IQBAL, M.L.C.
BARRISTER-AT-LAW

لاہور ۵ جنوری ۲۹ء

مخدومی — السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ کل موصول ہوا جس کے لیے شکریہ قبول فرمائیے۔

میں بھی ایک ہفتہ کے لیے علی گڑھ گیا تھا۔ وہاں ایک نئی زندگی کا آغاز معلوم ہوتا ہے۔ سید راس مسعود بہت مستعد آدمی معلوم ہوتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ ان کی حاضری سے یونیورسٹی کی زندگی میں ایک خوشگوار تبدیلی ہوگی۔ آپ بھی کبھی کبھی وہاں جایا کریں اور مذہبی مسائل پر طالب علموں سے گفتگو بھی کیا کریں تو نتائج بہت اچھے ہوں گے۔

باوجود سیاسی مخالف قوتوں کے جو ہندوستان میں مذہب کے خلاف (اور بالخصوص اسلام کے خلاف) اس وقت عمل کر رہی ہیں مسلمانان ہند کا دل بہر حال معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی ہے لیکن افسوس ہے کوئی آدمی ہم میں نہیں جس کی زندگی قلوب پر مؤثر ہو۔

آل انڈیا مسلم کانفرنس جس کی تعداد دس ہزار ہو گی جیسا کہا جاتا ہے حالات دو ماہ تک تیار ہو جائے گا۔ ادھر کانگرس نے آزادی کامل کا اعلان کر دیا ہے جس کی اخلاقیات کا الٹی میٹم کرنے کا فیصلہ بھی ہوا۔ دیکھیں ہندوؤں کا لبرل گروہ کیا اختلاف کرتا ہے یا فیصلہ کرتا ہے۔ مسلمانوں میں آزادی کے لئے ایک ولولہ موجود ہے مگر

مشکل این نیست که بزم از سر گیرانه گذشت
مشکل این است که بے نقل و نبیذ آمده ایم

مخلص محمد اقبال

اس خط کی تاریخ میں سال ۲۹ کے بجائے ۳۰ ہونا چاہیئے تھا۔ سال کے آغاز میں ایسی غلطی عام ہوتی ہے۔

(۱۲۹) ——— (۷)

لاہور
۵ جنوری ۱۹۲۹ء

مخدومی، السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ کل موصول ہؤا جس کے لئے شکریہ قبول فرمائیے۔ مَیں بھی ایک ہفتہ کے لئے علی گڈھ گیا تھا۔ وہاں ایک نئی زندگی کا آغاز معلوم ہوتا ہے۔ سیّد راس مسعود بہت مستعد آدمی معلوم ہوتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ ان کی مساعی سے یونیورسٹی کی زندگی میں ایک خوشگوار تبدیلی ہو گی آپ بھی کبھی کبھی وہاں جایا کریں۔ اور مذہبی مضامین پر طالب علموں سے گفتگوئیں کیا کریں۔ تو نتائج بہت اچھے ہونگے باوجود بہت سی مخالف قوتوں کے جو ہندوستان میں مذہب کے خلاف (اور بالخصوص اسلام کے خلاف) اس وقت عمل کر رہی ہیں، مسلمان جوانوں کے دل میں اسلام کے لئے تڑپ ہے لیکن افسوس کہ کوئی آدمی ہم میں نہیں جس کی زندگی قلوب پر موثّر ہو۔ بانگ درا کی تیسری ایڈیشن جس کی تعداد دس ہزار

ہو گی چھپ رہی ہے۔ غالباً دو ماہ تک تیار ہو جائے گی۔

لاہور کانگرس نے آزادی کامل کا اعلان کر دیا ہے۔ جماعتی اختلافات کا ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہؤا۔ دیکھئے ہندوؤں کا لبرل گروہ ان اختلافات کا کیا فیصلہ کرتا ہے۔ مسلمانوں میں آزادی کے لئے ایک ولولہ موجود ہے مگر

مشکل ایں نیست کہ بزم از سرِ ہنگامہ گذشت
مشکل ایں است کہ بے نُقل و ندیم اندہمہ

مخلص

محمد اقبال

نوٹ: اس خط کی تاریخ جیسا کہ عام اتفاق ہوتا ہے سال بھر کی عادت کی وجہ سے جنوری ۱۹۲۹ء لکھ گئے ہیں۔ حالانکہ جنوری ۱۹۳۰ء لکھنا چاہئیے تھا۔ سید راس مسعود ۱۹۲۹ء میں علی گڈھ کے وائس چانسلر ہو کر آئے تھے۔ اور اقبال دسمبر ۱۹۲۹ء کے آخری ہفتہ میں علی گڈھ آئے۔

(۱۳۰) (۸)

لاہور

۲۷- جولائی سنہ ۱۹۳۳ء

جناب مکرم - السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ ابھی ملا ہے جس کے لیئے شکریہ قبول فرمائیے میں بڑی خوشی سے ایڈریس لکھوں گا لیکن اسی دسمبر میں نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اول تو شاید میں ہندوستان میں نہ ہونگا اور اگر ہُوا تو ایک اور ایڈریس لکھنے کا وعدہ کر چکا ہوں۔ ہاں آئندہ سال اگر سیّد راس مسعود چاہیں تو میں حاضر ہوں۔

آپ نے اپنے اخبار میں میرے مضمون کا ذکر کیا ہے جو انگریزی اخباروں میں چھپا ہے۔ عرض یہ ہے کہ یہ اصل میں ایک انٹرویو تھا جو ہنگری کے ایک اخباری نامہ نگار کو دیا گیا تھا۔ اُس نے بعض خاص سوالات کیئے تھے جن کے جواب دیئے گئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں اُس نے اس انٹرویو کو ایک مستقل مضمون کی صورت دے کر انگریزی اخبارات میں بھیج دیا اور بہت سی ضروری باتیں

چھوڑ گیا۔ شاید اس وجہ سے کہ اس کے مضمون کا ربط قائم رہے
تعجب ہے کہ لکھنؤ کے اخبار ہمدم میں کسی صاحب نے اس پر
اعتراضات کئے ہیں۔ جنہوں نے مضمون مذکور کے مقاصد کو ٹھیک
طور پر نہیں سمجھا

آپ نے اپنے پہلے خط میں 'وطنیت' کے اصول پر اسلام
کے اصولِ اجتماعی کو ترجیح دینے میں مجھے امام العصر کہا ہے جس
کے لئے مَیں آپ کا شکر گذار ہُوں۔ ایک نیشنلسٹ اخبار جس کے
چار اڈیٹر ہیں اور چاروں مسلمان ہیں۔ اور جس کا پہلا نمبر لاہور سے
آج ہی نکلا ہے لکھتا ہے کہ اقبال نے 'وطنیت' کا عذر لنگ تراشا
ہے! دیکھا مغربی کالجوں کے پڑھے ہُوئے مسلمان نوجوان روحانی اعتبار
سے کتنے فرومایہ ہیں۔ ان کو معلوم نہیں کہ اسلامیت کیا ہے اور 'وطنیت'
کیا چیز ہے۔ 'وطنیت' ان کے نزدیک لفظ وطن کا محض ایک
مشتق ہے اور بس۔ امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

محمد اقبال

(۱۳۱) ——————— (۹)

مخدومی، آپ کا پوسٹ کارڈ ابھی ملا ہے "سچ" کے دو نمبر بھی مل گئے تھے جن کے لئے شکر گذار ہوں۔ گذشتہ پانچ چار سال کے تجربے نے مجھے بہت دردمند کردیا ہے۔ اس لئے جلسوں میں میرے واسطے کوئی کشش باقی نہیں رہی۔ مَیں کہیں نہیں جارہا نہ پٹنہ نہ کانپور۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

محمد اقبال۔ لاہور

۲۴ ستمبر ۱۹۳۳ء

نوٹ:۔ پٹنہ اور کانپور میں اس سال بہت اہم قومی اجتماعات ہو رہے تھے

(۱۳۲) ——————— (۱۰)

مکرمی۔ السلام علیکم

جہاں تک مجھے معلوم ہے لفظ برزخ کا کوئی ترجمہ انگریزی زبان میں نہیں ہے۔ بعض مترجمین قرآن نے لفظ Barrier لکھا ہے مگر یہ بھی درست معلوم نہیں معلوم ہوتا۔ غالباً وہ یہ سمجھتے ہیں کہ لفظ برزخ ایرانی لفظ "پروک" کا معرب ہے۔ مگر مجھے نہیں

معلوم کہ قدیم ایرانیوں کے نزدیک 'پردک' کا کیا مفہوم تھا - جہاں تک میں سمجھتا ہوں - موت - برزخ - حشر و نشر وغیرہ Biological اصطلاحات ہیں اور ان کی حقیقت کچھ معلوم نہیں سوائے اس کے جو صوفیائے کرام نے اپنے مکاشفات کی بنا پر لکھی ہے میری رائے میں تو برزخی زندگی کا ترجمہ "Burzukh Life" ہی کریں - لیکن حقیقت برزخ پر ایک مفصل نوٹ دینا ضروری ہے - اس نوٹ میں موت - حشر وغیرہ کی حقیقت بھی اسلامی نقطۂ خیال سے واضح کرنی چاہئے - والسلام

محمد اقبال

۱۹ - جون ۱۹۳۴ء

نوٹ :- مکتوب الیہ نے اپنے انگریزی ترجمۃ القرآن کے سلسلہ میں دریافت فرمایا تھا کہ لفظ برزخ کو انگریزی میں کیونکر منتقل کیا جائے -

(۱۳۳) ——— (۱۱)

مخدومی - السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ مل گیا ہے - جس کے لئے شکریہ قبول فرمائیے -

مَیں خدا کے فضل و کرم سے اچھا ہُوں۔ صحت عامہ تو قریبًا بحال ہو گئی ہے۔ البتہ آواز میں ابھی کسر باقی ہے۔ یہاں کے کالجوں کے مسلمان طلبہ کی ایک جمعیت ہے۔ انہوں نے ایک اپیل شائع کی تھی کہ اقبال کے لئے جمعہ کے روز مسجدوں میں دعا کی جائے اس اپیل سے اخباروں اور ان کے ناظرین کو غلط فہمی ہوئی۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا اور ترجمہ قرآن کا کام جاری ہوگا۔

والسلام

محمد اقبال

۲۸۔اپریل ۱۹۳۶ء

میجر سعید محمد خاں کے نام

(۱۳۴) ——— (۱)

[اقبال کے نام سے ایک فوجی سکول قائم کرنے کی تجویز کے جواب میں لکھا گیا]

محترمی میجر صاحب

ایک معمولی شاعر کے نام سے فوجی سکول کو موسوم کرنا کچھ زیادہ موزوں نہیں معلوم ہوتا میں تجویز کرتا ہوں کہ آپ اس فوجی اسکول کا نام "ٹیپو فوجی اسکول" رکھیں۔ ٹیپو ہندوستان کا آخری مسلمان سپاہی تھا جس کو ہندوستان کے مسلمانوں نے جلد فراموش کر دینے میں بڑی ناانصافی سے کام لیا ہے۔ جنوبی ہندوستان میں جیسا کہ میں نے خود مشاہدہ کیا ہے اس عالی مرتبت مسلمان سپاہی کی قبر زندگی رکھتی ہے بہ نسبت ہم جیسے لوگوں کے جو بظاہر زندہ ہیں یا اپنے آپ کو زندہ ظاہر کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے رہتے ہیں۔

نیاز مند محمد اقبال (منقول از سیرتِ اقبال)

سیّد محفوظ علی بدایونی کے نام

(۱۳۵) ——— (۱)

لاہور
۲۱- دسمبر ۱۹۳۳ء

مخدومی جناب سیّد صاحب - السلام علیکم
کیا مسلمان ریاضی دانوں میں کوئی اس بات کا بھی قائل ہؤا ہے کہ مکان کے ابعاد تین سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں؟ یا نہیں۔
شاید نصیر الدین طُوسی نے ایسے امکان کا کہیں ذکر کیا ہے۔ مگر حوالہ یاد نہیں۔
آپ کے بدایوں میں ایک بزرگ ہیں جنہوں نے کچھ مدّت ہوئی ایک رسالہ علمِ ہیئت پر شائع کیا تھا۔ غالباً کسی یُونانی رسالے کا عربی ترجمہ تھا مہربانی کر کے اُن سے دریافت فرما کر مجھے مطلع فرمائیے۔
اس وقت ان کا نام میرے ذہن سے اتر گیا۔ ورنہ براہ راست انہیں

کی خدمت میں یہ عریضہ لکھتا اور آپ کو زحمت نہ دیتا۔ امید کہ آپ اُن
کی خدمت میں حاضر ہو کر مندرجہ بالا سوال اُن سے پوچھیں گے اور
اُن کے جواب سے مجھے جہاں تک ممکن ہو جلد مطلع فرمائیں گے والسلام

مخلص محمد اقبال

(۱۳۶) ——— (۲)

لاہور
۱۴- اکتوبر سنہ ۱۹۳۵ء

مخدومی، السلام علیکم

آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے۔ الحمدللہ کہ آپ مع الخیر ہیں۔
مَیں گزشتہ ۱۸ ماہ سے علیل ہُوں سفر بہت کم کرتا ہُوں۔ ہر تیسرے
مہینے بھُوپال جاتا ہُوں۔ وہاں برقی علاج ہے جس سے کچھ فائدہ ہے
اب دانتا (آسٹریلیا) جانے کی فکر میں ہُوں۔ یہ ظاہری علاج ہے۔
باطنی علاج صرف اس قدر ہے کہ آپ کے جُد پردرُود پڑھتا ہُوں۔
آپ بھی دُعا فرمائیے۔ اگر بدایوں آتا تو ضرور آپ ہی کے ہاں ٹھیرتا۔ اور
آپ کے روحانیات سے مستفیض ہوتا۔ والسلام مخلص محمد اقبال

چودھری نیاز علی خاں صاحب {بانی ادارہ دارالاسلام پٹھانکوٹ} کے نام

(۱۳۷) ——— (۱)

لاہور
۳۰۔ جولائی ۱۹۳۷ء

جناب چودھری صاحب السلام علیکم
آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ آم اس سے پہلے مل گئے تھے۔ جو نہایت شیریں ہیں۔ نیازی صاحب کے ہاتھ سے رسید لکھوا کے ارسال کر چکا ہوں۔ مہربانی کر کے اگر ممکن ہو تو اور آم اسی قسم کے ارسال کیجئے۔

آپ ضرور تشریف لائیں میں آپ سے ادارہ کے متعلق گفتگو کرونگا۔ اسلام کے لئے اس ملک میں نازک زمانہ آ رہا ہے۔ جن لوگوں کو کچھ احساس ہے ان کا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کے لئے ہر ممکن کوشش اس ملک میں کریں۔ انشاءاللہ آپ کا ادارہ اس مقصد

کو باحسن وجوہ پورا کرے گا۔ علماء میں مداہنت آگئی ہے۔ یہ گروہ حق کہنے سے ڈرتا ہے۔ صوفیہ اسلام سے بے پروا اور حکام کے تصرف میں ہیں۔ اخبار نویس اور آج کل کے تعلیم یافتہ لیڈر خود غرض ہیں۔ اور ذاتی منفعت و عزت کے سوا کوئی مقصد ان کی زندگی کا نہیں۔ عوام میں جذبہ موجود ہے مگر ان کا کوئی بے غرض راہنما نہیں ہے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ امید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص

محمد اقبال

حضرت علامہ مصطفےٰ المراغی شیخ جامعہ ازہر کے نام

(۱۳۸) ——— (۱)

ہم نے ارادہ کیا ہے کہ پنجاب کے ایک گاؤں میں ایک ایسا ادارہ قائم کریں جس کی نظیر آج تک یہاں وقوع میں نہیں آئی - ہماری خواہش ہے کہ اس ادارہ کو وہ شان حاصل ہو جو دوسرے دینی اور اسلامی اداروں کی شان سے بہت بڑھ چڑھ کر ہو۔ ہم نے ارادہ کیا ہے کہ علوم جدیدہ کے چند فارغ التحصیل حضرات اور چند علوم دینیہ کے ماہرین کو یہاں جمع کریں - یہ ایسے حضرات ہوں جن میں اعلیٰ درجہ کی ذہنی صلاحیتیں موجود ہوں اور وہ اپنی زندگیاں دینِ اسلام کی خدمت کے لئے وقف کرنے کے لئے تیار ہوں - ہم ان کے لئے تہذیبِ حاضرہ کے شور و شغب سے دُور ایک کونے میں ہوسٹل بنانا چاہتے ہیں - جو کہ اُن کے لئے ایک علمی اسلامی مرکز ہو - اور ہم ان کے لئے ایک لائبریری قائم کرنا چاہتے ہیں جس میں

ہر قسم کی نئی اور پرانی کتاب موجود ہو اور ان کی رہنمائی کے لئے ہم ایک ایسا معلّم جو کامل اور صالح ہو اور قرآنِ حکیم میں بصارت تامہ رکھتا ہو اور نیز انقلابِ دَورِ حاضرہ سے بھی واقف ہو، مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ وہ ان کو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح سے واقف کرے اور تفکّرِ اسلامی کی تجدید یعنی فلسفہ، حکمت، اقتصادیات اور سیاسیات کے علوم میں ان کی مدد کرے۔ تاکہ وہ اپنے علم اور تحریروں کے ذریعے تمدّنِ اسلامی کے دوبارہ زندہ کرنے میں جہاد کر سکیں۔

اس تجویز کی اہمیت آپ پر منکشف کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ آپ خود اس بات کو بخوبی سمجھتے ہیں۔ لہٰذا میری تمنّا ہے کہ آپ از راہِ عنایت ایک روشن خیال مصری عالم کو جامعہ ازہر کے خرچ پر ہمارے پاس بھیج کر ممنون فرمائیں۔ تاکہ یہ شخص ہم کو اس کام میں مدد دے۔ چاہئے کہ یہ شخص علوم شرعیہ اور تاریخ تمدّنِ اسلامی میں ماہر ہو۔ نیز زبانِ انگریزی پر بھی قدرت کامل رکھتا ہو۔ علاوہ ازیں مجھے مصری وفد کے اراکین سے جنہوں نے پچھلے دِنوں ہمیں اپنی زیارت

سے مشرف فرمایا تھا۔ معلوم ہُوا تھا کہ جامعہ ازہر اپنے خرچ پر چند مبلغین مختلف مقامات میں بھیجنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ مَیں آپ سے درخواست کرنا چاہتا ہُوں کہ ایک مرکزِ اسلامی کی بنا جیسا کہ مَیں نے ابھی ابھی ذکر کیا ہے۔ مقصد تبلیغ کے لئے مختلف مقامات پر مختلف مبلّغین بھیجنے سے زیادہ اولیٰ و اقرب ہے۔ مجھے توقع ہے کہ دینِ حق کا نُور اس مرکز سے ہندوستان کے تمام اطراف و اکناف میں پھیلے گا۔

نوٹ۔ یہ ایک خط کا اقتباس ہے۔ اصل خط عربی میں لکھا گیا تھا۔

محمد امین زبیری ایڈیٹر "ظلّ السّلطان" بھوپال کے نام

(۱۳۹) ———— (۱)

لاہور
۲۹- اپریل ۱۹۱۷ء

مخدومی، السلام علیکم

آپ کا نوازشنامہ مل گیا ہے۔ میری رائے میں اس بحث پر سب سے بہتر کتاب قرآن کریم ہے۔ تدبّر شرط ہے اس میں تمام باتیں موجود ہیں۔ بلکہ Modern Eugenics کے تمام مسائل بھی اس میں موجود ہیں۔ زمانہ حال کی سفرجیٹ عورتوں نے اس پر بہت کچھ لکھا ہے۔ ایک کتاب Rights of Women میری نظر سے گزری ہے کسی عورت کی لکھی ہوتی ہے مگر افسوس ہے کہ مصنف کا نام ذہن میں محفوظ نہیں۔ جان سٹورٹ مِل نے بھی اس پر ایک مفصل مضمون لکھا تھا۔

مخلص محمد اقبال

نوٹ۔ مکتوب الیہ محمد امین زبیری وظیفہ یاب سرکار بھوپال حال مقیم علی گڈھ اس زمانہ میں رسالہ ظل السلطان بھوپال کے ایڈیٹر تھے جس میں مسائل نسواں پر اہم مباحث ہوتے تھے اسی سلسلہ میں علامہ کا یہ خط ہے۔

مولانا شوکت علی کے نام

(۱۴۰) —————— (۱)

{۱۹۱۴ء میں اولڈ بوائیز ایسوسی ایشن ایم، اے، او کالج علی گڑھ کے سالانہ اجلاس میں دعوتِ شمولیت کے جواب میں}

بھائی شوکت! اقبال عزلت نشین ہے اور اس طوفانِ بے تمیزی کے زمانہ میں گھر کی چار دیواری کو کشتیٔ نوح سمجھتا ہے۔ دنیا اور اہل دنیا کے ساتھ تھوڑا بہت تعلق ضرور ہے مگر محض اس وجہ سے کہ روٹی کمانے کی مجبوری ہے۔ تم مجھے علی گڑھ بلاتے ہو، میں ایک عرصہ سے خدا گڑھ میں رہتا ہوں اور اس مقام کی سیر کئی عمروں میں ختم نہیں ہو سکتی۔ علی گڑھ والوں سے میرا سلام کہئے۔ مجھے اُن سے غائبانہ محبت ہے۔ اور اس قدر کہ ملاقاتِ ظاہری سے اس میں کچھ اضافہ ہونے کا امکان بہت کم ہے۔ یہ چند اشعار میری طرف سے ان کی خدمت میں عرض کر دیجئے۔ والسلام

نظم

کبھی اے نوجواں مسلم تدبّر بھی کیا تُو نے
وہ کیا گردوں تھا تُو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبّت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا
تمدّن آفریں، خلّاقِ آئینِ جہانداری
وہ صحرائے عرب، یعنی شتربانوں کا گہوارا
سماں "الفقر فخری" کا رہا شانِ امارت میں
بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را
گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیوّر اتنے
کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا
غرض مَیں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرانشیں کیا تھے
جہانگیر و جہاندار و جہاں بان و جہاں آرا
اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
مگر تیرے تخیل سے فزوں تر ہے وہ نظّارا

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار وہ کردار، تو ثابت وہ سیّارا
گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریّا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا
حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئینِ مسلّم سے کوئی چارا
مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھو ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا
غنیؔ روزِ سیاہ پیرِ کنعاں را تماشا کن
کہ نورِ دیدہ اش روشن کند چشمِ زلیخا را

نیاز احمد کے نام

(۱۴۱) ———— (۱)

مکتوب الیہ الہ آباد یونیورسٹی میں ایم کے طالب علم تھے۔ اور سوشلزم اور کمیونزم کے مطالعہ کے بعد انہوں نے ڈاکٹر اقبال سے دریافت کیا تھا کہ تحریکاتِ حاضرہ کے پیشِ نظر آئندہ تشکیل عالم کے سلسلہ میں اسلام کوئی قوت ہوگا یا نہیں۔

(انگریزی)

لاہور
۱۱- فروری ۱۹۳۱ء

ڈیر مسٹر نیاز احمد

آپ کا خط ملا جس کے لئے شکر گذار ہوں۔ مجھے افسوس ہے مگر نہ تو میرے پاس اس قدر وقت ہے اور نہ ہی ایک مختصر خط اس کا متحمل ہو سکتا ہے کہ آپ نے جو سوالات کئے ہیں ان کے جوابات

قلمبند کرسکوں۔ اصل میں آپ کے سوالات کے مکمل جواب کے لئے ایک کتاب درکار ہوگی۔ آپ میرے خطبات "تشکیل جدید الٰہیات اسلامی" جو مَیں نے علی گڑھ اور جنوبی ہندوستان میں دیئے تھے۔ مطالعہ کیجئے۔ وہ شائع ہو چکے ہیں۔ مذہبی مسائل بالخصوص اسلامی مذہبی مسائل کے فہم کے لئے ایک خاص تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں کی نئی پود اس سے بالکل کوری ہے جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تعلیم کا تمامتر غیر دینی ہوجانا اس مصیبت کا باعث ہؤا ہے۔ اور ہندوؤں کے ہاں تو ایک گونہ مذہب کا وجود ہی ندارد ہے۔ اگر آپ کبھی لاہور تشریف لائیں تو مجھ سے ملئے۔ میں آپ کی دقتوں اور پریشانیوں کو رفع کرنے میں جو خدمت بجا لاسکوں اُس سے دریغ نہ ہوگا۔

مخلص محمد اقبال

(۱۴۲) ——— (۲)

مکتوب الیہ اس زمانہ میں لکھنؤ کے عیسائی سکول میں معلم تھے اور علامہ سے انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی خواہش

کا اظہار کیا تھا۔

لاہور

۲۰۔نومبر ۱۹۳۵ء

ڈیر مسٹر نیاز

آپ کا نوازش نامہ ملا جس کے لئے ممنون ہوں۔ میرے خیال میں آپ کا اولین فرض یہ ہے کہ آپ اسلام، اُس کی مذہبی اور سیاسی تاریخ، اُس کے کلچر اور اس بحران کا مطالعہ کرنا چاہیئے جو ٹرکی اور دُوسرے اسلامی ممالک میں مغرب کے افکار جدید کے اسلامی زندگی اور افکار پر اثر نے پیدا کر دیا ہے۔ آپ عیسائیوں کی تبلیغی طرز سے زیادہ اسلام پر کتابیں لکھ کر اسلام کی خدمت کر سکتے ہیں۔

اسلام میں تنخواہ دار مبلغین کی انجمنیں کبھی نہیں تھیں۔ تبلیغ کا کام انفرادی کوشش اور سرگرمی پر موقوف رہا ہے۔ افریقہ کا حلقہ بگوش اسلام ہونا ایسے مسلمانوں کی انفرادی کوششوں کا مرہونِ منت ہے جن کے پاس اس خدمت کے ظاہری وسائل موجود

نہ تھے۔ ہندوستان میں بھی اشاعتِ اسلام کا کام شخصی اور انفرادی کوششوں کا نتیجہ ہے

مخلص

محمد اقبال

منشی آدم علی بھائی کے نام

(۱۴۳) ——— (۱)

منشی صاحب موصوف نے ایک ہندو دوست کی تشفی کے لئے جو تلاشِ حق کی غرض سے اسلام کا مطالعہ کر رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کو لکھا کہ ان کے ہندو دوست کی خاطر ایک مضمون لکھ کر بھیجیں جس سے قرآن کریم اور محمد الرسول اللہ کی صداقت ثابت ہو

جناب من

آپ کا خط مجھے ملا۔ افسوس ہے یہ مضمون ایک یا متعدد خطوط میں نہیں سما سکتا۔ آپ اُن صاحب کو لاہور بھیج دیں۔ میں اپنے علم و فہم کے مطابق ان کی مدد کو حاضر ہوں۔ والسلام

محمد اقبال

۱۷ ستمبر ۱۹۲۵ء

ڈاکٹر محمد عباس علی خاں صاحب لمعہ

جاگیردار

ٹونڈہ پور مشرقی خاندیش

نذرِ لمعہ بحضورِ اقبال

تو ہے شاہِ جہانِ بے نیازی
ہے عالمگیر تیری نے نوازی
ہیں نازاں تجھ پہ عطار و سنائی
مریدِ پیرِ رومی مردِ غازی

۲۰ مئی سنہ ۱۹۴۳ء محمد عباس علی خاں لمعہ

ڈاکٹر عباس علی خاں کے نام

(۱۴۴) ——————— (۱)

لاہور

۱۵- اپریل ۱۹۲۹ء

جناب من

نوازش نامہ جس میں آپ کی نظم ملفوف تھی ابھی ابھی موصول ہؤا جس کے لئے ممنون ہُوں۔ مجھے اس اطلاع سے مسرت ہوئی کہ میرے اشعار کے مطالعہ سے آپ کو فائدہ پہنچا۔ آپ نے اپنی نظموں میں مجھ ناچیز کے متعلق جن جذبات کا اظہار فرمایا ہے اُن کے لئے سراپا سپاس ہُوں۔

نیازمند

محمد اقبال

(۱۴۵)———— (۲)

جنابِ من ڈاکٹر لمعہ

السلام علیکم - آپ کا خط مل گیا ہے - فی الحال اصلاحِ اشعار سے معاف فرمائیے کہ فرصت بالکل نہیں - کسی فرصت کے وقت دیکھوں گا - امید ہے کہ آپ بخیر ہونگے -

مخلص محمد اقبال - لاہور
۷ - مئی ۱۹۲۹ء

(۱۴۶)———— (۳)

(انگریزی)

لاہور
۲۰ مئی ۱۹۳۰ء

مائی ڈیر عباس علی خاں

آپ کا نوازش نامہ ابھی ابھی موصول ہؤا جس کے لئے ممنون ہوں - مَیں نے آپ کی کتاب جو آپ نے مجھے تحفۃً بھیجی مطالعہ نہیں کی - لیکن مَیں اسے نہایت خوشی سے پڑھوں گا اور

امید ہے اس سے منفعت بھی حاصل کریں گا۔ آپ کے والد بزرگوار کے انتقال کی اطلاع سے قلق ہؤا۔ جسے آپ نیچر کہتے ہیں اس کے سپرد ایک بہت بڑی کائنات کا اہتمام ہے۔ اور ہمیں یقین رکھنا چاہئے کہ وہ اپنے وظیفہ کی نوعیت سے کماحقہٗ آگاہ ہے۔

Reconstruction of Religious Thought in Islam پر میرے لکچر شائع ہو گئے ہیں۔ اگر آپ کا امریکن دوست زمانۂ حال کے اسلام سے دلچسپی رکھتا ہے تو اسے ان کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ مبارک علی تاجر کتب لوہاری گیٹ سے یہ کتاب مل سکتی ہے۔

مخلص محمد اقبال

(۱۴۷) —————— (۴)

لاہور
یکم فروری سنہ ۱۹۳۱ء

مائی ڈیر ڈاکٹر عباس علی خاں

نوازش نامہ اور اُس کے ملفوفات کے لئے سراپا سپاس

ہوں بستر محمد علی مرحوم کا خاتمہ بخیر ہؤا۔ اگرچہ مَیں اُن کی سیاست کا کبھی بھی مداح نہ تھا۔ لیکن ان کی اسلامی سادگی اور آخری سالوں میں اپنی بعض آرا کے بدل لینے میں جس امانت و دیانت کا انہوں نے ثبوت دیا بہت احترام کرتا ہُوں۔ اپنے متعلق ان کی پیشگوئی بھی درست ثابت ہُوئی ہے اور اس سے بھی قوم میں ان کا وقار بڑھ گیا ہے۔ مسجدِ اقصیٰ میں آخری آرامگاہ کا میسّر آنا ان کی خوش نصیبی ہے۔ جس سے ان کا مرتبہ بلند تر ہو گیا ہے۔ اب تو محض ایک سیاسی رہنما کی حیثیت سے اُن کا مرتبہ نہایت ارفع ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ امید ہے آپ آج کل کی سیاست سے اپنے آپ کو بچائے ہوئے ہونگے۔

مخلص

محمد اقبال

(۱۴۸) ——— (۵)

لاہور
۷ ستمبر ۱۹۳۱ء

مائی ڈیر ڈاکٹر عباس علی خاں صاحب

ڈاکٹر کلیفورڈ مانشرڈٹ کی کتاب کے تحفہ کے لئے دلی شکریہ قبول فرمائیے۔ مجھے اس کتاب: "عالمگیر انسانی برادری" Brotherhood کی بہت ضرورت تھی۔

نظم کے لئے بھی جو آپ نے ازراہِ لطف و کرم بھیجی ہے اور جو مَیں نے بیحد پسند کی ہے شکریہ قبول کیجئے۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص محمد اقبال

(۱۴۹) ——— (۶)

(انگریزی)

لاہور
۲۴- فروری ۱۹۳۲ء

مائی ڈیر ڈاکٹر عباس علی خاں

مَیں نہایت ممنون ہوں کہ آپ وقتاً فوقتاً اپنی نظمیں بھیجتے رہتے ہیں

اگر میں آپ کی اس توجہ کا ہمیشہ بر وقت شکریہ ادا کرنے سے قاصر رہوں تو اسے میری بے رخی پر محمول نہ فرمائیے اور یہ نہ سمجھئے کہ میں اس جذبہ کی جس کے تحت میں آپ مجھے یہ تحفہ بھیجتے ہیں پوری پوری قدر کرنے میں کوتاہی کا مرتکب ہوں۔ میں ہمیشہ انہیں بڑی دلچسپی سے پڑھتا ہوں۔ کیونکہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ کس حد تک اپنی نظموں کو آپ معنویت یا روحانیت کا حامل بنا سکے ہیں۔ آپ میں ایک معنوی میلان پایا جاتا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کا برمحل استعمال کریں۔ میرے خیال میں اردو کو اپنے جذبات کے اظہار کا ذریعہ اختیار کرنے میں آپ نے بڑی دانائی سے کام لیا ہے۔ اپنی زبان غیر زبان سے ہر حالت میں بہتر ہوتی ہے امید ہے آپ کی صحت اب اچھی ہو گی۔ کیا آپ کو بر وقت ایک گُر بتا دوں؟ شعر و سخن میں کم وقت صرف کیجئے تو آپ کی صحت کو فائدہ پہنچے گا۔

مخلص محمد اقبال

آپ سے امریکن دوست ڈاکٹر کلیفورڈ ڈینیشر ڈٹ کی کتاب

DR. SIR MUHAMMAD IQBAL. LAHORE.

BARRISTER-AT-LAW. ______ 193

۱۳ر جنوری ۳۲ء

مکرم بندہ السلام علیکم

قرآن شریف کا نسخہ جو آپ نے کمال عنایت سے ارسال فرمایا ہے ابھی موصول ہوا۔ اس مقدس تحفے کے لیے میں آپ کا نہایت شکر گزار ہوں۔ انشاء اللہ اس نسخے سے استفادہ کیا کروں گا۔ امید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

محمد اقبال

(نوٹ) "حضرت اقبال کا گرامی نامہ ڈاکٹر محمد عباس علی خاں لمعہ کے نام"

"عالمگیر انسانی برادری" مَیں نے نہایت شوق سے پڑھی ہے۔ ایسے خیالات کا مطالعہ ہر شخص کے لئے سود مند ہوتا ہے۔

(۱۵۰) ———— (۷)

لاہور
۱۳۔ جون ۱۹۳۳ء

مکرم بندہ۔ السلام علیکم

قرآن شریف کا تحفہ جو آپ نے بہ کمال عنایت ارسال فرمایا ہے ابھی موصول ہؤا۔ اس مقدس تحفہ کے لئے مَیں آپ کا نہایت شکر گذار ہُوں۔ انشاء اللہ یہی نسخہ استعمال کیا کروں گا۔ امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔

مخلص محمد اقبال

(۱۵۱) ———— (۸)

لاہور
۱۔ اگست ۱۹۳۴ء

محترم بندہ ڈاکٹر عباس علی خاں صاحب

تسلیم! آپ کا نوازش نامہ ابھی ملا۔ آپ کی طویل علالت

کی خبر سُن کر مجھے افسوس ہوا، نارو کا مرض واقعی بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ صفائی کا خیال رکھئے۔ یہ اپنی مقررہ مدت پر اچھا ہوتا ہے۔ خدا سے امید ہے وہ بہت جلد آپ کو شفایاب فرماتے گا۔

اتنی سخت علالت میں آپ کے مشاغل نہایت قابلِ مبارکباد ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عقل و حواس پر قابو پا رہے ہیں۔ تکلیف اور خوف کا احساس آپ سے دُور ہو رہا ہے۔ ماشاء اللہ۔ اس کا اپریشن نہ کرائیں ورنہ پیر کا معاملہ ہے۔ مَیں نے لاہور کے ایک حکیم صاحب سے دریافت کیا ہے۔ آپ یہ علاج ضرور کیجئے۔ ۳ ماشہ ہینگ کو پیاز میں رکھ کر گرم کر لیجئے۔ اس کے بعد روزانہ کھا لیجئے۔ صرف ۳ دن استعمال کریں۔ تیل اور ترشی وغیرہ کا پرہیز ہے جس جگہ نارو ہے اس پر چنبیلی کے پھول روزانہ شب میں باندھ لیں۔ انشاء اللہ جلد صحت یابی ہو جائیگی۔

آپ کی نارو والی نظم بہت دلچسپ ہے۔ باقی خیریت ہے

خدا حافظ

آپ کا مخلص

محمد اقبال

ناروے سے متعلق نظم ذیل میں درج ہے۔ لمعہ

ناروے کے درد کا بھی عطیہ ہمیں ملا
یہ درد کیا ہے تارِ محبت کا سلسلا
ہے سوز اس میں آتشِ نمرود کا نہاں
سوزش بھی اس کی سُودِ محبت کی ہے زباں
ناروکا تار عشق کی زندہ مثال ہے
پیچیدگی میں اس کی قیامت کی چال ہے
بچپن سے جو کہ آتشِ نمرود میں پلا
خائف وہ درد سے کہیں ناروکے بھی ہُوا

ڈاکٹر لمعہ

(۱۵۲) —————— (۹)

عزیزم عباس علی خاں صاحب سلمہٗ

السلام علیکم۔ رجسٹر اور خط موصول ہُوا۔ نظمیں ایک جگہ سب کی سب محفوظ ہیں۔ انتخاب آپ کی مرضی پر موقوف ہے۔ نظم ہو یا غزل مختلف مضامین کی حامل ہوتی ہیں اور ناظرین یا سامعین کی طبائع

مختلف! اس لئے میرے خیال میں اشعار کا انتخاب مشکل کام ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ کلام مدارج کے لحاظ سے منتخب کیا جائے! آپ کا ایک خاص رنگ ہے اور آپ کے اکثر اشعار ایک وجدانی کیفیت رکھتے ہیں، اپنے مجموعۂ کلام کے لئے آپ نے جو نام تجویز فرمائے ہیں ان کی ایک طویل فہرست ہے۔ اور سب نام ایک سے ایک بہتر! انظر انتخاب کہیں جمتی نہیں۔ میری رائے میں آپ اپنے جملہ کلام کو ایک ہی نام سے معنون کریں اور جلد اول دوم سے موسوم کر دیں۔ "تقدیر امم" موزوں نام ہے۔

میری صحت بحمداللہ اچھی ہے۔ اور موسم ناگوار نہیں ہے۔ خصوص صبح میں اچھی سردی رہتی ہے۔ آپ کا خیال درست ہے۔ چہل قدمی ضرور مفید ہوگی۔ انشاءاللہ آپ کی ہدایت پر ضرور عمل کروں گا یہاں سب خیریت سے ہیں۔ امید ہے کہ آپ بھی بعافیت ہونگے۔ مکرر یاد آوری کا شکریہ!

آپ کا مخلص

محمد اقبال لاہور

۲۔ فروری ۱۹۳۳ء

(۱۵۳) ——— (۱۰)

مجبی لمعہ صاحب!

تسلیم - آپ کا عنایت نامہ ملا - یاد فرمائی کا شکریہ!

خدا کا شکر ہے کہ آپ خیریت سے ہیں، یہاں گرمی شروع ہو چکی لیکن رات نسبتہً تکلیف دہ نہیں ہے - اپریل اور مئی کے یہ دو مہینے یہاں سخت تکلیف دہ ہوتے ہیں - دیہات میں تو عموماً موسم اچھا ہوتا ہے - یہاں مرض چیچک کی وجہ سے لوگ بہت پریشان ہیں - اب کے کسی سرد مقام پر جانے کی فکر میں ہوں - مگر اب تک مقام تجویز نہیں ہؤا - اگر جانا ہؤا تو آپ کو اطلاع دونگا - آپ کے خطوط اور خیالات کو پڑھ کر مجھے بیحد مسرت حاصل ہوتی ہے - اس اخلاق کا شکر گذار ہوں - ہاں آج کل کیا مشاغل ہیں - آپ بھی جوان! اور آپ کی شاعری بھی جوان! مجھے تو آپ کی نظموں میں ایک خاص جذبہ نظر آتا ہے - اور زبان کی سلاست سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جو کچھ کہہ جاتے ہیں بلا قصد کہہ جاتے ہیں اسی کا نام آمد ہے - یہ کیفیت منجانب اللہ ہے - کوشش سے حاصل

نہیں ہوتی۔ رند کہتا ہے۔ شعر

مشق کر مشق کہ تا لطفِ سخن پیدا ہو
خود بخود شعر میں بے ساختہ پن پیدا ہو

عید الفطر کی پیشگی مبارکباد بھیجتا ہوں۔ یا شاید وقت پر بھی پہنچ جائے
خدا حافظ

آپ کا مخلص
محمد اقبال لاہور
۱۹۔ مارچ ۱۹۳۳ء

(۱۵۴) ——— (۱۱)

لاہور
۳۰۔ جون ۱۹۳۳ء

جناب من تسلیم
آپ کا نوازش نامہ مل گیا ہے۔ میرا دوستانہ مشورہ یہ ہے کہ آپ شعر و سخن میں اپنا وقت عزیز ضرور صرف کریں۔

مخلص محمد اقبال لاہور

(۱۵۵) ——— (۱۲)

جناب من تسلیم

آپ کا خط مل گیا ہے۔ اس سے پہلے بھی مَیں آپ کو لکھ چکا ہُوں، مگر ممکن ہے میرا خط آپ تک نہ پہنچا ہو۔ اس واسطے کہ مَیں آپ کا نام صحیح طور پر پڑھ نہ سکا تھا۔ بہر حال ہیں نے آپ کو یہ مخلصانہ مشورہ دیا تھا کہ آپ شعر و شاعری کا مشغلہ ترک نہ کریں۔

اسرار کا ترجمہ M/S Macmillan & Co. نے شائع کیا تھا۔ اس کے ترجمے کے مصنف Dr. Rynold A. Nicholson کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں۔ انہوں نے بعض نظمیں پیام مشرق کی بھی ترجمہ کی تھیں۔ جو جرمنی کے رسالہ "Islamica" میں شائع ہوئی تھیں۔ سر نظامت کا خط واپس ارسال خدمت ہے۔

مخلص

محمد اقبال

۶۔ جولائی ۱۹۳۳ء

(۱۵۶) —————— (۱۳)

ڈیر مسٹر عباس علی خاں۔

السلام علیکم۔ آپ کا خط جاوید کے نام ابھی ملا ہے۔ خدا کا فضل و کرم ہے۔ اور تو خیریت ہے البتہ مجھے قریبًا دو ڈھائی ماہ سے acute laryngitis کی شکایت ہے جس کی وجہ سے بولنے یا عام طور پر کلام کرنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ بہت علاج کیا مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ لندن انشاء اللہ اگلے سال جاؤں گا۔

مخلص محمد اقبال لاہور

۶۔ اپریل ۱۹۳۴ء

(۱۵۷) —————— (۱۴)

مکرمی لمعہ صاحب

السلام علیکم۔ آپ کے دو خط ایک کارڈ اور ناول بذریعہ رجسٹری موصول ہوئے۔ یہاں گرمی کی رفتار ترقی پر ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مزاج ٹھیک نہیں رہتا۔ اور جواب لکھنے میں تاخیر ہوئی معاف فرمائیے گا

آپ نے بہت اچھا کیا۔ ختم گرما کے بعد ہی لاہور تشریف لائیے۔ دیہات میں عموماً گرمی کم رہتی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ خیریت سے ہیں اور میری صحت بھی اچھی ہے۔ آپ کے جواہر پارے گنجِ سخن میں محفوظ ہیں اور مَیں دیکھ دیکھ کر محظوظ ہو رہا ہُوں۔ خدا کرے آپ کو شاعری کے لئے کافی مہلت مل جائے۔

سنئے غزل اور رباعی کے لئے قافیہ کی شرط تو لازمی ہے۔ اگر ردیف بھی بڑھا دی جائے تو سخن میں اور بھی لطف بڑھ جاتا ہے۔ البتہ نظم ردیف کی محتاج نہیں۔ قافیہ تو ہونا چاہئیے۔

اب کچھ عرصہ سے بلا ردیف و قافیہ نظمیں لکھی جاتی ہیں۔ اور یہ انگریزی نظموں کی تقلید ہے جس کا نام انگریزی میں "بلینک ورس" ہے۔ جس کو (نثر مرجز) کہنا چاہئیے! اگرچہ پبلک مذاق کچھ ایسا ہو چلا ہے مگر میرے خیال میں یہ روش آئندہ مقبول نہ ہو گی! نظموں کے لئے اولاً سبجکٹ اور مضامین تلاش کرنے کی ضرورت ہے نیچرل مضامین تو سبجکٹ ہی کے اعلیٰ انتخاب سے کچھ لطف دیتے ہیں۔ اور مَیں دیکھتا ہُوں کہ حتی الامکان آپ کی نظمیں اس خصوصیّت

سے مالا مال ہوتی ہیں۔ کلام کی پختگی تو اب بھی آپ کے خیالات میں موجود ہے اور مشق سے ہوتے ہوتے حاصل ہوگی۔ قدیم شاعری اور جدید شاعری کا سوال بھی سرمایۂ ادب کا ایک سبجکٹ ہو گیا ہے

مَیں فقط فرسودہ مضامین کی حد تک جدید و قدیم کی بحث کو مانتا ہوں۔ شاعری کی جان تو شاعر کے جذبات ہیں جذباتِ انسانی اور کیفیاتِ قلبی اللہ کی دین ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ طبعِ موزوں اس کے ادا کرنے کے لئے پُر اثر الفاظ کی تلاش کرے! نظم کے اصناف کی تقسیم جو قدیم سے ہے ہمیشہ رہے گی اور انسانی جذبات ماحول کے تابع رہیں گے۔ بس یہ سمجھ لیا جائے کہ جس شاعر کے جذبات ماحول سے اثر پذیر ہیں وہ شاعر جدید رنگ کا حامل متصور ہو سکتا ہے نہ کہ نفسِ شعری! اگر ہم نے پابندیٔ عروض کی خلاف ورزی کی تو شاعری کا قلعہ ہی منہدم ہو جائیگا۔ اور اس نقطۂ خیال سے یہ کہنا پڑے گا اور یہ کہنا درست ہے کہ موجودہ شعرا کا کام تعمیری ہونا چاہئے نہ کہ تخریبی! خدا حافظ۔ زیادہ والسلام

مخلص محمد اقبال لاہور
۱۰۔ اپریل ۱۹۳۴ء

(۱۵۸) ——— (۱۵)

مکرم بندہ، ڈاکٹر لمعہ

تسلیم۔ نوازش نامہ کا شکریہ!

خدا کا شکر ہے میری صحت عامہ اب اچھی ہے۔ مگر حلق کی تکلیف ہنوز باقی ہے۔ آپ کے افسانے اور کلام بعد مطالعہ واپس کر رہا ہوں، ماشاءاللہ خوب ہیں۔

رموزِ فطرت کا اک مبصّر ترے خیالوں میں گا رہا ہے
تو خود شناسی سے اپنی دنیا کو رازِ انساں بتا رہا ہے

امید ہے کہ جناب کا مزاج بخیر ہوگا۔ خدا حافظ

مخلص محمد اقبال لاہور

۱۲- اپریل ۱۹۳۴ء

(۱۵۹) ——— (۱۶)

لاہور
ا- دسمبر ۱۹۳۴ء

مکرم بندہ

تسلیم۔ آپ کا گرامی نامہ مل گیا ہے۔ میری طبیعت بحمداللہ

(۱۵۸) ——— (۱۵)

مکرم بندہ، ڈاکٹر لمعہ

تسلیم۔ نوازش نامہ کا شکریہ!

خدا کا شکر ہے میری صحت عامہ اب اچھی ہے۔ مگر حلق کی تکلیف ہنوز باقی ہے۔ آپ کے افسانے اور کلام بعد مطالعہ واپس کر رہا ہوں، ماشاءاللہ خوب ہیں۔

رموزِ فطرت کا اک مبصّر ترے خیالوں میں گا رہا ہے
تو خود شناسی سے اپنی دنیا کو رازِ انساں بتا رہا ہے

امید ہے کہ جناب کا مزاج بخیر ہوگا۔ خدا حافظ

مخلص محمد اقبال لاہور

۱۲۔ اپریل ۱۹۳۴ء

(۱۵۹) ——— (۱۶)

لاہور
۱۔ دسمبر ۱۹۳۴ء

مکرم بندہ

تسلیم۔ آپ کا گرامی نامہ مل گیا ہے۔ میری طبیعت بحمداللہ

حاصل کر رہے ہیں۔ دنیا کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ آپ کی عمر کے لحاظ سے بالکل درست ہے۔ مگر آپ کو اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ دنیا ایک بہت اہم مقام ہے۔ اور اس سے صحیح استفادہ حاصل کرنے کے لئے ہمیں انسان کامل بننے کی کوشش کرنی چاہئے۔

مولانا رومیؒ کو بغور پڑھئے اور اس بات کا ہمیشہ خیال رکھئے کہ جو کچھ آپ کا ضمیر اس خصوص میں آپ کو مشورہ دے اس سے انکار نہ ہو۔ میرے گلے کی حالت اب رو بصحت ہے۔ آپ کے گراں قدر مشوروں کا شکریہ

نگہدار آنچہ در آب و گل تست
سرورِ سوز و مستی حاصلِ تست
تہی دیدم سبوئے این و آں را
مئے باقی بہ مینائے دلِ تست

آپ نے میرا حال دریافت فرمایا ہے شکریہ۔

زندہ ہوں۔ دل مضمحل، مسرت فنا، اللہ اللہ خیر صلا خدا حافظ

مخلص محمد اقبال لاہور

۲۰۔ فروری سنہ ۱۹۳۷ء

۱۶۲ —— ۱۹

مکرمی لمعہ صاحب

السلام علیکم

آپ کا عنایت نامہ ابھی ابھی ملا۔ آپ کی بار بار یاد فرمائی کا بیحد ممنون ہُوں۔ یہاں اب گرمی شروع ہو چکی ہے۔ نو دس بجے صبح خاصی گرمی رہتی ہے۔ ایسے موسم میں علی العموم میرا معدہ اور بھی خراب ہو جاتا ہے۔ آپ کا خیال بہت درست ہے اور میرا بھی یہی تجربہ ہے۔ دوا سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا! مجھ کو تقلیل غذا مفید ہوتی ہے۔ اسی پر عمل پیرا ہُوں۔ کسی دوا کا سر دست استعمال نہیں ہے۔ گوشت تو میں نے ترک کر دیا ہے۔ البتہ مرغ اور مچھلی استعمال میں ہے۔ اور مَیں صرف ایک دفعہ دوپہر میں جو کچھ کھا لیتا ہُوں کھا لیتا ہوں اور شب میں فاقہ۔ اس طریق عمل سے مزاج صاف رہتا ہے۔ مگر تولید ریاح اور قبض بدستور! خیر خدا کو جو منظور ہے ہو رہے گا۔ فکر نہ کیجئے۔

آپ کے حسب الحکم

. . . . (پڑھا نہیں جا سکا)

کی گولیوں کا استعمال جاری ہے اور لسّی بھی استعمال کرتا ہوں جس سے اختلاج میں ضرور افاقہ ہے۔ اس کے ساتھ آپ کی حسبِ خواہش آنولے کا مربہ بھی استعمال کر رہا ہوں۔

آپ کا کلام میرے حدِ مذاق تک بہت پُرلطف ہے۔ اس کی اشاعت میں تامّل کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ یہ آپ کے شوق کی بات ہے۔ مَیں نے حتی الامکان جہاں جہاں ضرورت معلوم ہوئی ترمیم کی ہے۔ لیکن آپ کے تخیل کو مجروح ہونے سے بچایا ہے۔ طبع کے وقت مکرر غور بھی ممکن ہے اور انتخاب بھی!

یہ سب چیزیں بالمشافہہ انشاءاللہ تعالیٰ ٹھیک ہو جائیں گی۔ امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص محمد اقبال لاہور

۲۳- مارچ ۱۹۳۵ء

(۱۶۳) ——— (۲۰)

لاہور

۱۱- مئی ۱۹۳۵ء

مخترمی بندہ

تسلیم- آپ کا نوازشنامہ مل گیا ہے۔ بحمداللہ میری صحت

اب بہتر ہے۔آپ کے مشورے کا شکریہ۔ انشاءاللہ آپ کے حسب خواہش ضرور بھوپال جاکر بجلی کے ذریعہ علاج کراؤں گا۔

آپ کے افسانوں اور مثنوی سے مَیں نے استفادہ حاصل کیا ہے۔ افسانے نہایت دلکش اور موثر ہیں، زبان شستہ ہے مثنوی کا آغاز بہت اچھا ہے۔ خدا کرے اس کا اختتام بھی اچھا ہو۔ آپ کے خطوط کے ورود سے مجھے بے حد خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اور مَیں آپ کے خیالات کو بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھتا ہوں۔

لندن کا سفر ملتوی کرنے کا ارادہ ہے۔ آپ کے ایما پر ٹیگور میری مزاج پرسی کے لئے لاہور آتے تھے۔ مگر مَیں لاہور میں موجود نہ تھا اس لئے ملاقات نہ ہوسکی، آپ انہیں مطلع کردیں۔ امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

نیازمند

محمد اقبال لاہور

(۱۶۴) ——— (۲۱)

مجبیّ لمعہ صاحب سلّمہ،

تسلیم۔ ابھی محبت نامہ صبح صبح ملا۔ حالانکہ میرے لب

تبسّم آشنا نہیں ہیں تاہم آپ کے خط سے متحرک ہو جاتے ہیں۔ آپ کی نثر بھی نظم سے کم نہیں ہوتی،

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ!

آپ کی نظم و نثر کی بیاض محفوظ ہے۔ کہیں کہیں درست کرنے کی ضرورت پڑی۔ واپس کرنے میں خوف ہو رہا ہے۔ کیا واپس ہی کر دُوں؟ لیکن پہنچے نہ پہنچے کا میں ذمہ دار نہیں۔ یا رہنے دیجئے۔ جب آپ سے ملاقات ہو گی دست بدست لے لیجئے۔ بہرحال جو مناسب ہو مطلع فرمائیے۔

آپ کے مشاغل کیا ہیں! کیا شاعری جاری ہے؟ کبھی کبھی جب طبیعت لگے ضرور شعر کہئے؟ آپ کی طبیعت شاعری کے مناسب ہے، اور آپ کی نظموں میں مجھ کو لطف آتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی کہانیاں بھی نثر میں لکھئے۔ آپ کی نثر بھی دلچسپ ہوتی ہے

خدا نے آپ کو ادب کی خدمت مخلوق کی خدمت (ڈاکٹری) کے ساتھ ساتھ کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور جوانوں کو کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہیئے۔ خدا حافظ

مخلص محمد اقبال لاہور
۲۱ جون ۱۹۰۴ء

(۱۶۵) ———— (۲۲)

عزیزم ڈاکٹر عباس علی خاں صاحب لمعہ سلمہٗ

نوازش نامہ مل گیا ہے۔ بحمد اللہ سب خیریت ہے۔ آپ کی انگریزی نظموں کا مجموعہ مَیں نے بغور دیکھا ہے! اور ٹیگور کے خطوط بھی۔ ٹیگور آپ سے بے حد خوش ہیں اور کیوں نہ ہوں انگریزی زبان پر بھی آپ کو اچھا خاصا عبور ہے۔ بڑی خوشی کی بات ہے!

مشق کئے جائیے۔ اور جو کچھ آپ کا ضمیر آپ کو لکھائے فوراً قلمبند کر لیا کریں۔ مگر ایک بات یاد رہے۔

آپ چند روز کے لئے آرام لیں۔ ورنہ آپ کی صحت پر بہت بار پڑیگا۔ میری صحت ٹھیک ہے مگر روز بروز انحطاط محسوس کر رہا ہُوں۔ اودیات استعمال کر رہا ہُوں۔ مَیں تجدیدِ حیات اور شباب کا قائل نہیں ہُوں۔ فطرت کا قانون اٹل ہے۔

نواب عزیز یار جنگ بہادر کے کلام کا مجموعہ "ارمغانِ عزیز" جسے آپ نے تحفۃً مجھے بھجوایا ہے ملا بشکریہ! ان کی ہستی حیدر آباد

کے لئے مایۂ ناز ہے - امید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا - خدا حافظ -

مخلص

محمد اقبال لاہور

۷ - جولائی ۱۹۳۵ء

(۱۶۶) ——— (۲۳)

میرے عنایت فرما سلمہ اللہ تعالےٰ

رجسٹرڈ خط ابھی ابھی ملا - جس میں چند نظمیں ملفوف ہیں - اس سے قبل بھی ایک رجسٹر اور دو خط مع اشعار موصول ہوئے ہیں - آپ کے جواہر پارے گنج سخن میں محفوظ ہیں اور میں دیکھ کر محظوظ ہو رہا ہوں - امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا -

مخلص

محمد اقبال

۱ - نومبر ۱۹۳۵ء

(۱۶۷) ——— (۲۴)

(انگریزی)

لاہور
۱۸- نومبر ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر عباس علی خاں

عیادت نامہ کے لئے ممنون ہوں۔ میں بفضل خدا بالکل اچھا ہوں۔ اگرچہ پیری کے آثار روز بروز نمایاں ہو رہے ہیں۔ انحطاط بڑھتا جا رہا ہے اور میں پبلک مشاغل سے علیحدگی اختیار کر رہا ہوں آپ نے میرے لئے بکری کا دودھ تجویز فرمایا ہے یا بھیڑ کا۔ بہرنوع بالکل سیاہ بھیڑ کا میسّر آنا تو نہایت مشکل نظر آتا ہے۔ آپ کا جواب آنے پر اس باب میں آپ کو اطلاع دوں گا۔

آپ کی دعائیں میرے لئے موجبِ ممنونیت ہیں۔ لیکن یہ جانتے اور مانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے جو ہمارے لئے بہتر ہے کیا آپ اسے تسلیم نہ کریں گے کہ ہمیں خاص مقاصد کے لئے دعا نہ مانگنی چاہیئے۔

ذاتی طور پر مَیں تو اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا طالب ہُوں۔ اپنے لئے تکالیف سے نجات یا حصولِ عیش و راحت کے لئے دعا نہیں کرنا چاہتا۔ زیادہ کیا لکھوں۔ آپ کے لطف و کرم اور میری صحت و عافیت سے متعلق آپ کی دلچسپی کے لئے مکرر شکر گذار ہُوں۔

مخلص محمد اقبال

(۱۶۸) ——— (۲۵)

(انگریزی)

لاہور

۱۷۔ اپریل ۱۹۳۶ء

مائی ڈیر ڈاکٹر عباس علی خاں

آپ کے محبت نامہ کے لئے سراپا سپاس ہُوں۔ معاف فرمائیے مَیں جواب میں آپ کا سا ہنرمندانہ سلیقہ اختیار کرنے سے قاصر ہُوں۔ لیکن آپ کو یقین دلاتا ہُوں کہ دل را بدل رہیست۔ میری صحت سے متعلق آپ کی تجاویز کے لئے آپ کا ممنون ہُوں

مخلص محمد اقبال

(۱۶۹) ——— (۲۶)

لاہور
۲- اگست ۱۹۳۶ء

مجبی!

تسلیم - آپ کی نظم آج ہی ملی - دیکھ کر آج ہی واپس کر رہا ہوں - بار بار پڑھا - بڑا لطف آیا - اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ - میری صحت اب بہتر ہے - مگر آواز میں ترقی نہیں ہوئی - آپ کے مشورہ کا شکریہ - امید ہے آپ بخیر ہونگے -

مخلص محمد اقبال

لمعہ[۱] ہے نیپئن[۲] ہے اور آرزوئے وصال ہے
مشقِ خرامِ نیپئن موسمِ برشگال ہے
ساحلِ نیپئن پہ آج عشق کا اور حال ہے
لب پہ سرورِ سرمدی حسن سے قیل و قال ہے

ناصحینِ نیپئن اوروں کی عمر پر زنگال ہے

---

[۱] ڈاکٹر محمد عباس علی خاں لمعہ
[۲] بمبئی کے اک دریا کا نام ہے جو لمعہ کی تفریح کا مرکز تھا۔

موجیں ہیں نغمہ زن ادھر ابر اُدھر ہے اشکبار

دونوں کی کشمکش میں آج حُسنؔ بھی پائمال ہے (ذوقؔ)

بربطِ دل میں لمعہ کے نغمے ہیں وہ نئے نئے

جس کا خدا ہے کارساز جس میں خودی کا حال ہے

سوزشِ عشق نے مری شمع کو بھی بجھا دیا

میری صدائے درد میں ہے تو یہی کمال ہے

علم کی جان و جسم میں میرا قیام ہے مدام

آنکھ میں شمسؔ[1] ہے اگر دل میں مرے جمالؔ[2] ہے

مجھ سے گناہگار پر اُف رے تری نوازشیں

دل بھی دیا دماغ بھی جاہ بھی ہے منال ہے

اس کے سوا نہیں کوئی اور تو آرزو مری

وصل ہو دید کا مجھے دید مراد وصال ہے

جانؔ کے دل کا راز وہ مجھ سے یہ پوچھتے ہیں پھر

آپ چھپا رہے ہیں کیوں آپ کا کیا سوال ہے

(جانؔ سے کبھی وہ راز دل مجھ سے یار پوچھتے ہیں پھر)

[1] حضرت شمس تبریزؒ [2] حضرت جلال الدین رومیؒ

دل بھی ترا دماغ بھی جاہ بھی اور منال بھی
میری اگر ہے کوئی شے آرزوئے وصال ہے
عشق مجاز نے مجھے ذوقِ طلب عطا کیا
دل میں جگر میں آنکھ میں ایک نزا خیال ہے
عرشِ خیالِ شعر پر لمعہ ہے آج جلوہ گر
نوکِ قلم سے زرفشاں رازِ خودی کا حال ہے

لمعہ - ۲۴ - جون ۱۹۳۶ء

نوٹ:- حاشیہ پر اس (ن) نشان کی تحریر حضرت علامہ سر محمد اقبال کی اصلاح ہے۔

(۱۷۰) ——— (۲۷)

(انگریزی)

لاہور
۴ - دسمبر ۱۹۳۶ء

مائی ڈیر عباس علی خاں

آپ کا نوازش نامہ ابھی ابھی موصول ہؤا۔ مجھے اس خط سے

دوگونہ مسرت ہوئی۔ ایک تو اس لئے کہ آپ نے اتنی جلدی یہ خط لکھا اور دوسرے اس اطلاع سے کہ آپ کا انتخاب دورِ عثمانی کے لئے عمل میں آیا ہے۔ میری صحت بفضلِ خدا اچھی ہے، آپ نے اخبارات میں ملاحظہ کیا ہوگا کہ اہلِ برار کی رائے معاہدہ سے متعلق کیا ہے۔ مَیں براری نہیں ہُوں۔ بہر نوع اعلیٰحضرت اور برٹش گورنمنٹ دونوں ہی معاہدہ سے مطمئن نظر آتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ کی نظمیں بارگاہِ خسروی میں مقبول ہوتی ہیں۔ اور اعلیٰحضرت آپ کو بیرونِ ملک جانے کے لئے وظیفہ مرحمت فرمائینگے امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص محمد اقبال

(۱۷۱) ——— (۲۸)

مکرم بندہ تسلیم۔ نوازشنامہ ابھی ملا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب جناب کی والدہ صاحبہ قبلہ کی صحت اچھی ہے۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد ایک دو روز تک ہمارے عزلت کدہ میں وہ کیفیت تھی کہ جس کو غالبؔ نے شاید ہماری محبت کے بارے

میں موزوں کیا ہو گا ؎

اے تازہ واردانِ بساطِ ہوائے دل - سے آغاز کیا - اور -

اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے، پر اختتام کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا عجیب قسم کی فرضی کامیڈی کا ٹریجڈی پر مبنی انجام ہے جس ڈرامہ کی ایکٹنگ ہم آپ جیسے انسان انجام دے رہے ہیں - اسکے ڈائریکٹر کی انسان نوازی پر فخر کرنا چاہئے کہ اُس نے اپنے ڈرامہ کی شُوٹنگ کے لئے انسان کو مختص فرمایا۔ دنیا میں انسان کی کامیابی یا ناکامی کوئی معنی نہیں رکھتی - یہ دونوں بے معنی لفظ ہیں اور اسی دُھن میں دنیا کی اکثریت مبتلا ہے -

انسان صرف جویائے محبّت اور اپنے یارِ حقیقی کی دُھن میں لگا رہے - باقی تمام عبث اور خیالی دنیا کا بیہودہ فلسفہ ہے ہم اس کو ڈھونڈتے رہیں جو ہم کو ڈھونڈنا چاہتا ہے - اس کو ڈھونڈیں خوب ڈھونڈیں، اور اتنا ڈھونڈیں کہ اپنے آپ کو پالیں - آپ کی چند ساعت صحبت میں میرے دل کو سرور حاصل ہؤا - آپ درحقیقت مسرّت فروش ہیں - خدا آپ کو ہر طرح بامراد اور کامیاب رکھے - میری صحت

خراب ہو رہی ہے۔ بینائی میں فرق آگیا ہے۔ اختلاج بہت بڑھ گیا ہے۔ پرہیز کا ئیں قائل نہیں۔ معلوم ہو رہا ہے کہ امتحان کا وقت آگیا۔ تقرب نصیب ہو رہا ہے۔ ہم آغوشی بھی مل جائیگی۔ انشاء اللہ!

آپ کی والدہ صاحبہ قبلہ کی خدمت میں میری جانب سے قدمبوسی عرض کیجئے!

مخلص محمد اقبال
۲۰۔ مئی ۱۹۳۷ء

(۱۷۲) ——— (۲۹)

میو روڈ۔ لاہور
۳۱۔ اگست ۱۹۳۷ء

جناب من۔ ضعفِ بصارت کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کو ڈاکٹروں نے لکھنے پڑھنے سے منع کر دیا ہے، اس واسطے وہ اپنے دستخط سے آپ کو خط نہیں لکھ سکے۔ دیوان غالب کی ترسیل کے لئے آپ کے شکر گذار ہیں، اور آپ سے ملاقات کی آرزو رکھتے ہیں۔

والسلام

محمد شفیع، ایم۔ اے

ڈاکٹر صُوفی غُلام محی الدین کے نام

(۱۷۳) ——— (۱)

لاہور
۳۱- مارچ ۱۹۳۳ء

ڈیر صُوفی صاحب السلام علیکم

آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ الحمد للہ کہ خیریت ہے۔ کرنیل صاحب سے مَیں اس سے پہلے واقف نہیں ہُوں۔ کیا انہوں نے اِس سے پہلے کوئی منظوم ترجمہ کیا ہے؟ اگر کیا ہو تو اس کا نمونہ دیکھنا چاہتا ہُوں۔ باقی رہا یہ امر کہ کونسی نظموں کا ترجمہ کیا جائے۔ سو عرض یہ ہے کہ بانگِ درا کی بیشتر نظمیں میری طالب علمی کے زمانہ کی ہیں۔ زیادہ پختہ کلام افسوس کہ فارسی زبان میں ہُوا۔ بہتر طریق یہ ہے کہ بانگِ درا سے بعض نظمیں انتخاب کر لی جائیں۔ باقی زبُورِ عجم اور پیامِ مشرق سے انتخاب کی جاتیں۔

اس سے زیادہ اہم کام یہ ہے کہ جاوید نامہ کا تمام و کمال ترجمہ کیا جائے۔ یہ نظم ایک قسم کی Divine Comedy ہے مترجم کا اس سے یورپ میں شہرت حاصل کر لینا یقینی امر ہے۔ اگر وہ ترجمہ میں کامیاب ہو جائے۔ اور اگر اس ترجمہ کو کوئی عمدہ مصوّر illustrate بھی کر دے تو یورپ اور ایشیا میں مقبول تر ہو گا۔ اس کتاب میں بعض بالکل نئے تخیلات ہیں اور مصوّر کے لئے بہت عمدہ مسالہ ہے۔ پیام مشرق کا ترجمہ جرمن زبان میں ہو رہا ہے۔ ارلانگن یونیورسٹی کے پروفیسر ہل کر رہے ہیں۔ بہرحال جو بھی رائے ہو میں اس میں مدد دینے کو حاضر ہوں۔ ترجمہ کی اشاعت وغیرہ کے متعلق شرائط بعد میں طے ہو جائیں گی۔ فی الحال آپ مذکورہ بالا مشوروں پر غور کیجئے اور کرنیل صاحب کی رائے دریافت کیجئے۔

مخلص محمد اقبال

(۱۷۴) ——— (۲)

ڈیر صُوفی صاحب السلام علیکم

آپ کا پوسٹ کارڈ مل گیا ہے جس کے لئے شکریہ قبول

فرمائیے ۔ مَیں نے مسٹر ٹیوٹ کو سری نگر کے پتہ پر لکھا ہے ۔ آپ نے جو تجویز کی ہے مناسب ہے ۔ مَیں بھی آپ کے تراجم دیکھ لیا کرونگا گو یہ کام آسان نہیں ہے ۔ پہلی رباعی کا ترجمہ انگریزی نمونۃً مَیں نے ان کو بھیجا ہے اس میں بڑی دقت ہوئی ۔

افسوس ہے کہ نکلسن کا ترجمہ اسرارِ خودی میرے پاس موجُود نہیں ہے ۔ اس سے آپ کو مدد بھی کچھ نہ ملے گی ۔

باقی خیریت ہے ۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا ۔ فقط

محمد اقبال لاہور

نوٹ :۔ اس خط پر علامہ نے کوئی تاریخ نہیں لکھی ہے ۔ مگر لاہور کے ڈاکخانہ کی مہر ۲۳ ۔ اپریل ۱۹۳۳ء کی ہے ۔

(۱۷۵) ——————— (۳)

لاہور

۲ مئی ۱۹۳۳ء

ڈیر صُوفی صاحب السلام علیکم

والا نامہ مع رباعیات مِل گیا ۔ رباعیات پر نظرِ ثانی کر کے مَیں

نے آج ہی ٹیوٹ صاحب کی خدمت میں بھیج دی ہیں۔ میری نظر ثانی میں محض تشریحی نوٹ تھے۔

آئندہ رباعیات کسی اچھے کاغذ پر ٹائپ کرا کر ارسال کیا کریں تو بہتر ہو۔ فقط

مخلص محمد اقبال

(۱۷۶) ——— (۴)

۲۴ مئی ۱۹۳۲ء

ڈیر صوفی صاحب السلام علیکم

اس ترجمے پر نظر ثانی فرمائیے۔ اس کے علاوہ ہر رباعی علیحدہ کاغذ پر لکھوائیے جس طرح آپ نے پہلے کیا ہے۔ ہر کاغذ میں تھوڑی سی جگہ صاف رہے تاکہ میں اس پر مترجم کی راہنمائی کے لئے تشریحی نوٹ لکھ سکوں۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔ اسلامیہ کالج لاہور کے پروفیسر تاثیر نے بھی چند رباعیات کا ترجمہ کیا ہے۔ اسے بھی کرنل صاحب کی خدمت میں بھیج دیا جائیگا۔ فقط

محمد اقبال

(۱۷۷) ——— (۵)

لاہور
۵۔جون ۱۹۳۳ء

جناب صُوفی صاحب۔ السلام علیکم

مہربانی کر کے ایک ہی دفعہ بہت سی رباعیات ہی نہ بھیج دیا کریں۔ تھوڑی تھوڑی بھیجا کریں۔ ان کو رباعیات کہنا غلط نہیں باباطاہر عُریاں کی رباعیات جو اس بحر میں ہیں رباعیات ہی کہلاتی ہیں۔ ان میں قطعات بھی داخل ہیں۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ یہ رباعیات رباعی کے مقررہ اوزان میں نہیں ہیں۔ مگر اس کا کچھ مضائقہ نہیں۔

ذوالفقار علی خاں مرحُوم کے بیٹے ڈیرہ دُون میں ہیں مجھے ان کا ایڈریس معلوم نہیں۔ مَیں اُن کے جنازے کے لئے مالیر کوٹلہ گیا تھا۔

فقط

محمد اقبال

ضرار احمد کاظمی کے نام

(۱۷۸) ——————— (۱)

لاہور
۲۵- جون ۱۹۳۵ء

جناب من، مَیں جب تک آپ کی مصوّری کا نمونہ نہ دیکھ لوں کوئی رائے قائم نہیں کرسکتا۔ اس کے علاوہ ایک اور مشکل ہے۔ وہ یہ کہ شکوہ اور جواب شکوہ کو علحدہ چھاپنے کا حق دس سال کے لئے مَیں ایک لوکل کمپنی کو دے چکا ہُوں۔ اس میعاد میں سے دو سال گذر چکے ہیں۔ بہتر ہے کہ فی الحال آپ مولانا حالی مرحُوم کے شکوہ ہند پر طبع آزمائی کیجئے۔ اس کی طباعت کے بعد مَیں بہتر رائے قائم کرسکوں گا۔

میری رائے میں میری کتابوں میں سے صرف جاوید نامہ ایک ایسی کتاب ہے جس پر مصوّر طبع آزمائی کرے تو دنیا میں نام پیدا کر سکتا ہے مگر اس کے لئے پُوری مہارتِ فن کے علاوہ الہامِ الٰہی اور

اور ضربِ کثیر کی ضرورت ہے۔ والسلام

محمد اقبال

حالی مرحوم کی صد سالہ یادگار کی تقریب پہ نوجوان مصوّر اقبال کی خدمت میں پانی پت حاضر ہوُا اور شکوہ و جواب شکوہ سے متعلق جو تصاویر تیار کی تھیں وہ علامہ کو دکھلائیں جو انہوں نے نہایت ہی پسند کیں۔

(۱۷۹) ———— (۲)

لاہور

۱۸۔ اپریل ۱۹۳۸ء

مکرم بندہ ۔ السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ آیا۔ پڑھ کر خوشی ہُوئی۔ آپ بدایوں جیسے مردم خیز خطّہ میں اقبال ڈے منا رہے ہیں۔ خدا آپ کو مبارک کرے۔

مَیں اور علّامہ یوسف علی صاحب نے آپ کا آرٹ بابت شکوہ اور جواب شکوہ مولانا حاؔلی کی برسی پہ دیکھا تھا۔ میرا اور مِصر

زمانہ علامہ عبداللہ یوسف علی صاحب کا یہ خیال ہے کہ اگر آپ نے کافی مشق و مہارت کے بعد اس فن میں کمال حاصل کر کے شکوہ اور جوابِ شکوہ کو دنیائے اسلام کے سامنے پیش کر دیا۔ تو آپ فنِ مصوری میں ایک نیا اضافہ کر کے اپنے فن کا ایک نیا اسکول قائم کر رہے ہیں۔ اور مَیں سمجھتا ہُوں جب یہ چیز ایسی شان کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گی تو دُنیا یقینی طور سے اس کو "کاظمی اسکول" کے نام سے موسُوم کرے گی۔ آپ محض فنِ مصوّری میں اضافہ نہیں کر رہے۔ بلکہ دنیائے اسلام میں بحیثیت "مصوّرِ اقبال" ایک زبردست خدمت انجام دے رہے ہیں جو کہ شاید قدرت آپ ہی سے لینا چاہتی ہے۔ پُوری مہارتِ فن کے بعد اگر آپ نے جاوید نامہ پر خامہ فرسائی کی تو ہمیشہ زندہ رہو گے۔

میری طبیعت پہلے سے اچھّی ہے مگر حالت روز بروز ابتر نظر آتی ہے۔ بوجہ کمزوری کے دوسرے صاحب سے خط لکھوا رہا ہُوں۔ خدا سے دست بہ دعا ہُوں کہ وہ آپ کو آپ کے نیک

ارادوں میں کامیابی عطا کرے۔ مجھ کو آپ کا مستقبل روشن نظر آتا ہے۔ آپ میرے لئے اللہ سے دعا کریں کہ یا تو صحت کلی دے یا ساتھ ایمان کے اُٹھالے۔ والسلام

محمد اقبال

جاوید منزل۔ لاہور

پروفیسر محمّد شفیع کے نام

(انگریزی)

(۱۸۰) ——————— (۱)

لاہور
۲۔ مئی سنہ ۱۹۲۷ء

مائی ڈیر شفیع

حکام کا اپنا ایک مسلک اور طریق کار ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ مَیں حکام سے لوگوں کی سفارش نہیں کرتا۔ تجربہ ثابت کرتا ہے کہ ایسی سفارشات شاذ و نادر ہی کارگر ہوتی ہیں۔ اس کے باوجود گذشتہ دو سال میں دوستوں اور دوسرے لوگوں کے اصرار پر تحریری و زبانی سفارشات کرنے پر مجبور ہؤا ہوں اور نتیجہ ہیچ۔ مجھے افسوس ہے آپ سے متعلق بھی میری سفارش کا نتیجہ کچھ نہ ہؤا۔ . . . مَیں تو اس سلسلہ میں اپنے گذشتہ گناہوں سے پشیمان ہوں۔ تجربہ نے مجھ پر یہ حقیقت واضح کردی ہے کہ یہ خودداری

کے قطعی منافی ہے۔ اب آپ کے لئے دعا کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اب اُس کے لئے بلا نتیجہ سفارش پر سفارش کرتے چلے جانا مجھے ذلّت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ اُس کے لئے بہترین طریق یہ ہوگا کہ درخواست دے اور اپنے حقوق پیش کرے۔

مخلص

محمد اقبال

(۱۸۱)——————(۲)

لاہور

۱۴۔جولائی ۱۹۲۸ء

ڈیر پروفیسر شفیع۔ السلام علیکم۔ آپ کا خط مل گیا ہے۔ الحمد للہ کہ خیریت ہے۔ میری صحت اب خدا کے فضل و کرم سے رُو بہ ترقی ہے۔ انشاء اللہ کامل صحت کی توقع ہے۔

خان بہادر صاحب کو مَیں نے آج ہی ڈاک میں ایک خط لکھا ہے۔ اس میں ضروری باتیں لکھ دی ہیں۔ آپ اُن کی خدمت میں میری طرف سے زبانی شکریہ بھی ادا کریں۔

دیدمش مردے دریں قحط الرجال

باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ باقی رہا ایبٹ آباد آنا اس کے متعلق پھر عرض کرونگا۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر و عافیت ہوگا۔

مخلص محمد اقبال

(۱۸۲) ——— (۳)

لاہور
۲۱۔ جولائی ۱۹۳۶ء

ڈیر پروفیسر شفیع۔ السلام علیکم

. . . .

. . . .

. . . .

خوشحال خاں کھٹک مشہور محبّ وطن پر مَیں نے ایک مختصر نوٹ لکھا ہے، جو "اسلامک کلچر" حیدر آباد دکن میں شائع ہوگا۔ اس کی کاپی خان بہادر اور آپ کے پاس بھی پہنچے گی مَیں نے ایڈیٹر کو آج ہی اس مضمون کا خط لکھا ہے۔

محمد اقبال

خواجہ غلام السیّدین

ڈائریکٹر آف پبلک انسٹرکشنز جموں و کشمیر

سابق

پرنسپل ٹریننگ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

(۱۸۴) ——— (۱)

ڈیر سیّدین صاحب، السلام علیکم

دو بچّوں کے لئے استانی کی ضرورت ہے جس پر میں اُن کی اخلاقی اور دینی تربیت کے لئے اعتبار کر سکوں۔ تہذیبِ نسواں میں اشتہار دیا تھا جس کے جواب میں ایک خط علی گڈھ سے بھی آیا ہے۔ مہربانی کر کے اس خاتون کے متعلق حالات معلوم کر کے آگاہ کریں۔ چونکہ بچّوں کی والدہ کا گذشتہ مئی میں دفعتہً انتقال ہوگیا، اس واسطے گھر کا تمام انتظام بھی استانی صاحبہ کے سپُرد ہوگا۔ اُن کے فرائض مندرجہ ذیل ہونگے۔

(۱) بچّوں کی اخلاقی اور دینی تربیت اور نگہداشت۔ لڑکا ۱۱ سال کا ہے، اسکول جاتا ہے۔ لڑکی ۵ سال کی ہے۔

(۲) گھر کا انتظام اور نگہداشت۔ اس سے میری مراد یہ ہے

کہ سب گھر کا چارج انہیں کو دیا جائیگا - اور زنان خانے کے تمام اخراجات انہیں کے ہاتھ سے ہونگے -

مندرجہ ذیل باتیں ضروری ہیں :-

(۱) بیوہ اور بے اولاد ہو (۲) عمر میں کسی قدر مسن ہو تو بہتر ہے -
(۳) کسی شریف گھر کی ہو جو گردشِ زمانہ سے اس قسم کا کام کرنے پر مجبور ہو گئی ہو (۴) دینی اور اخلاقی تعلیم دے سکتی ہو - یعنی قرآن اور اردو پڑھا سکتی ہو - عربی اور فارسی بھی جانے تو اور بھی بہتر ہے -
(۵) سینا پرونا وغیرہ بھی جانتی ہو (۶) کھانا پکانا جانتی ہو - اس سے میری مراد یہ نہیں کہ اس سے باورچی کا کام لیا جائیگا -

غرضکہ آپ خود ماہرِ تعلیم ہیں اور میرے موجودہ حالات سے بھی باخبر - مندرجہ بالا امور کو ملحوظ رکھ کر حالات دریافت کیجئے - امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا ، اور آپ سے پانی پت میں ملاقات ہوگی -

محمد اقبال

۸ - اکتوبر ۱۹۳۵ء

جو خط علی گڈھ سے آیا ہے وہ اس خط میں ملفوف ہے ، اس پر

اُن کا پتہ بھی لکھ دیا ہے۔

۱۸۵ —— ۲

(انگریزی)

لاہور

۲۱-جون ۱۹۳۶ء

مائی ڈیر سیدین

آپ کا نوازشنامہ ابھی ابھی موصول ہُوا جس کے لئے سراپا سپاس ہُوں۔ آپ نے جو خلاصہ تیار کیا ہے نہایت ہی عمدہ ہے اور مجھے اس پر کسی اضافہ کی ضرورت محسُوس نہیں ہوتی۔ ضرب کلیم امید ہے جون کے آخر تک شائع ہو جائیگی اور مَیں آپ کو ایک نسخہ پیشگی بھیج سکوں گا۔ اس مجموعہ میں ایک حصّہ "تعلیم و تربیت" کے لئے وقف ہے۔ ممکن ہے آپ کو اس میں کوئی نئی بات نظر نہ آئے تاہم اگر کتاب آپ کو بروقت مل جائے تو محولہ بالا حصّہ ضرور مطالعہ فرمایئے۔ مَیں سمجھتا ہُوں کہ آپ Leibnitz's monadism کے تعلیمی نتائج سے واقف ہیں

اس کے قیاس کے مطابق انسانی "مونیڈ" خارج سے کوئی اثر قبول کرنے سے عاری ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ انسانی مونیڈ زیادہ تر تاثر پذیر نوعیت کا حامل ہے۔ زمانہ ایک بڑی ہی برکت و نعمت (لاتسبوا الدھر ان الدھر ھواللہ) اگر ایک طرف موت اور تباہی لاتا ہے تو دوسری طرف وقت ہی آبادی و شادابی کا منبع ہے یہی اشیاء کے پوشیدہ امکانات کو بروئے کار لاتا ہے۔ حالات حاضرہ میں تغیر کا امکان ہی انسان کی سب سے بڑی دولت اور سکھ ہے۔

مخلص محمد اقبال

میری عام صحت بہت بہتر ہے۔ آواز میں ترقی کی رفتار نہایت سست ہے۔

(۱۸۶) ———— (۳)

لاہور

۱۸- اپریل ۱۹۳۶ء

ڈیر سیدین صاحب، السلام علیکم

آپ کا خط ابھی ملا ہے جس کے لئے بہت بہت شکریہ قبول

کیجئے۔ مَیں خدا کے فضل سے بہ نسبت سابق بہت تندرست ہُوں، آواز میں بھی اب کے نمایاں فرق ہے۔ اخباروں نے میری صحت کے متعلق غلط فہمی پھیلا دی تھی جس کی وجہ سے احباب کو تشویش لاحق ہوئی۔ بہرحال خدا کا شکر ہے۔

'ضربِ کلیم' کے پروف دیکھ رہا ہُوں، امید ہے کہ مئی کے آخر تک کتاب چھپ جائیگی۔ استانی کا اب تک کوئی انتظام نہیں ہو سکا۔ آپ یہ سُن کر ہنسیں گے کہ ایک نوجوان لڑکی جو خاصی تعلیمیافتہ ہے اور دینی تعلیم بھی رکھتی ہے اتالیقی قبول کرتی ہے مگر شرط یہ کرتی ہے کہ نکاح کر لو! شاید کچھ عرصے کے لئے علی گڈھ بھی رہ چکی ہے۔ بہت سمجھایا، نہیں مانتی۔ آخر اس کے ساتھ nogotiation بند کرنی پڑی۔

تصویر ابھی تک نہیں بن سکی، کیونکہ مَیں لاہور سے باہر رہا آئندہ موسم میں انشاءاللہ بنواؤں گا۔ جاوید اچھا ہے۔

اپنے بیوی بچوں سے میری طرف سے دعا کہئے۔ سیّد راس مسعود سے معلوم ہُوا تھا کہ آپ کے بہنوئی[1] دفعۃً انتقال فرما گئے۔ خدا تعالیٰ

[1] سید محمد محسن صاحب زیدی مرحوم بیرسٹر ایٹ لا میرٹھ

انہیں غریق رحمت کرے۔ والسلام

محمد اقبال

(۱۸۷) ——————— (۴)

لاہور
۱۷۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء

ڈیر سیدین صاحب

آپ کا خط مل گیا ہے، الحمدللہ خیریت ہے۔ میرا خیال تھا کہ آپ کی کتاب[1] شائع ہو گئی ہو گی۔ بہر حال جب شائع ہو جائے تو اس کی ایک کاپی بھیج دیجیے گا۔

اب تو سردی کا موسم آ گیا ہے، ضرور کبھی لاہور آئیے گا، مَیں ابھی تک سفر کرنے سے ڈرتا ہوں۔ ممکن ہے ایک ماہ کے بعد اس قابل ہو سکوں۔

سوشلزم کے معترف ہر جگہ روحانیات کے مذہب کے مخالف ہیں۔ اور اس کو افیون تصوّر کرتے ہیں۔ لفظ افیون اس ضمن میں سب

لہ

سے پہلے کارل مارکس نے استعمال کیا تھا۔ مَیں مسلمان ہُوں، اور انشاء اللہ مسلمان مروں گا۔ میرے نزدیک تاریخ انسانی کی مادی تعبیر سراسر غلط ہے۔ روحانیت کا میں قائل ہُوں مگر روحانیت کے قرآنی مفہوم کا، جس کی تشریح مَیں نے ان تحریروں میں جا بجا کی ہے اور سب سے بڑھ کر اس فارسی مثنوی میں جو عنقریب آپ کو ملے گی جو روحانیت میرے نزدیک مغضب ہے یعنی افیونی خواص رکھتی ہے اس کی تردید مَیں نے جا بجا کی ہے۔ باقی رہا سوشلزم، سو اسلام خود ایک قسم کا سوشلزم ہے، جس سے مسلمان سوسائٹی نے آج تک بہت کم فائدہ اُٹھایا ہے۔ والسلام

محمد اقبال

(۱۸۸) ——— (۵)

از لاہور

۳۱۔ جولائی ۱۹۳۷ء

ڈیر خواجہ سیدین

مہربانی کر کے فوراً اطلاع دیجئے کہ آیا آپ اس وقت

علی گڈھ میں ہیں یا علی گڈھ سے باہر۔ زیادہ کیا لکھوں۔ سیّد راس مسعود کے ناگہانی انتقال نے سخت پریشان کر رکھا ہے۔ والسلام

محمد اقبال

(۱۸۹) ——— (۶)

لاہور
۱۱ ستمبر ۱۹۳۷ء

ڈیر سیدین صاحب

آپ کا خط ابھی ملا ہے جس کے لئے بہت بہت شکریہ قبول کیجئے۔ میری صحت پہلے سے اچھی ہے۔ آواز میں بھی کچھ فرق ہے مگر افسوس ہے کہ ضعفِ بصارت کی وجہ سے ڈاکٹروں نے لکھنے پڑھنے سے منع کر دیا ہے۔ میری خط و کتابت احباب کرتے ہیں۔ یا کبھی جاوید میاں سے خطوط کے جواب لکھوا لیتا ہوں۔ اسلامی اصولِ فقہ کے متعلق ایک کتاب لکھنے کا ارادہ تھا، لیکن اب یہ امید موہوم معلوم ہوتی ہے۔ مجھے اندیشہ[1] ہے کہ میں آپ کا مضمون نہ پڑھ سکوں گا

[1] حاشیہ بر صفحہ ۳۲۱

البتہ اگر آپ لاہور تشریف لائیں تو اس کے بعض مقامات مجھ کو سنا سکتے ہیں۔ اسلامک کلچر کا مطبع بہت اچھا ہے۔ اس کے علاوہ لاہور میں ایک اور بھی انگریزی مطبع ہے۔ جہاں کی چھپائی بہت اچھی ہے اگر رسالہ بہت طویل نہیں ہے تو اسلامک کلچر میں بھی چھپ سکتا ہے، اس کے متعلق آپ ایڈیٹر اسلامک کلچر ماڈل ٹاؤن لاہور سے خط و کتابت کریں۔

مسٹر نکلسن کا ترجمہ غلط ہے[1]۔ مصرع میں لفظ 'نے' ہے جس کا انگریزی ترجمہ "reed" ہے، میں نے ان کی توجہ اس غلطی کی طرف دلائی تھی مگر معلوم نہیں کہ ان سے کس طرح نظر انداز ہو گئی۔ ایک جگہ اور

حاشیہ صفحہ ۳۲۰۔ افسوس کہ یہ اندیشہ پورا ہوا۔ علامہ کتاب کی اشاعت سے پہلے جوارِ رحمت میں پہنچ گئے۔ البتہ کتاب کا خلاصہ جو میں نے ان کی خدمت میں بھیج دیا تھا انہوں نے پڑھ لیا تھا اور اس کو پسند فرمایا تھا۔

[1] میں نے علامہ مرحوم کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تھی کہ نکلسن نے اسرارِ خودی کے ترجمے میں "صورتِ طفلاں زنے مرکب کنی" کو غلط پڑھ کر بجائے "نے" کا ترجمہ "reed" کرنے کے "ز" کو اس کے ساتھ ملا کر "زنے" پڑھا تھا اور اس کا ترجمہ "woman" کیا تھا۔ یہ ہیں ہمارے بہترین مستشرقین!

بھی ترجمے میں اغلاط ہیں۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ عابد صاحب سے سلام کہئے۔

محمد اقبال

(۱۹۰)————(۷)

لاہور

۲۵ ستمبر ۱۹۳۷ء

ڈیر سیدین صاحب

آپ کا خط ابھی ملا ہے، جس کے لئے شکریہ قبول کیجئے۔ مَیں نے مسعود مرحوم کے کتبۂ مزار کے لئے ایک رباعی رباعیات میں سے انتخاب کر کے مرحُوم کے سکرٹری ممنون حسن خاں کو بھُوپال بھیجی تھی۔ معلوم نہیں کہ انہوں نے اب تک علی گڈھ کیوں نہیں بھیجی۔ یہ رباعی حقیقت میں مَیں نے اپنے کتبہ مزار کے لئے لکھی تھی۔ مَیں ابھی ممنون حسن صاحب کو ایک خط لکھ کر دریافت کرتا ہُوں۔ چند اشعار مرحُوم کی وفات پر بھی لکھے تھے جو رسالہ اردو کے مسعُود نمبر میں شائع ہونگے۔ اگر وہ رباعی جو مَیں نے بھُوپال لکھ کر بھیجی تھی پسند آگئی تو بہتر

ورنہ اور فکر کروں گا۔ میری طرف سے مسعود مرحوم کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں بہت بہت آداب عرض کیجئے۔ ذرا موسم اچھا ہو جائے تو میں خود بھی تعزیت کے لئے اور مرحوم کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے علی گڈھ حاضر ہونے کا قصد رکھتا ہوں۔

پنجاب یونیورسٹی سے اب میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وائس چانسلر مسٹر M.L.A. Darling Financial Commissioner, ہیں۔ میرے دوست ہیں۔ گو گذشتہ تین سال سے بوجہ علالت ان سے نہیں مل سکا۔ آپ اُن سے اس بارے میں خط وکتابت کریں[1]۔ اس کے علاوہ آپ مسٹر عبدالحیٔ وزیر تعلیم کو لکھ سکتے ہیں، اگر ایسا نہ ہو سکا تو اور انتظام بھی ہو سکتا ہے۔ باقی خیریت ہے۔ امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

محمد اقبال

[1] اقبال کے فلسفۂ تعلیم کے متعلق "توسیعی خطبات" دیئے جانے کی تجویز بعض احباب نے پیش کی تھی۔

(۱۹۱) ——————— (۸)

ڈیر سیدین صاحب

آپ کے خط کا جواب لکھ کر ابھی ڈاک میں ڈال چکا ہوں میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر ڈارلنگ یا مسٹر عبدالحی کو آپ کا لکھنا مناسب نہیں[1]۔ یونیورسٹی کو چاہیئے کہ وہ خود آپ کو دعوت دے۔ اس کے متعلق میں کچھ دنوں بعد بعض بے تکلف احباب سے گفتگو کرونگا۔ مقامی کالج کھلنے کے بعد یہ گفتگو ممکن ہو سکے گی۔ جس طرح آپ کا تحریر کرنا نامناسب ہے، اسی طرح میرا تحریر کرنا بھی نامناسب ہے۔ کیا آپ اس کو پسند کریں گے کہ یہ لیکچر اسلامیہ کالج یا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن یا مسلم انٹر کالجئیٹ برادر ہڈ کی دعوت پر دیئے جائیں۔

والسلام

محمد اقبال

---

[1] تجویز یہ تھی کہ اقبال کے فلسفۂ تعلیم کے بارے میں پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام "توسیعی خطبات" دیئے جائیں۔

ممنون حسن خاں کے نام

(۱۹۲)——(۱)

لاہور
۱۶-جولائی ۱۹۳۷ء

ڈیر ممنون صاحب - آپ کا خط مل گیا ہے میں بہت متردد ہوں - بارہ دن کا ملیریا اور اس پر مسلسل سردرد مجھے اندیشہ ہے کہ مسعود بہت کمزور ہو گئے ہونگے - خدا تعالیٰ ان کو جلد صحت کامل عطا فرمائے - میرا یہ خط وصول کرتے ہی آپ ان کی خیر خیریت سے آگاہ کریں تاکہ تردد رفع ہو - امید کہ لیڈی مسعود اور بچّے دونوں تندرست ہونگے - میری طرف سے دعا کیجئے -

اب کے لاہور میں بھی بخار کا زور رہا - اور اب بھی ہے - گو نسبتًا کم ہے - لیکن اب برسات شروع ہو گئی ہے اور موسم بدل گیا ہے - باقی خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیریت ہے - سیّد مسعود کی

خبر خیریت سے بہت جلد آگاہ کریں۔ تاکید مزید ہے۔

بھوپال میں تو آج کل خوب بارش ہوتی ہوگی۔ جاوید میاں اچھے ہیں۔ آج کل ان کو آم کھانے سے کام ہے۔ صبح و شام یہی مشغلہ ان کا ہے۔ امتحان میں عربی میں فیل اور انگریزی میں فرسٹ۔ علی بخش کی طرف سے سید صاحب کو لیڈی مسعود صاحبہ کو آداب کہئے۔ جاوید بھی سلام عرض کرتا ہے۔ والسلام

محمد اقبال

(۱۹۳) ——— (۲)

لاہور

۳۱۔ جولائی ۱۹۳۷ء

ڈیر ممنون

سید مسعود مرحوم کے انتقال کی ناگہانی خبر صبح اُٹھتے ہی اخبار زمیندار سے معلوم ہوئی۔ میں نے اس خبر کو مشتبہ سمجھ کر آپ کے نام تار لکھا کہ اتنے میں سول ملٹری گزٹ سے مرحوم کے انتقال کی سرکاری اطلاع معلوم ہوئی۔ سخت پریشان ہوں۔ مفصل حالات سے مجھے

آگاہ کیجئے۔ میرے لئے یہ صدمہ ناقابل برداشت ہے۔ مرحوم کے ساتھ جو قلبی تعلقات میرے تھے وہ آپ کو معلوم ہیں۔ ابھی ان کی والدہ اور لیڈی مسعود کے نام تار دئیے ہیں۔ آپ کے خط کا مجھے بے چینی سے انتظار ہے۔ والسلام

محمد اقبال

(۱۹۴) ——— (۳)

لاہور

۳۱۔ جولائی ۱۹۳۷ء

ڈیر ممنون

صبح میں آپ کو خط لکھ چکا ہوں۔ آج صبح سے دوپہر تک مرحوم کے جاننے والے اور ان کے غائبانہ معترف تعزیت کے لئے آتے رہے۔ راس مسعود کا رنج عالمگیر ہے۔ یہ تار جو اس خط کے ساتھ بھیج رہا ہوں سردار صلاح الدین سلجوقی قونصل جنرل افغانستان مقیم شملہ کا ہے۔ اُن کی خواہش ہے کہ مرحوم کے اعزا تک پہنچا دیا جائے۔ مہربانی کر کے آپ یہ تار لیڈی مسعود اور مرحوم کی والدہ

کو دکھا دیں۔ والسلام

محمد اقبال

(۱۹۵) ———— (۴)

لاہور
۲۔ اگست ۱۹۳۵ء

ڈیر ممنون

مَیں آپ کے خط کا کئی دن سے منتظر ہُوں۔ مہربانی کر کے مفصل خط لکھئے۔ علی گڈھ کے خطوط سے معلوم ہُوا کہ راس مسعود کے صاحبزادے انور ہندوستان میں ہیں۔ مجھے یہ بات پہلے معلوم نہ تھی آج مَیں نے انہیں بھی خط لکھا ہے۔ اطلاع دیجئے کہ آیا انور اپنے مرحوم باپ سے مل سکا یا نہیں۔ نیز یہ کہ لیڈی مسعود صاحبہ کیسی ہیں مجھے اندیشہ ہے خدانخواستہ وہ علیل نہ ہوں۔ ان کی صحت و عافیت سے جلد اطلاع دیں۔ مَیں ذرا سفر کے قابل ہو لوں تو سیّد مسعود کے مزار پر فاتح خوانی کے لئے علی گڈھ جانے کا قصد رکھتا ہُوں۔ وہاں سے انشاء اللہ تعالیٰ ایک دو روز کے لئے شاید بھوپال

میں بھی آسکوں۔ زیادہ کیا لکھوں سوائے اس کے کہ بہت پریشان ہوں۔ خط کا جواب بہت جلد دو۔ والسلام

محمد اقبال

(۱۹۶) ——— (۵)

۷۔ اگست ۱۹۳۷ء

ڈیر ممنون صاحب۔ مسعود مرحوم کے کتبہ مزار کے لئے میں نے مندرجہ ذیل رباعی انتخاب کی ہے۔

نہ پیوستم دریں بستاں سرا دل
ز بند این و آں آزادہ رفتم
چو بادِ صبح گردیدم دمے چند
گلاں را رنگ و آبے دادہ رفتم

یہ رباعی میں نے اپنے کتبہ مزار کے لئے لکھی تھی لیکن تقدیر الٰہی یہ تھی کہ مسعود مرحوم مجھ سے پہلے اس دنیا سے رخصت ہو جائے۔ حالانکہ عمر کے اعتبار سے مجھ کو ان سے پہلے جانا چاہیئے تھا۔ اس کے علاوہ رباعی کا مضمون مجھ سے زیادہ ان کی زندگی

اور موت پر صادق آتا ہے۔

لیکن اگر صرف ایک ہی مطلع ان کے سنگِ مزار پر لکھنا ہو تو مندرجہ ذیل شعر میرے خیال میں بہتر ہوگا :-

اے برادر من ترا از زندگی دادم نشاں
خواب را مرگِ سبک داں مرگ را خوابِ گراں

باقی خیریت ہے۔ مسعود کا غم باقی رہے گا۔ جب تک مَیں باقی ہُوں میرے پہلے خط کا مفصّل جواب دیجئے۔ والسلام

محمد اقبال

(۱۹۷) ——— (۶)

لاہور
۲۳۔ اگست ۱۹۳۷ء

ڈیر ممنون

مسعود مرحُوم کی وفات پر جو اشعار مَیں نے لکھے تھے وہ آج مَیں نے رسالہ اردو میں چھپنے کے لئے حیدر آباد دکن بھیج دیئے ہیں مدیرِ رسالہ مولوی عبدالحق مسعود نمبر نکالنے والے ہیں۔ امید کہ یہ رسالہ

آپ کو بھوپال میں مل جائیگا۔ خود بھی پڑھئے اور لیڈی مسعود کو بھی سنائیے۔ لیڈی مسعود صاحبہ کی خیریت سے آگاہ کیجئے۔ اکبر ولایت سے آیا یا نہیں۔ اور انور کیا اس وقت بھوپال میں ہے۔ رشید صاحب بھوپال میں ہیں یا اندور چلے گئے۔ تمام حالات وکوائف سے مفصّل آگاہ کیجئے۔ اعلیٰحضرت نواب صاحب اس وقت بھوپال میں ہیں یا شملہ میں۔ آپ محکمہ تعلیم میں رہیں گے یا اعلیٰحضرت کے اسٹاف میں لئے جائیں گے۔ موخر الذکر جگہ آپ کے لئے بہتر ہے۔ باقی خدا کے فضل وکرم سے سب خیریت ہے۔ والسلام

آپ کا
محمد اقبال

(۱۹۸) —————— (۷)

لاہور
۴ ستمبر ۱۹۳۷ء

ڈیر ممنون

آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ جس کے لئے بہت شکریہ۔ میں

لیڈی مسعود صاحبہ کی طرف سے بہت متفکر رہتا ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ان کی صحت پر مرحوم کی موت کا بہت خراب اثر پڑے گا بچی کی صحت اور پرورش کے لئے ان کا تندرست رہنا نہایت ضروری ہے۔ اس کے علاوہ اس خیال نے کہ راس مسعود کوئی وصیت نہ کر سکے میرے افکار میں اور اضافہ کر دیا ہے۔ آپ مجھ کو باقاعدہ خط لکھتے رہئے۔ انور ریاض منزل ہی میں ہیں یا کسی اور جگہ۔ میری طرف سے انہیں دعا کہئے۔ لیڈی مسعود صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہو کر میری جانب سے بہت بہت سلام کہئے اور جو کچھ میں نے اُوپر لکھا ہے عرض کر دیجئے۔ جاوید سلمہ، تندرست ہے اور آداب کہتا ہے۔ لاہور میں یکم اگست سے لیکر اس وقت تک کہ ۱۴ ستمبر ہے مطلق بارش نہیں ہوئی۔ ہاں شعیب صاحب کی خدمت میں بھی سلام کہئے۔ والسلام

مخلص

محمد اقبال

(۱۹۹) (۸)

لاہور
۲۵- ستمبر ۱۹۳۷ء

ڈیر ممنون
مَیں نے آپ کو جو رباعی مسعود مرحوم کے کتبہ مزار کے لئے لکھ کر بھیجی تھی اس کی ایک نقل مجھے بھیج دیں۔ شاید آپ نے وہ رباعی اب تک علی گڑھ نہیں بھیجی۔ میاں انور ملیں تو اُن سے کہئے کہ مَیں نے جو کچھ ان کو لکھا تھا۔ اس کے جواب کا منتظر ہُوں امید کہ لیڈی مسعود کا مزاج اب اچھا ہوگا۔ میری طرف سے بہت بہت دعا کہئے۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

(۲۰۰) ——— (۹)

لاہور
۲- اکتوبر ۱۹۳۷ء

ڈیر ممنُون صاحب آپ کا خط مل گیا ہے۔ الحمدللہ کہ خیریت

ہے میری حالت بھی خدا کے فضل سے بہتر ہے لیکن ابھی طویل سفر کے لائق نہیں - انور کا خط بھی آج آیا تھا ابھی اس کا بھی جواب لکھا ہے - رباعی اور شعر جو آپ نے خط میں لکھے ہیں والدہ ماجدہ مسعود مرحوم کی خدمت میں بتوسط خواجہ غلام السیدین بھیج دئیے گئے ہیں - کیونکہ سیدین صاحب کا خط اس بارہ میں مجھے چند روز ہوئے آیا تھا -

شاید آپ کو معلوم ہوگا - کہ ریاست بھوپال میں اسلامی فیملی لا کے متعلق علماء کے مشورہ کے بعد ایک Enactment وضع کیا گیا تھا - اگر آپ کو معلوم نہیں تو شعیب صاحب سے معلوم کیجئے - اور اس کی ایک کاپی لے کر مجھے بھیج دیجئے - زیادہ کیا لکھوں - سوائے اس کے کہ مسعود نہیں بھولتا - ڈاکٹر عبدالباسط کہیں مل جائیں تو اُن سے میرا سلام کہہ دیجئے - علیٰ ہٰذا القیاس خان بہادر ڈاکٹر احمد بخش اور ڈاکٹر رحمان صاحب سے بھی - والسلام

محمد اقبال

(۲۰۱) ———— (۱۰)

جاوید منزل لاہور
۱۹-اپریل ۱۹۳۸ء

ڈیر ممنون

آپ کا خط کئی روز ہوئے ملا تھا - افسوس کہ شدید علالت کی وجہ سے مَیں جواب نہ لکھوا سکا - دمے کے متواتر دوروں نے مجھے زندگی سے تقریبًا مایُوس کر دیا تھا - مگر اب خدا کے فضل سے کچھ افاقہ ہے گو کلّی طور پر ابھی صحت نہیں ہُوئی - آنکھوں کا اپریشن مارچ میں ہونے والا تھا - مگر دمے کی وجہ سے اسے ملتوی کرنا پڑا - اب بشرطِ زندگی انشاء اللہ ستمبر میں ہوگا -

حیات صاحب سے میرا بہت بہت سلام کہئے - اب آپ کے فرائض منصبی کیا ہیں - کیا آپ اعلیٰحضرت کی پیشی میں ہیں - زیادہ کیا لکھوں - امید کہ آپ خیریت سے ہونگے

مخلص محمد اقبال

غازی عبدالرحمٰن کے نام

(۲۰۳) ——————— (۱)

لاہور
۱۲ مئی ۱۹۱۶ء

مکرم بندہ تسلیم

نشان ہلال کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے یہ نشان نبی کریمؐ اور صحابہ کے عہد میں مروج نہ تھا۔ بعض مغربی مورخین نے لکھا ہے کہ فتح قسطنطنیہ سے شروع ہؤا۔ بعض سلطان سلیم کے عہد میں بتاتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں۔ میرے خیال میں ترکوں کو اس کی ترویج سے کوئی تعلق نہیں۔ غالباً صلیبی لڑائیوں کے زمانے میں اس کی ترویج شروع ہوئی (صلیبی جنگوں کے تذکرے میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے) اور کچھ عجب نہیں کہ صلاح الدین ایوبی کے زمانے سے اس کا آغاز ہؤا ہو۔ صلاح الدین ایوبی تھے۔ ترک

نہ تھے گرد تھے ۔ سُنی دنیا اس نشان کو اپنا قومی نشان تصوّر کرتی ہے ۔ ایران کا نشان اور ہے ۔ میرے خیال میں اس کا استعمال محض اتفاقی طور پر شروع ہُوا صلیبی سپاہی اپنے سینوں، لباسوں اور علموں پر صلیب کا نشان رکھتے تھے ۔ امتیاز کے واسطے مسلمانوں نے یہ نشان شروع کر لیا ۔ اس واسطے کہ اس میں ہر روز بڑھنے کا اشارہ تھا ۔ ہلال کا لفظ ہی نمو کا اشارہ کرتا ہے اور اس کے علاوہ کوئی صُورت نہیں ۔ تاریخی پہلو سے میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کے مُوجد نے اس کے نمو کے خیال سے جاری کیا یا چاند سورج سے اپنا سلسلہ نسب ملانے کے خیال سے ۔ مگر تمام امت کا اس پر صدیوں سے اجماع ہو چکا ہے جن اسلامی قوموں کا نشان اور ہے وہ اس نشان پر کبھی معترض نہیں ہوئیں اور حدیث صحیح ہے کہ میری امت کا اجماع ضلالت پر نہ ہوگا ۔ اس واسطے اس کو ضلالت تصوّر کرنا ٹھیک نہیں ۔ واللہ اعلم

محمد اقبال

محمد رمضان عطائی کے نام

(۱) (۲۰۴)

لاہور

۱۹- فروری ۱۹۳۶ء

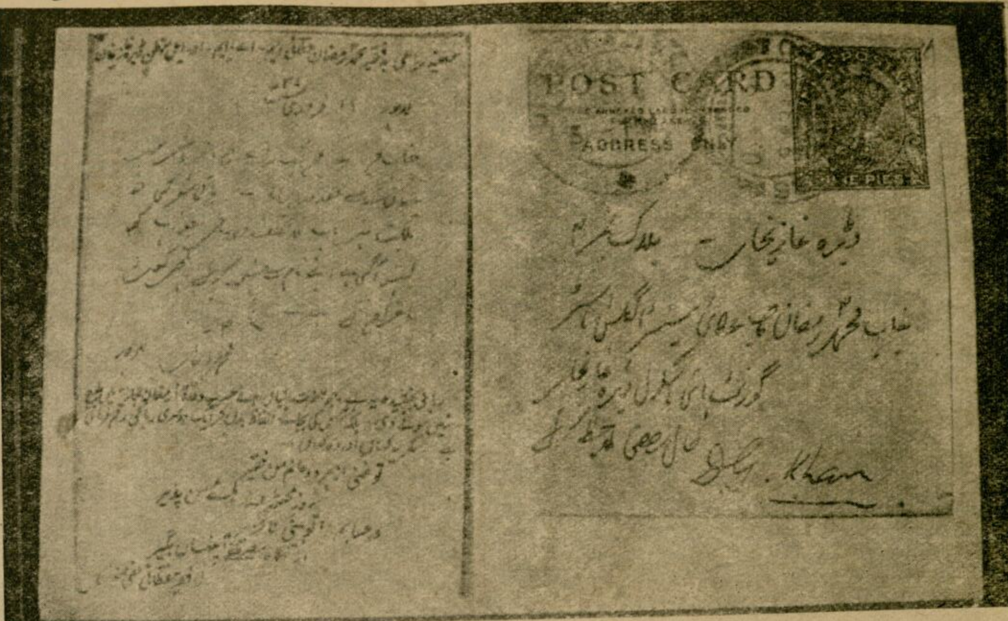
جنابِ من- میں ایک مدّت سے صاحبِ فراش ہوں- خط و کتابت سے معذور ہوں- باقی شعر کسی کی ملکیت نہیں- آپ بلا تکلّف وہ رباعی جو آپ کو پسند آگئی ہے اپنے نام سے مشہور کریں مجھے کوئی اعتراض نہیں- فقط

محمد اقبال لاہور

مندرجہ بالا خط میں جس رباعی کا حوالہ ہے وہ حسب ذیل ہے

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر روزِ محشر عذرہائے من پذیر
ور اگر بینی حسابم ناگزیر از نگاہِ مصطفٰےؐ پنہاں بگیر

ارمغانِ حجاز میں اس رباعی کو علامہ مرحوم نے اپنی زندگی ہی میں شائع ہونے کی


POST CARD

ADDRESS ONLY

ڈیرہ غازی خان

Khan

ممانعت فرمادی تھی۔ ارمغانِ حجاز میں اقبال نے اس رباعی کے مفہوم کو بہ تغیر الفاظ یُوں ارشاد فرمایا ہے

بہ پایاں چوں رسد این عالمِ پیر شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکن رسوا حضورِ خواجہ ما را حسابِ من زچشمِ اونہاں گیر

شبنم کا قطرہ

(۲۰۵) (۱)

معلوم نہیں یہ سلسلہ اب تک بھی جاری ہے یا نہیں لیکن میں پچیس برس پہلے گورنمنٹ کالج لاہور میں ہر سال تقسیم انعامات کے موقع پر ایک انعام اُردو میں بہترین نظم لکھنے والے طالب علم کو بھی ملا کرتا تھا چنانچہ ۱۹۲۱ء میں جب میں جماعت سال اوّل میں تعلیم پاتا تھا کالج کے طلبہ کو حسب معمول نظمیں پیش کرنے کی دعوت دی گئی۔ میں ابھی کالج میں نو وارد تھا۔ کالج کی ادبی مجالس میں بھی کوئی ادبی حصّہ نہیں لیا تھا اور چند احباب کے سوا کسی کو میرے ذوق شعر و شاعری کا علم نہ تھا۔ انہیں میں سے بعض احباب نے مجھے انعامی مقابلہ کے لئے نظم لکھنے کا مشورہ دیا۔ مگر ان دنوں کالج میں کچھ ایسی مشہور ادبی شخصیتیں موجود تھیں کہ ان کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوتی۔ ایک دوست ایسے تھے جن کا مشورہ اصرار کی حد تک پہنچ گیا۔ اور جن کے اصرار میں "خود را پیش کن" سے زیادہ

"امتحانِ خویش کن" کا جذبہ کارفرما نظر آتا تھا۔ آخر ان کا اصرار کامیاب ہُوا۔ انہی دنوں ایک مضمون ذہن میں گردش کر رہا تھا۔ اسی کو مَیں نے "شبنم کا قطرہ" عنوان دے کر نظم میں ڈھال دیا اور یہ نظم کالج کے دفتر میں پہنچا دی۔

کوئی مہینہ بھر کے بعد ایک دن اچانک انہی اصرار کرنے والے دوست نے آکر مبارکباد دی کہ آپ کی نظم اول قرار دی گئی ہے اور اس سال کا انعام آپ کو ملے گا! مَیں اسے مذاق سمجھا لیکن جب ان کے کہنے پر خود جا کر کالج کے تختۂ اعلانات پر اعلان پڑھا تو مسرت آمیز تعجب ہُوا کیونکہ مجھے اس کی بالکل امید نہ تھی۔ کالج کے طلبہ میں تو یہ ایک طے شدہ امر تھا کہ اول انعام بزمِ سخن کے سکرٹری کا حصہ ہے جو کالج کے "ملک الشعرا" کہلاتے تھے۔ اس وقت لاہور کے ادبی حلقوں میں خاصی شہرت کے مالک تھے اور کئی برس سے متواتر انعام لے رہے تھے۔ اعلان میں درج تھا کہ میری نظم اول اور اُن کی نظم دوسرے درجے پر قرار دی گئی ہے۔ فلاں تاریخ کو کالج کا ایک خاص جلسہ منعقد ہوگا۔ جس میں ہم دونوں یہ نظمیں پڑھ کر سنائیں گے۔ اس کامیابی پر میرے احباب

کی اور خاص طور پر میری خوشی کا سب سے بڑا باعث یہ تھا کہ انعامی مقابلے کا فیصلہ حضرت علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

جس روز جلسہ ہوا میری نظم میرے حوالے کر دی گئی۔ یہ دیکھ کر میری مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ نظم پر جابجا اصلاح بھی موجود تھی۔ اس وقت تو میں اس اصلاح کو نہ پوری طرح پڑھ اور نہ اچھی طرح سمجھ سکا۔ اور جہاں تک مجھے یاد ہے اُس جلسے میں میں نے کہیں اصل اور کہیں اصلاح کے مطابق نظم پڑھ دی تھی لیکن بعد میں جب غور سے دیکھا تو اصلاح کی اہمیت محسوس ہُوئی۔

چند روز کے بعد میں خود حضرت علامہ کی خدمت میں حاضر ہُوا ان دنوں وہ انار کلی والے بالا خانے میں قیام فرما تھے میں جھجکتے جھجکتے اوپر پہنچا۔ انہوں نے پاس کی ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ میں بیٹھ گیا وہ خود ایک آرام کرسی پر لیٹے ہُوئے حقّہ پینے میں مصروف تھے۔ سامنے ان کے ایک ہم عمر بزرگ تشریف رکھتے تھے جو سیالکوٹ کے رہنے والے اور غالباً ان کے ہم جماعت یا بچپن کے دوست تھے۔ ان کے ساتھ وہ اپنے طالب علمی کے زمانہ کے واقعات کی یاد تازہ کر رہے تھے کہ سیالکوٹ

میں وہ کس طرح مدرسہ کے اوقات کے بعد مساجد و مکاتب میں مختلف مولوی صاحبان کی خدمت میں حاضر ہو کر فارسی پڑھا کرتے تھے۔ ایک استاد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اُن کا (اپنا یا شاید ان کا بتایا ہوا) یہ شعر اب تک نہیں بھولتا ہ

از قدِ رعنائے او من دردمند افتادہ ام
دوستاں رحمے کہ از بامِ بلند افتادہ ام

اس انداز کے دلچسپ واقعات کے بعد فرمانے لگے کہ لوگوں کو تعجب ہوتا ہے کہ اقبال کو فارسی کیونکر آگئی۔ جب کہ اُس نے اسکول یا کالج میں یہ زبان نہیں پڑھی۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ میں نے فارسی زبان کی تحصیل کے لئے سکول ہی کے زمانے میں کس قدر محنت اٹھائی اور کتنے اساتذہ سے استفادہ کیا۔

فارسی زبان کے سلسلے میں مولانا گرامی (مرحوم) کا ذکر آگیا۔ اُن کے غیر معمولی حافظہ کی تعریف کرتے ہوئے بتایا کہ کسی کو اشعار غزلیں یا نظمیں یاد ہونگی مگر مولانا کو مثنویاں تک مسلسل یاد ہیں۔ وہ اس وقت اسی کمرے کے ایک گوشے میں پلنگ پر دراز تھے۔ فرمایا لیجئے،

ابھی ان کے حافظے کا کرشمہ دیکھئے۔ یہ کہہ کر مولانا کو آواز دی۔ وہ اٹھ بیٹھے۔ کہا کہ مولانا! حضرت نظامی نے وہ کیا فرمایا ہے ع

نگر دیہ بیاباں بیابانِ گرد

بس اس مصرع کا سننا تھا کہ مولانا گرامی دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیاں اٹھا کر جھومنے لگے اور کہنے لگے۔ "اللہ اللہ! اللہ اللہ!" اس کے بعد ایک دو بار اس مصرع کو دہرایا اور پھر وہیں سے مثنوی شروع کر دی۔ مزے لے لے کر شعر پر شعر پڑھتے گئے۔ میں نے مولانا گرامی کو پہلی اور آخری بار جبھی دیکھا۔ اُن کا منڈا ہوا سر۔ اٹھی ہوئی انگلیاں نیم وجد کا عالم۔ جھوم جھوم کر زور دار اور پُر جذب آواز کے ساتھ شعر پڑھنا۔ یہ تمام منظر اب تک میرے تصوّر پر نقش ہے۔ یہ سلسلہ دیر تک جاری رہا اور شاید بہت دیر جاری رہتا لیکن آخر حضرت علامہ نے نہایت حسنِ اسلوب سے موضوع بدل کر گفتگو کا رُخ کسی اور طرف پھیر دیا۔

کچھ دیر بعد میری طرف مستفسرانہ انداز میں توجہ فرمائی تو میں نے اپنا تعارف اس طرح کرایا کہ وہ اصلاح شدہ نظم اُن کے پیش کر کے

ان کی توجہ خاص کا شکریہ ادا کیا۔ دیکھ کر فرمایا کہ ہاں یہ نظم مجھے پسند آئی تھی۔اس خیال سے کہ یہ کہیں شائع ہو گی۔ میں نے جہاں جہاں ضروری سمجھا اصلاح کر دی۔ اس کے بعد کچھ وقت اصلاح کے متعلق باتیں ہوئیں چونکہ دیر بہت ہو گئی تھی آخر میں نے اجازت طلب کی اور اس محفلِ خاص سے بادلِ ناخواستہ رخصت ہؤا۔

یہ تھی حضرت علامہ کی خدمت میں میری پہلی حاضری اور یہ تھی وہ صُورتِ حالات جس کے ماتحت میری نظم کو حضرت علامہ کے قلم سے اصلاح کا شرف حاصل ہؤا۔ اس اصلاح کی عکسی تصویر اس مجموعے میں شامل ہے۔ فنی حیثیت سے یہ اصلاح شاید کچھ زیادہ اہم نہ سمجھی جائے کیونکہ نظم بالکل مبتدیانہ ہے۔ اس لئے زیادہ تر اس میں غلطیوں کو صحیح اور سست بندشوں کو درست کرنے ہی کی ضرورت تھی۔ لیکن چند مقامات ایسے بھی ہیں جہاں اصلاح میں نوکِ قلم کی استادانہ جنبش صاف نمایاں ہے۔ مثلاً

؎ اس طرح پھرتا پھراتا جستجوئے یار میں
تھک کے آخر گر پڑا ہوں گوشۂ گلزار میں

ع کیا کہوں پوشیدہ تھی فطرت میں از خود رفتگی

ع کوہ میں بھی دل نہ بہلا ہمسرِ دریا ہوا

ان مصرعوں میں تھوڑی سی تبدیلی سے اشعار کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا گیا ہے۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر نظم کا پہلا شعر خاص طور پر قابلِ توجہ ہے کیونکہ اس میں حضرت علامہ نے میرے دو مصرعوں کو ایک مصرع میں سمو کر اور دوسرا مصرع اپنی طرف سے بڑھا کر نظم کی تمہید کو مکمل کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں نظم کے ابتدائی چند اشعار کا قلمزد ہو جانا بھی حضرت علامہ کے خاص نقطۂ نظر کی ترجمانی کرتا ہے۔ اُن دنوں تو مجھے بھی تعجب اور افسوس ہوتا تھا کہ ڈاکٹر صاحب قبلہ نے ایسی عمدہ تشبیہات کو بحال نہ رہنے دیا۔ لیکن جُوں جُوں وقت گذرتا گیا اصلاح کی مصلحت واضح ہوتی گئی اور آخر صاف محسوس ہونے لگا کہ حضرت علامہ کے نزدیک بے جان فن کاری اور مصنوعی شاعری کس قدر بے کار اور بے معنی چیز ہے۔

بہر صُورت فن کے لحاظ سے اس اصلاح کی قدر و قیمت کا اندازہ کچھ بھی لگایا جائے۔ جہاں تک مجھے علم ہے حضرت علامہ نے کبھی کسی کی نظم کی اصلاح اپنے قلم سے نہیں فرمائی۔ اگر یہ درست

A

شبنم کا قطرہ

شعلۂ لالہ کا اک زینت فزا زیور ہوں میں۔ نازنینِ گل کے نازک کان کا گوہر ہوں میں
دیدۂ نرگس کو میں اک رشکِ فرحت فال ہوں۔ روئے زیبائے سمن پہ عنبرینِ خال ہوں
بو کبھی ہوں آبِ عنب کبھی ہوں بجامِ موتیا۔ لب پہ خضرِ سبزہ کے ہوں قطرۂ آبِ بقا
بحرِ گلچین کی صدف میں گوہرِ نایاب ہوں۔ جھومتی ڈالی پہ مثلِ قطرۂ سیماب ہوں
اس طرح جلوہ نما ہوتا ہوں نوکِ خار پر۔ جیسے آویزاں سرِ منصور ہو دار پر

دیکھ اک اک ذرہ ... قطرہ نے رنگ بدلا یا قلم نے کم ہر لی
وقف نیرنگ آما ہے کیا ... مختلف رنگوں میں لیکن منظر آرا ہوں میں (۱) نیستی والی ہستی کو ...
(۲) پہ ... مری جان ... حفاظت کے لئے۔ میں بنا ہوں چرخ کی مانند حجلہ کے لئے
پھر رہا ہوں ... بیتاب ...
ری گردشِ ہفت آسماں پنہاں مرے سینے میں ہے ... میرے سب جینے میں
سن ذرا غافل ... میری آوارگی کی داستاں
زندگی کا راز پوشیدہ ہے

میں کہاں تھا؟ کس لئے؟ اور کس طرح پہنچا یہاں!

پہلے پہلے تھا ٹھکانا آبِ سمندر میں مرا
تھا نہایت خرم و شاداں دلِ اُس گھر میں مرا
یاد ہیں لہریں جو سطحِ آب پر آوارہ تھیں
ہاں یہی لہریں، یہی جن میں مرا گہوارہ تھیں
یاد آتی ہیں مجھے رہ رہ کے وہ آزادیاں
جن کی خاطر اب ترستا ہے دلِ ناشاد یاں
گاہ سونے کے لئے تہ میں چلا جاتا تھا میں
سطح پر پھر بہرِ تماشا، گاہ آ جاتا تھا میں
اتفاقاً ایک دن آیا جو سطحِ آب پر
جا پڑی میری نگاہ خورشیدِ عالمتاب پر

کیا پھرنا پر پیمانہ تھی نظر سے

دیکھکر اس شعلہ تند کو آگ سی دل میں لگی   [illegible] از خود رفتگی

دل پر تیر نگاہ مہر نے گھائل کیا   اور وفور شوق نے پرواز پر مائل کیا

چھوڑی شکل اشک اور آہ رسا بن کر اڑا

میں ہوائے وصل جاناں میں ہوا بن کر اڑا

~~[illegible] تا بہ بام بلند~~

~~[illegible] شام [illegible]~~

~~آئی جہنگری کی [illegible]~~

شام [illegible] میرا مقدر ہوگیا   [illegible] کی طرح تاریک منظر ہوگیا

جس کے ملنے کے لیے میں ڈھونڈتا تھا کوئی راہ   اسکے نظارے سے بھی آنکھیں ہوئیں محروم آہ!

ابر کے ہمراہ سرگرداں رہا میں رات بھر   تارے دیکھے چاند دیکھا پر نہ وہ آیا نظر

میں جو تھا ناکام ہی ناکام [illegible] بھی   میرے حال زار پر رونے لگا خود ابر بھی

~~[illegible]~~

گو وہ [illegible] دل [illegible] ہمرہ   [illegible] اک پہاڑی پر گرا

رفعت گردوں [illegible]

[illegible] دریا ہوا   جوشش وحشت میں روانہ جانب صحرا ہوا

جب پرا بے مہر دلبر پھر نظر آیا مجھے   اور کمند حسن دل آویز سے کھینچا مجھے

آب دریا سے مجھے فوراً جدا ہونا پڑا   پھر سوار توسن باد صبا ہونا پڑا

اس طرح [illegible] پھرتا پھرا [illegible] یار میں

~~[illegible]~~   تھک کے آخر گر پڑا ہوں گوشہ گلزار میں

ہوں وہی قطرہ جو تھا اک [illegible]

ہوں وہی قطرہ جو تھا ہمراہ دریا رواں

ہوں وہی قطرہ کہ جو تھا ابر گوہر بار میں

ہوں وہی قطرہ جو برسا تھا کبھی کہسار میں

ہوں وہی قطرہ ہوں جو [illegible] گھٹا کے ساتھ تھا

بات یہ ہے اہلِ دنیا جانتے ہیں کم مجھے
یہ سمجھتے ہیں فقط اک قطرۂ شبنم مجھے

قطرۂ ناچیز ہوں لیکن جہاندیدہ ہوں میں — تجربہ کار۔ انقلابِ آسماں دیدہ ہوں میں
میری ہستی ہستیٔ انساں سے کچھ کم نہیں — غافل انساں لیکن ان اسرار سے محرم نہیں
مجھ میں ہے پوشیدہ رازِ زندگیٔ بے ثبات — مجھ سے پوچھو نکتۂ سربستۂ موت و حیات
محرمِ رازِ بلندی واقفِ پستی ہوں میں — بہرِ انساں رہنمائے منزلِ ہستی ہوں میں

ہاں! مجسم تجربہ ہوں۔ اور سراپا ہوش ہوں
ہوں ذرا سا قطرہ لیکن بحر در آغوش ہوں

(نتیجۂ فکر محمد اسعد خاں طالب علم فرسٹ ایر کلاس
گورنمنٹ کالج
لاہور

مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۴۳ء

ہے تو پھر اس حیثیت سے یہ اصلاح یقیناً اہلِ ذوق کے لئے نوادرِ ادبیہ میں سے ہے۔ اور میرے لئے بجا طور پر باعثِ فخر و مباہات۔

نئی دہلی
۲۰۔ اکتوبر ۱۹۴۳ء

اسد (ملتانی)

سر سیّد راس مسعُود کے نام

(۲۰۷) (۱)

لاہور
۲۔جون ۱۹۳۴ء

مائی ڈیر مسعود

ازراہ کرم مجھے فوراً اپنے موجودہ پتے اور آئندہ پروگرام سے مطلع فرمائیے۔ مَیں آپ سے اپنے متعلق ایک نہایت اہم مسئلہ میں ملنا چاہتا ہُوں یا آپ کو تحریر کرنا چاہتا ہُوں۔ جواب واپسی ڈاک سے دیجئے۔ والسّلام

محمد اقبال

جس مسئلہ میں آپ سے مشورہ چاہتا ہُوں اُس کا تعلق آپکے استعفاء[1] سے نہیں اقبال

[1] مسلم یونیورسٹی کی وائس چانسلر شپ سے استعفاء

(۲) (۲۰۷)

(انگریزی)

لاہور
۲۰- مارچ ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر مسعود

امید ہے آپ اور لیڈی مسعود صاحبہ بخیریت ہونگے مَیں بھی بفضلِ خدا خیریت سے ہُوں۔ میرا خیال ہے اعلیٰحضرت کی لاہور تشریف آوری کے لیئے ۲۱- اپریل موزوں ہوگی۔ ۲۰- اپریل کو تو گورنر پنجاب اجلاس میں رسمی شمولیت فرمائیں گے۔ میں چاہتا ہُوں کہ ۲۱- اپریل تمامتر اعلیٰحضرت اور مسلمانانِ پنجاب کے لئے ہی مخصوص رہے اگر اعلیٰحضرت انگلستان تشریف نہیں لے جارہے ہیں تو اس انتظام کی طرف توجہ کیجئے۔ امید ہے اعلیٰحضرت کے لئے ایک علیحدہ دن مخصوص کرانے میں میرے منشا کو آپ نے پالیا ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ اب یہ قطعی طور پر طے پا گیا ہے کہ اعلیٰحضرت عازمِ انگلستان نہ ہونگے۔ اگر ایسا ہے تو تار کے ذریعہ اطلاع دیجئے۔ اور یہ اطلاع بھی بذریعہ

تار ہی دیجئے کہ ۲۱- اپریل اعلیٰحضرت کو منظور ہے معاملہ معلومہ کی نسبت آپ کو کوئی اطلاع ملی ہے - میں اس خط کا جو اس ماہ کے آخر میں آپ مجھے لکھنا چاہتے ہیں بیتابی سے منتظر ہوں - لیڈی مسعود صاحبہ کی خدمت میں سلام اور انور کو دعا -

محمد اقبال

(۲۰۸) ——————— (۳)

لاہور
۲۹- مارچ ۱۹۳۵ء

ضروری

ڈیر مسعود کئی دن ہوئے میں نے ایک خط آپ کو لکھا تھا مگر تا حال جواب نہیں آیا - شاید یہ خط آپ کو ملا نہ ہو - کیونکہ ان دنوں آپ بھوپال میں نہ تھے - والدہ ماجدہ کی علالت کی وجہ سے علی گڑھ چلے گئے تھے - بہر حال اگر وہ خط مل گیا ہو تو جواب لکھئے - شاید آپ حیدر آباد سے کسی جواب کے منتظر ہوں گے - آپ کا خیال تھا کہ مارچ کے آخر میں آپ کسی قطعی فیصلہ کی اِطلاع دے سکیں گے - میرے حالات

اس امر کے مقتضی ہیں کہ کوئی نہ کوئی فیصلہ ہو۔ گو میں آپ سے چھپا نہیں سکتا کہ مجھے اس طرف سے ناامیدی ہے۔ غرض کہ میں آپ کے جواب کا شدّت سے منتظر ہوں۔

اس امر کی اطلاع آپ نے نہیں دی کہ آیا ہز ہائینس جلسہ انجمن میں جلوہ افروز ہونگے یا نہیں۔ اور مجھ سے ہز ہائینس نے خود فرمایا تھا کہ اگر انگلستان نہ گئے تو ضرور تشریف لائیں گے۔ یہاں اس خبر سے جوشِ مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ مہربانی کر کے مطلع فرمائیے کہ آیا ہز ہائینس ولایت تشریف لے جائیں گے۔ مولوی غلام محی الدین سکرٹری انجمن نے دو تین روز ہوئے مجھے اطلاع دی کہ آپ کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ مہربانی کر کے جلد اطلاع دیجئے۔

جب سے میں بھوپال سے واپس آیا ہوں لوگ زمینوں کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ میرے پاس کوئی ان شرائط کی کاپی نہیں ہے جن کے مطابق اراضی دی جاتی ہے۔ اس وقت بھی جب کہ میں یہ خط لکھ رہا ہوں ایک صاحب اسی غرض کے لئے بیٹھے ہیں۔ میں نے ان کو خط لکھ دینے کا وعدہ کیا ہے اور وہ خود بھوپال

حاضر ہونگے۔ شرائط کی کاپی ارسال کروا دیجئے تاکہ میں زمین کے خواستگاروں کو دکھا سکوں

زیادہ کیا عرض (کروں)۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ لیڈی مسعود صاحبہ کی خدمت میں آداب۔ مَیں ان کے لئے دعائے صحت کرتا ہوں۔ انور میاں کو دعا اور حکیم صاحب سے بھی سلام کہئے۔

والسلام

محمد اقبال

(۲۰۹) ———— (۴)

(انگریزی)

لاہور
۱۴-اپریل ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر مسعود

امید ہے آپ کو میرا وہ خط جس میں مس فرکوہرسن کا خط ملفوف تھا مل گیا ہوگا۔ خط کشیدہ پارہ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ کیا وہ کاغذات بھی آپ کو مل گئے ہیں جو مس موصوفہ نے آپ کو

بھیجے تھے۔ مَیں اور چند دوسرے احباب اعلیٰحضرت کے استعفائ کے متعلق ایک بیان اورینٹل پریس میں بھیج رہے ہیں۔ میرے متعلق آپ کی جو تجویز ہے اس کا سراغ مجھے انجام کار مل ہی گیا۔ مجھے یہ اطلاع ایک بہاولپوری دوست کی معرفت ملی ہے اور یہ معلوم ہؤا ہے کہ نواب صاحب بھوپال نے نواب صاحب بہاول پور کے نام ایک خط لکھا ہے۔ اس خط کے مضمون سے بھی مجھے تھوڑی بہت آگاہی ہوئی ہے۔ کیا میری اطلاع درست ہے؟ اس خط کا جواب موصول ہوجانے پر مَیں اس مسئلہ میں اپنی رائے آپ پر ظاہر کرسکونگا۔ لیڈی مسعود صاحبہ کی خدمت میں سلام اور انور کو پیار

محمد اقبال

(۲۱۰) ——— (۵)

(انگریزی)

لاہور
۲۶۔ اپریل ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر مسعود

نوازش نامہ موصول ہؤا۔ آپ کی علالت کی اطلاع باعث

تشویش ہوئی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد آپ کو صحتِ کلی عطا فرمائے میں انشاءاللہ مئی کے آخر تک بھوپال آسکوں گا۔ میری بیوی گذشتہ دس سال سے بیمار اور تلی اور جگر کے عوارض میں مبتلا ہے اور اب بوجہ بخار زیادہ کمزور ہو گئی ہے۔

ہم لوگ انشاءاللہ وسط مئی تک اپنے نئے مکان میں چلے جائیں گے۔ خدا کرے کہ اس وقت تک میری بیوی میں چلنے پھرنے کی ہمّت پیدا ہو جائے۔ آپ نے میرے متعلق جس دلچسپی کا اظہار فرمایا ہے اُس کے لئے آپ کا ممنون ہوں اگرچہ مجھے آپ سے یہ کہنے میں کچھ تامل نہیں کہ مجھے اس سلسلہ میں کامیابی کی کچھ زیادہ توقع نہیں۔ مجھے کچھ عرصہ پہلے تو اس خیال سے مسرت تھی کہ آپ کے اس کوشش میں کامیاب ہونے کی قوی امید تھی اور اس طرح میرے لئے ممکن ہو سکتا تھا کہ میں قرآن کریم پر عہد حاضر کے افکار کی روشنی میں اپنے وہ نوٹ تیار کر لیتا جو عرصہ سے میرے زیرِ غور ہیں۔ لیکن اب تو نہ معلوم کیوں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ میرا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔ اگر مجھے حیات مستعار کی بقیہ گھڑیاں وقف کر دینے

کا سامان میسّر آئے تو مَیں سمجھتا ہوں قرآن کریم کے ان نوٹوں سے بہتر مَیں کوئی پیشکش مسلمانانِ عالم کو نہیں کر سکتا۔

بہر حال دیدہ باید۔ ہر امر اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے اگر عالمِ جدید میں اسلام کی اس خدمت کا شرف میرے لئے مقدّر ہو چکا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل کے لئے ضروری ذرائع بہم پہنچا دے گا۔ لیڈی مسعود صاحبہ کی خدمت میں سلام کہئے۔ علی بخش آپ دونوں کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے۔ جاوید بھی آپ اور لیڈی مسعود صاحبہ کی خدمت میں آداب عرض کرتا ہے۔

محمد اقبال

(۲۱۱) ——— (۶)

(انگریزی)

لاہور
۲۔مئی ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر مسعود

امید ہے آپ اور لیڈی مسعود صاحبہ دونوں بخیریت ہونگے

الحمد للہ میری تشویش ذرا کم ہو گئی ہے۔ میری بیوی کو ایک اپریشن کرانا پڑا۔ اگرچہ یہ بڑا ہی ہولناک اور ناقابلِ برداشت منظر تھا لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی زندگی بچ گئی۔ مَیں انشاءاللہ مئی کے آخر میں آپ دونوں کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ آپ نے کوئی اطلاع نہیں دی اس لئے میں سمجھتا ہُوں معاملہ معلومہ جُوں کا توں ہی ہے۔

یونیورسٹی کا چانسلر اب کون ہو گا۔ کاش اعلیحضرت نواب صاحب بھوپال اپنے استعفاء پر دوبارہ غور فرما سکتے لیکن شعیب صاحب نے مجھے لکھا تھا کہ اس کا کوئی امکان نہیں۔ یہ ممکن بلکہ اغلب ہے کہ لارڈ ولینگڈن نواب صاحب کو استعفاء پر مکرر غور کرنے پر ضرور مائل کرینگے۔

مجھے اطلاع دیجئے کہ اعلیحضرت کا اس سلسلہ میں کیا ارادہ ہے۔ اگر اعلیحضرت رضامند نہ ہوں تو پھر کیا آپ کی رائے میں نواب صاحب بہاولپور اس منصب کے لئے موزوں ہونگے۔

محمد اقبال

علی بخش آپ اور لیڈی مسعود صاحبہ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے۔

(۲۱۲) ——— (۷)

(انگریزی)

لاہور
۲۳ مئی ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر مسعود

نوازش نامے کے لئے جس سے ایک گونہ اطمینان ہُوا سراپا سپاس ہُوں۔ میری خواہش تو حقیقت میں اُس انسان کی خواہش ہے جو قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے اور سفر آخرت سے پہلے کچھ نہ کچھ خدمت انجام دینے کا تمنائی ہے۔ مجھے امید ہے آپ اعلیٰحضرت کی خدمتِ اقدس میں اس مسئلہ کو پیش کر دینگے۔ اعلیٰحضرت کے مراحم خسروانہ کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں کہ بھوپال میں میری آسائش کا ان کو اس قدر خیال ہے۔ میری بیوی خطرناک طور پر بیمار ہے۔ شاید یہ اس کے آخری لمحات ہیں۔ لہٰذا میرے لئے لاہور سے باہر جانا اس وقت ممکن نہیں۔ آپکو بعد میں اطلاع دے سکوں گا۔ مجھے اطلاع دیجئے کہ آپ اور لیڈی مسعود صاحبہ کب بھوپال واپس

آئیں گی۔ میرا خیال ہے کہ لیڈی مسعود صاحبہ تو کچھ دیر اندور میں مزید قیام فرمائیں گی۔ اور آپ جُون کے آخر میں بھُوپال واپس پہنچ جائینگے لیڈی مسعود صاحبہ کی خدمت میں میرا اسلام کہئے۔ اور انور کو دعا۔ کیا حکیم صاحب ابھی وہاں ہی ہیں۔ امید ہے انہیں ملازمت مل گئی ہو گی۔ والسلام

محمد اقبال

ساڑھے پانچ بجے میری بیوی کا انتقال ہو گیا۔

اقبال

(۲۱۴) ——— (۸)

(انگریزی)

لاہور
۳۰ مئی ۱۹۳۵ء

ڈیر مسعود

. . . .
. . . .

چراغِ سحر ہُوں بجھا چاہتا ہُوں۔ تمنا ہے کہ مرنے سے پہلے قرآن کریم

سے متعلق اپنے افکار قلمبند کر جاؤں۔ جو تھوڑی سی ہمت و طاقت ابھی مجھ میں باقی ہے اُسے اسی خدمت کے لئے وقف کر دینا چاہتا ہُوں تاکہ (قیامت کے دن) آپ کے جد امجد (حضور نبی کریمؐ) کی زیارت مجھے اس اطمینانِ خاطر کے ساتھ میسر ہو کہ اس عظیم الشان دین کی جو حضورؐ نے ہم تک پہنچایا کوئی خدمت بجا لا سکا۔

مخلص

محمد اقبال

(۹)————(۲۱۴)

لاہور

۳۰۔ مئی ۱۹۳۵ء

ڈیر مسعود

آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے۔ مَیں کس زبان سے اعلیٰحضرت کا شکریہ ادا کروں۔ انہوں نے ایسے وقت میں میری دستگیری فرمائی جب کہ مَیں چاروں طرف سے آلام و مصائب میں محصُور تھا۔ خدا تعالیٰ اُنکی عمر و دولت میں برکت دے۔ ہندوستان کے مسلمان شرفا میں سے

کون ہے جو اعلیٰحضرت کا اور ان کے دودمانِ عالی کا ممنونِ احسان نہیں ہے ؎

دور دستاں را بہ احساں یاد کردن ہمت است
ورنہ ہر نخلے بہ پائے خود ثمر می افگند

یہ عریضہ اعلیٰحضرت کو سنا دیجئے۔ مَیں خود حاضر ہو کر شکریہ ادا کروں گا۔ اب میری درخواست صرف اس قدر ہے کہ احکام اس پنشن کے تو جاری ہو نگے ہی، سرکارِ عالی اپنے ہاتھ سے بھی اس مضمون کا ایک خط مجھے لکھ دیں جو آپ نے مجھے لکھا ہے۔ یہ خط میری اولاد میں بطور یادگار کے رہے گا۔ اور وہ اس پر فخر کریں گے مَیں انشاءاللہ یا تو چالیسویں کے بعد حاضر ہونگا یا جب آپ اور لیڈی مسعود ابتداءِ اگست میں مع الخیر اندور سے بھوپال واپس آجائینگے تو مہربانی کر کے مجھے یہ لکھ دیجئے کہ اگر مَیں جون کے آخر میں آؤں تو اپنے بھوپال پہنچنے کی کس کو اطلاع دوں۔ ممنون کو اطلاع دے دوں یا جس کو آپ لکھیں۔ لیڈی مسعود کی خدمت میں سلام۔ جاوید آداب کہتا ہے۔

باقی آپ کا شکریہ کیا ادا کروں۔ مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی سادات کی آبائی میراث ہے۔ بالخصوص آپ کے خاندان کی۔

آپ کا
محمد اقبال

(۲۱۵)————(۱۰)

لاہور
۱۵-جون ۱۹۳۵ء

ڈیر مسعود

امید کہ آپ اور لیڈی مسعود بہمہ وجوہ خیریت سے ہونگے۔ میں آپ کے خط کے انتظار میں ہوں۔ امید کہ ضروری احکام متعلقہ پنشن جاری ہو گئے ہونگے۔ اب صرف مجھے اس خط کا انتظار ہے جس کا ذکر میں نے اپنے گزشتہ خط میں کیا تھا اگر اعلیحضرت پغمان سے واپس تشریف لے آئے ہوں تو وہ خط لکھوا کر بھجوا دیجئے۔ کل اعلیحضرت ظاہر شاہ کا تار تعزیتی آیا تھا۔ اور آج سردار صلاح الدین سلجوقی اعلیحضرت کا زبانی پیغام لائے ہیں بہت

حوصلہ افزا اور دل خوش کُن پیغام ہے۔

زیادہ کیا عرض کروں سوائے دعاء ترقیٔ مراتب۔ لارڈ لودین کا خط ابھی لندن سے آیا ہے۔ وہ پوچھتے ہیں کہ "رہوڈز لیکچرز" کے لئے کب آؤ گے۔ اب بچّوں کو چھوڑ کر کہاں جا سکتا ہُوں۔ ان کی ماں کی وصیّت ہے کہ ان بچّوں کو اپنے سے ایک دن کے لئے بھی جدا نہ کرنا۔ لیڈی مسعود کی خیریت سے آگاہ کیجئے۔ اور میری طرف سے انہیں سلام کہئے۔

آپ کا محمد اقبال

(۲۱۶) ———— (۱۱)

لاہور

۲۴۔ جون ۱۹۳۵ء

ڈیر مسعود۔ آپ کا خط مل گیا ہے اور اعلیحضرت کا والا نامہ بھی موصُول ہو گیا ہے۔ جسے مَیں نے سادہ اور خوبصورت فریم میں لگوا دیا ہے۔ آپ شاید اندور تشریف لے گئے ہونگے۔ مَیں لیڈی مسعود کے لئے دست بدعا ہُوں۔ جب ان کو فراغت ہو تو مجھے اُن کی خیریت سے بذریعہ

تار مطلع کیجئے۔

مَیں انشاء اللہ وسط جولائی تک بھوپال پہنچوں گا۔ جاوید کو ہمراہ لانا ہوگا۔ علی بخش بھی ہمراہ ہوگا۔ وہ آپ کو ہر روز ایک دو دفعہ یاد کر لیتا ہے۔ شعیب صاحب کو اپنے آنے کی اطلاع دیدونگا۔ مگر یہ تو فرمائیے کہ میرا ایڈریس بھوپال میں کیا ہوگا تاکہ مَیں گھر میں وہ ایڈریس چھوڑ جاؤں۔ اس طرح بچّی منیرہ کی خیریت کی خبر مجھے روز ملتی رہے گی۔ جس جگہ مجھے ٹھیرنا ہوگا اس جگہ کا پتہ لکھ دیجئے۔ زیادہ کیا عرض کروں سوائے اس کے کہ آپ سے ملنے کے واسطے تڑپ رہا ہوں۔ والسلام

محمد اقبال

ہاں آپ کا پرائیویٹ سکریٹری ممنون حسن ریاض منزل ہی میں ہوگا یا کہیں اور۔ مَیں اپنے آنے کی اطلاع اُسے بھی دے دونگا۔

(۲۱۷) ——————— (۱۲)

لاہور

۲- جولائی ۱۹۳۵ء

ڈیر مسعود ابھی آپ کا تار ملا جس سے اطمینانِ خاطر ہُوا - خُدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے - آپ کا خط ملنے سے اس وقت تک میری طبیعت نہایت پریشان تھی - گذشتہ رات بھی میں دیر تک ان کے لئے دعا کرتا رہا - دورانِ قیام بھوپال میں انہوں نے جو توجہ مجھ پر مبذول کی مَیں اُسے کبھی فراموش نہیں کر سکتا - امید ہے کہ اب وہ جلد صحت کامل حاصل کر لیں گی اور آپ کی طبیعت کو بھی اطمینان نصیب ہو گا زیادہ کیا عرض کروں سوائے اس کے کہ موسم سخت گرم ہے - بارش کا انتظار ہے کل سے مطلع غبار آلود ہے -

میری طرف سے انہیں سلام کہئے اور دعائے صحت -

آپ کا محمد اقبال

(۲۱۸) ——————— (۱۳)

لاہور

۱۸ ستمبر ۱۹۳۵ء

ڈیر مسعود - تمہارا خط جس میں دو نامے ملفوف تھے ابھی ملا ہے -

الحمدللہ کہ خیریت ہے میں بھی خدا کے فضل و کرم سے اچھا ہوں۔

انشاءاللہ ۲۴ یا ۲۵ اکتوبر کو پانی پت پہنچوں گا۔ جو چند اشعار فارسی کے لکھے تھے وہ مَیں نے خواجہ سجاد حسین صاحب کی خدمت میں ان کی درخواست پر بھیج دیئے ہیں۔ جاوید کے ماموں کو بھی آج قالین کے لئے پھر لکھ دیا ہے۔ اطمینان فرمائیے۔

باقی رہا وہ معاملہ سو اس میں تمہارے اس خط کے بعد مَیں کیا عرض کروں۔ اعلحضرت نواب صاحب بھوپال کی پنشن قبول کرنے کے بعد کسی اور طرف نگاہ کرنا آئینِ جوانمردی نہیں ہے۔ لیکن مَیں آپ کو اپنا دوسرا self خیال کرتا ہوں اس واسطے جو کچھ آپ لکھتے ہیں اس پر عمل کرتا ہوں۔ اخباروں میں اس کا چرچا مناسب نہیں معلوم ہوتا اور اس کی ادائیگی بھی معرفت اعلیٰ حضرت ہی ہونی چاہئے جیسا کہ آپ نے مجھ سے زبانی کہا تھا۔ زیادہ کیا عرض کروں۔

لیڈی مسعود سلام قبول کریں۔ جاوید سلام عرض کرتا ہے۔ علی بخش بھی آداب کہتا ہے۔ والسلام

محمد اقبال، لاہور

حالیؔ اور اقبالؔ

محولہ بالا اشعار جو حالی کی صد سالہ برسی پر نواب صاحب بھوپال کی موجودگی میں پڑھے گئے اور اب تک اقبال کی کسی کتاب میں درج نہیں ہوئے حسب ذیل ہیں۔

مزاجِ ناقہ را مانندِ عُرفی نیک می بینم
چو محمل را گراں بینم حدی را تیز تر خوانم

حمید اللہ خاں اے ملک و ملّت را فروغ از تو
ز الطافِ تو موجِ لالہ خیزد از خیابانم

طوافِ مرقدِ حالی سزد اربابِ معنی را
نوائے او بجانہا افگند شورے کہ من دانم

بیا تا فقر و شاہی در حضورِ او بہم سازیم
تو بر خاکش گہر افشان و من برگِ گل افشانم

ایک دوسرے موقعہ پر حالی سے متعلق مندرجہ ذیل قطعہ کہا تھا۔

آں لالۂ صحرا کہ خزاں دید و بفسرد
سیّد دگر او را نمے از اشکِ سحر داد
حالیؔ ز نواہائے جگر سوز نیاسود
تا لالۂ شبنم زدہ را داغِ جگر داد

۲۴-جون ۱۹۳۵ء

(۲۱۹) ———— (۱۴)

لاہور
۲-اکتوبر ۱۹۳۵ء

ڈیر مسعود - ایک خط اس سے پہلے لکھ چکا ہوں جو امید ہے تم کو مل گیا ہوگا - جواب کا ابھی تک انتظار ہے - امید ہے کہ آپ اور بیگم مسعود مع الخیر ہونگے - میرے ایک دوست جو یہاں کے سادات

عکس قطعهٔ دستخطی علامہ اقبال مرحوم

آن لالهٔ صحرا که خزان دید و بیفسرد
سید دگر او را نم از اشک سحر داد

حالی ز نواهای جگرسوز نیاسود
تا لالهٔ شبنم زده را داغ جگر داد

محمد اقبال

۲۴ جون ۳۵ع

لاہور

ہیں سے ہیں اور مرض ذیابیطس کے پرانے بیمار تھے حال ہی تندرست ہوکر وائینا (آسٹریا) سے واپس آئے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ دورانِ علاج میں انہوں نے اپنے ڈاکٹر سے میرے مرض کا ذکر بھی کیا تھا۔ جس پر ڈاکٹر نے کہا کہ اگر وہ بیمار یہاں آجائے تو میں گارنٹی کرتا ہُوں کہ بالکل تندرست ہو جائیگا۔ شاہ صاحب فروری میں پھر وائینا جانے والے ہیں اور اصرار کرتے ہیں کہ میں بھی اُن کے ساتھ چلوں اور وہاں چل کر علاج کراؤں۔ آپ اس بارے میں کیا مشورہ دیتے ہیں؟ فی الحال میری صحت ترقی کر رہی ہے۔ آواز میں بھی قدرے امپروومنٹ ہے۔ ڈاکٹر عبدالباسط نے جو فوٹو میرے سینے کا لیا تھا اُسے ڈاکٹر رحمٰن وائینا بھیجنے والے تھے معلوم نہیں ابھی تک بھیجا ہے یا نہیں۔ مَیں نے ڈاکٹر صاحب (عبدالباسط) کو خط لکھ کر دریافت کیا ہے۔ وہاں سے اکسپرٹ اوپینین آجانے پر آخری فیصلہ کروں گا۔ فی الحال میں آپ کی رائے چاہتا ہُوں۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ جاوید آداب عرض کرتا ہے اور علی بخش سلام لکھواتا ہے۔ والسلام

محمد اقبال

بیگم مسعود صاحبہ سے سلام عرض کیجئے۔ انشاء اللہ پانی پت میں ملاقات ہوگی۔ کل سے کوٹھی کے بقایا حصّے کی تعمیر ہوگی۔ امید کہ پانی پت جانے تک کام ختم ہو جائے گا

(۲۲۰) ——————— (۵)

لاہور

۱۰۔ دسمبر ۱۹۳۵ء

ڈیر مسعود۔ تمہارا خط ابھی ملا۔ کل شام کے قریب تار بھی ملا الحمدللہ کہ خیریت ہے۔ مَیں اعلیٰحضرت کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہُوں معلوم ہوتا ہے ان کو میری آسائش کا بہت خیال ہے خدائے تعالیٰ اجرِ عظیم ان کو عطا فرمائے۔

ہز ہائینس آغا خاں کو بھی خط لکھ دوں گا۔ اطمینان فرمائیے اس سے پہلے ایک خط آپ کی خدمت میں لکھ چکا ہُوں۔ امید ہے پہنچ گیا ہوگا اور کتابوں کا پارسل بھی مل گیا ہوگا۔ اندور سے رشید صاحب کا خط بھی آیا تھا اُن کو بھی جواب لکھ دیا تھا۔ لیڈی مسعود صاحبہ کی خدمت میں عرض ہے کہ مَیں نے حکیم نابینا صاحب

کی خدمت میں ان کی علالت کا تذکرہ کر دیا تھا۔ وہ نومبر میں تمہارے ساتھ دہلی آئیں تو ضرور ان کو نبض دکھائیں۔

لاہور میں گرمی کی بے انتہا شدت ہے۔ بارش کا نام و نشان نہیں ہے۔ سرحد پر جنگ باقاعدہ شروع ہو گئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے مسجد شہید گنج کا اثر وہاں بھی جا پہنچا ہے۔ اور راولپنڈی میں کیا تمام پنجاب میں مسجد کی بازیابی کے لئے جوش و خروش بڑھ رہا ہے۔ خدائے تعالیٰ مسلمانوں پر اپنا فضل کرے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ جاوید آپ کی اور لیڈی مسعود کی خدمت میں آداب لکھواتا ہے۔ علی بخش بھی آداب عرض کرتا ہے۔ والسلام

محمد اقبال، لاہور

(۲۲۱) (۱۶)

لاہور
۱۱-دسمبر ۱۹۳۵ء

ڈیر مسعود۔ کل خط لکھ چکا ہوں۔ آج اس تمام معاملے پر کامل غور و فکر کرنے کے بعد پھر لکھتا ہوں۔ آپ اس خط کو

کا نفیڈنشل تصور فرمائیں۔ آپ کو یاد ہوگا میں نے آپ سے بھوپال
میں آپ کے بڈ روم میں گفتگو کی تھی۔ میرا خیال تھا کہ میرا خیال
معلوم کر لینے کے بعد آپ نے شاید اس تجویز کو ڈراپ کر دیا ہوگا
اس کے بعد جس سٹری کا آپ نے مجھ سے ذکر کیا تھا میں سمجھ رہا
تھا کہ یہ کوئی اور معاملہ ہے۔ بہر حال آپ کو معلوم ہے کہ اعلیٰحضرت
نواب صاحب بھوپال نے جو رقم میرے لئے مقرر فرمائی ہے وہ
میرے لئے کافی ہے۔ اور اگر کافی نہ بھی ہو تو میں کوئی امیرانہ
زندگی کا عادی نہیں۔ بہترین مسلمانوں نے سادہ اور درویشانہ
زندگی بسر کی ہے۔ ضرورت سے زیادہ کی ہوس کرنا روپیہ کا لالچ
ہے جو کسی طرح بھی کسی مسلمان کے شایانِ شان نہیں ہے۔ آپ
کو میرے اس خط سے یقیناً کوئی تعجب نہ ہوگا۔ کیونکہ جن بزرگوں
کی آپ اولاد ہیں اور جو ہم سب کے لئے زندگی کا نمونہ ہیں ان کا
شیوہ ہمیشہ سادگی اور قناعت رہا ہے۔ ان حالات پر نظر کرتے
ہوئے مجھے اس رقم کو قبول کرتے ہوئے حجاب آتا ہے۔ اور میں
بیحد تذبذب کی حالت میں ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ آپکی ہزہائینس،

کانفیڈنشل تصور فرمائیں۔ آپ کو یاد ہوگا میں نے آپ سے بھوپال میں آپ کے بڈ روم میں گفتگو کی تھی۔ میرا خیال تھا کہ میرا خیال معلوم کر لینے کے بعد آپ نے شاید اس تجویز کو ڈراپ کر دیا ہوگا اس کے بعد جس سٹری کا آپ نے مجھ سے ذکر کیا تھا میں سمجھ رہا تھا کہ یہ کوئی اور معاملہ ہے۔ بہر حال آپ کو معلوم ہے کہ اعلیحضرت نواب صاحب بھوپال نے جو رقم میرے لئے مقرر فرمائی ہے وہ میرے لئے کافی ہے۔ اور اگر کافی نہ بھی ہو تو میں کوئی امیرانہ زندگی کا عادی نہیں۔ بہترین مسلمانوں نے سادہ اور درویشانہ زندگی بسر کی ہے۔ ضرورت سے زیادہ کی ہوس کرنا روپیہ کا لالچ ہے جو کسی طرح بھی کسی مسلمان کے شایانِ شان نہیں ہے۔ آپ کو میرے اس خط سے یقیناً کوئی تعجب نہ ہوگا۔ کیونکہ جن بزرگوں کی آپ اولاد ہیں اور جو ہم سب کے لئے زندگی کا نمونہ ہیں ان کا شیوہ ہمیشہ سادگی اور قناعت رہا ہے۔ ان حالات پر نظر کرتے ہوئے مجھے اس رقم کو قبول کرتے ہوئے حجاب آتا ہے۔ اور میں بیحد تذبذب کی حالت میں ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ آپکی ہزہائینس،

سر سید راس مسعود کے نام

Dr. Sir Mohd. Iqbal, Kt.
M.A., Ph. D., LL.D
Barrister-at-Law

Lahore

Dated 193

لاہور ۱۱ مارچ ۳۵ء

Confidential

ڈیر مسعود — کمال حفاظت سے لکھتا ہوں کہ اس تمام معاملے پر کامل غور و فکر کرنے کے بعد جو
لکھتا ہوں آپ اس خط کو کانفیڈنشل تصور فرمائیں
آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے آپ سے بھوپال میں آپ کے ڈرائنگ روم میں گفتگو کرتے ہوئے راز دارانہ طور پر کہا تھا
مسلم کر لینے کے بعد ... اس تجویز کو آپ نے رد کر دیا تھا اس کے بعد جس مسٹری کا آپ نے
مجھ سے ذکر کیا تھا میں سمجھ رہا تھا کہ کوئی اور معاملہ ہے — بہرحال آپ کو معلوم ہے کہ اعلیٰحضرت
نواب صاحب بھوپال نے جو رقم میرے لئے مقرر فرمائی ہے وہ میرے لئے کافی ہے اور اگر کافی نہ بھی ہو تو بھی
کوئی امیرانہ زندگی کا عادی نہیں۔ بہترین مسلمانوں نے سادہ اور درویشانہ زندگی بسر کی ہے۔ ضرورت سے
زیادہ کی ہوس کرنا روپیہ کا لالچ ہے جو کسی طرح بھی کسی مسلمان کے شایان شان نہیں ہے — آپ کو
میرے اس خط سے یقیناً کوئی تعجب نہ ہوگا کیونکہ جس شخص کی ... اور جو تمام عمر اپنی زندگی کا طرز
عمل انسانوں کی ... سادگی اور قناعت رہا ہے — ان حالات پر نظر کرتے ہوئے مجھے اس رقم زائد کو
قبول کرنے میں حجاب آتا ہے اور میں بے حد متذبذب حالت میں ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے ہز ہائی نس
آغا خان سے کیا خط و کتابت ہوئی ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ میری اس تحریر کو ناشکری پر محمول ... بہرحال
ہز ہائی نس آغا خان کو ... خط لکھا ہے کہ ... خیالات کا اظہار ... نہیں ... اور
امداد کا ... ان ... ہے — اب جب اس معاملے پر غور کریں گے تو آپ کو
معلوم ہوگا کہ اس کے سب پہلو اور تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھ کر آپ کو یہ خط لکھا ہے — آپ مہربانی کر کے
مجھ کو جلد اس امر کی اطلاع دیں کہ آیا آپ کو میرے ان خیالات سے اتفاق ہے یا نہیں اگر اتفاق نہیں ہے
اور اب اس تجویز کا رد کرنا ... ہے تو پھر میں ایک اور تجویز پیش کرتا ہوں اور وہ

[illegible]

آغاخان سے کیا خط وکتابت ہوئی ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ میری اس تحریر کو ناشکری پر محمول نہ کیا جائے۔ بہر حال میں نے ہز ہائی نس آغاخاں کو شکریہ کا خط لکھ دیا ہے۔ گو اس میں مندرجہ بالا خیالات کا اظہار مطلق نہیں کیا گیا اور اخلاقاً مجھ کو ایسا کرنے کی جرأت بھی نہ ہونی چاہئے تھی۔ آپ جب اس معاملے پر غور کرینگے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس کے بہت پہلو ہیں اور میں نے تمام پہلوؤں کو مدِنظر رکھ کر آپ کو یہ خط لکھا ہے۔ آپ مہربانی کر کے مجھ کو جلد اس امر سے اطلاع دیں کہ آیا آپ کو میرے ان خیالات سے اتفاق ہے یا نہیں اگر اتفاق نہیں ہے اور اب اس تجویز کا ڈراپ کرنا قرینِ مصلحت نہیں ہے۔ تو پھر میں ایک اور تجویز پیش کرتا ہوں اور وہ یہ کہ ہز ہائینس آغاخاں یہ پنشن جاوید کو عطا کر دیں۔ اس وقت تک کہ اس کی تعلیم کا زمانہ ختم ہو جائے یا جس وقت تک ہز ہائینس مناسب تصوّر کریں بعض پرائیویٹ وجوہ کی بنا پر جن کا کچھ نہ کچھ حال آپ کو معلوم بھی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کی تعلیم کی طرف سے بکلی اطمینان ہو جائے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ہز ہائینس آغاخاں میری اس تجویز کی

نسبت کیا خیال کریں گے۔ مَیں نے اپنی مشکلات کا حال آپ کو لکھ دیا ہے۔ اب آپ جو تجویز چاہیں کریں اور مجھ کو اپنے خیالات سے مطلع کریں جہاں تک ممکن ہے جلد۔ آخری فیصلے تک اس بات کا پریس میں جانا مناسب نہیں ہے۔ امید ہے مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

محمد اقبال، لاہور

(۲۲۲) ——— (۱۷)

ڈیر مسعود۔ ملفوفہ خط سید احمد عباس کا ہے جو مدینہ منورہ میں روضہ حضور رسالت مآب کے محافظ ہیں۔ مَیں نے پہلے بھی تم سے ان کا ذکر کیا تھا۔ نہایت عمدہ سفرنامہ ہندوستان کا لکھ رہے ہیں۔ عربی زبان کے ادیب ہیں اور شرفائے عرب میں ان کا خاندان بلند مرتبت ہے۔ یہ خط ہز ہائینس کی خدمت میں بھجوا دیجئے۔ چونکہ ان کو یہاں کے دستور کا علم نہیں اس واسطے انہوں نے اپنا خط میرے خط میں ملفوف کر دیا ہے۔ اگر اعلیحضرت نے ان کو اجازت دی تو یہاں آئیں گے۔ پٹیالہ نے ان کی بڑی قدر افزائی کی اور بڑی خاطر و مدارات کی۔ اگر وہ آئیں تو تم بھی ان کو دعوت دینا اور

کرنل رابنسن سے بھی تو مجھے ملا دیجئے۔ تم کہتے تھے کہ وہ اب یہاں سے چلے جانے والے ہیں۔ والسلام

محمد اقبال

شیش محل۔۱۰مارچ ۱۹۳۶ء

(یہ خط بھوپال ہی میں لکھا گیا)

(۲۲۳) ———— (۱۸)

لاہور

۲۔مئی ۱۹۳۶ء

ڈیر مسعود

کئی دن سے تمہارا خط نہیں ملا۔ میں منتظر ہوں۔ خیر خیریت تو لکھ دیجئے۔ اگر تم مصروف ہو تو ممنون صاحب سے کہہ دیجئے کہ دو حرف لکھ دیا کریں۔ میری صحت خدا کے فضل سے بحال ہو گئی ہے بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ اس بیماری سے پہلے جو حالت تھی وہ عود کر آئی ہے۔ البتہ آواز میں ابھی اتنی ترقی نہیں ہوئی جتنی کہ امید تھی۔ گو پہلے سے بہتر ہے۔ نیازی اور انجمن حمایت اسلام کی عرضداشت

کا کیا ہوا؟ کیا تم نے سر آغا خاں والے معاملہ کا اعلیحضرت سے ذکر کیا تھا؟ یہ بات میرے دل میں کھٹک رہی ہے۔ معلوم نہیں اعلیحضرت کیا خیال کریں۔

زیادہ کیا لکھوں۔ پنڈت جواہر لال نہرو کا خط آیا تھا۔ آجکل مسٹر محمد علی جناح لاہور آئے ہوئے ہیں اور یہاں کی مختلف پولیٹیکل پارٹیوں میں اتحاد کی کوشش کر رہے ہیں۔ امید کہ تم اور بیگم صاحبہ اچھے ہونگے۔

محمد اقبال

(۲۲۴) ——— (۱۹)

لاہور
یکم اگست ۱۹۳۶ء

ڈیر مسعود۔ آج میرے منشی طاہر دین آپ کی خدمت میں ضرب کلیم کی چھ مجلّد کاپیاں ارسال کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک کاپی آپ کی ہے اور باقی خاندان شاہی کے لئے۔ ایک اعلیحضرت کے لئے۔ ایک ہز ہائینس کے لئے۔ ایک شہزادی ولیعہد کے لئے

اور دو اعلیٰحضرت کے دونوں بھتیجوں کے لئے۔

اعلیٰحضرت کے لئے جو کاپی ہے اُس پر میرا نام کتاب کے صفحہ اپر ڈیڈی کیشن کے اشعار کے نیچے لکھا ہے۔ اگر کوئی اور کاپی مطلوب ہو تو اطلاع دیجیئے۔

ڈاکٹر عبدالباسط صاحب اور شعیب صاحب کے لئے علیحدہ پارسل ہیں کاپیاں اُن کے نام ارسال کی گئی ہیں۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ بیگم مسعود سلام قبول کریں۔ جاوید سلام عرض کرتا ہے۔ علی بخش بھی آداب کہتا ہے۔ والسلام

محمد اقبال

مَیں خدا کے فضل سے اچّھا ہُوں۔ شاید سردیوں میں بھوپال آؤں۔

(۲۲۵)————(۲۰)

لاہور

۲۷۔ اگست ۱۹۳۶ء

ڈیر مسعود

تمہارا خط ابھی ملا ہے۔ الحمد للہ کہ خیریت ہے۔ میرا بھی

یہی فیصلہ ہے جو تم نے کیا ہے۔ یہ واقعی اور اٹل ہے۔ مَیں نے
تو پارلیمنٹری بورڈ کی صدارت سے بھی استعفاء دے دیا ہے۔
بورڈ کی میٹنگ کل ہوگی۔ آج کے سول اینڈ ملٹری گزٹ میں جو نوٹ
اس استعفاء پر نکلا ہے ممکن ہے تمہارے ملاحظہ سے گذرا ہو۔ بورڈ
کے ممبر اصرار کر رہے ہیں کہ کچھ دن کے لئے اسے ملتوی کر دوں۔
بہر حال اس ماہ کے اختتام تک مَیں اس کی صدارت سے دستبردار
ہو جاؤں گا۔ جس روز کتب تمہارے نام ارسال کی گئیں اُس روز
صرف آٹھ کتابیں جلد ہو کر آئی تھیں۔ آٹھ کی آٹھ بھوپال ارسال
کر دی گئیں۔ بعد میں جو جلدیں ہوئیں وہ inferior قسم کی
جلدیں تھیں۔ اس واسطے لیڈی مسعود کے نام ارسال نہ کی گئیں۔
امید ہے کل تک اور عمدہ جلدیں بن کر آئیں گی۔ تو انہیں ارسال
کروں گا۔ مطمئن رہئے۔ مجھے یاد ہے بھولا نہیں ہوں۔ اعلیحضرت
کا خط بھی نہایت تلطّف آمیز تھا جو انہوں نے اپنے ہاتھ سے
لکھا تھا۔ باقی رہی کتاب سو یہ ایک topical چیز ہے۔ اس کا
مقصود یہ ہے کہ بعض خاص خاص مضامین پر مَیں اپنے خیالات

کا اظہار کروں جیساکہ اسکے نام سے ظاہر ہے۔ یہ ایک اعلان جنگ ہے زمانۂ حاضر کے نام اور "ناظرین" سے مَیں نے خود کہا ہے:۔ کہ "میدانِ جنگ میں نہ طلب کر نوائے چنگ" نوائے چنگ یہاں موزوں نہیں ہے۔ اس کتاب کا realistic ہونا ضروری ہے اور نوائے چنگ کی تلافی Epigrammatic style سے کی گئی ہے۔ والسلام

محمد اقبال، لاہور

۲۲۶———۲۱

لاہور

۱۵۔جنوری ۱۹۳۷ء

ڈیر مسعود۔ ابھی تمہارا خط ملا۔ کیا خُوب باتیں گذشتہ رات علی بخش سے کہہ رہا تھا کہ مسعُود کا خط کئی دن سے نہیں آیا۔ فکر و تردد ہے۔ آج دوپہر کو تمہارا خط مل گیا۔ الحمد للہ۔ میری صحت دن بدن ترقی کر رہی ہے۔ آواز میں بھی فرق آرہا ہے۔ انشاءاللہ دربارِ رسالت میں جو کچھ مَیں نے عرض کیا ہے قبول ہوگا۔ امسال دربارِ حضورؐ میں

حاضری کا قصد تھا مگر بعض موانع پیش آگئے۔ انشاءاللہ امید کہ سال (آئندہ) حج بھی کرونگا اور دربارِ رسالت میں بھی حاضری دونگا اور وہاں سے ایک ایسا تحفہ لاؤں گا کہ مسلمانانِ ہند یاد کرینگے۔ یہ تحفہ بھی اعلیٰحضرت کی نذر کیا جائے گا۔ خدا تعالیٰ انہیں عمر دراز عطا فرمائے۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ لاہور میں الیکشن کی گرم بازاری ہے۔ پنجاب میں الیکشن کے سلسلے میں اب تک دو قتل کی وارداتیں ہو چکی ہیں۔ سرحد پر پھر جنگ اور قصّہ وہی مسجد شہید گنج کا۔ امید کہ لیڈی مسعود بخیریت ہونگی۔ ان کی خدمت میں آداب عرض ہو۔ علی بخش آپ دونوں کی خدمت میں آداب عرض کرتا ہے۔ جاوید بھی جو ابھی سکول سے آیا ہے سلام عرض کرتا ہے۔ فروری یا مارچ میں دہلی جانے کا قصد ہے۔ ممکن ہؤا تو چند روز کے لئے بھوپال بھی آؤں گا۔

تمہارا مخلص

محمد اقبال

(۲۲۷) ——— (۲۲)

لاہور
۱۹-اپریل ۱۹۳۷ء

ڈیر مسعود - کئی دنوں سے تمہاری خیریت معلوم نہیں ہوئی - امید ہے کہ لیڈی مسعود اور بچّے خدا کے فضل و کرم سے مع الخیر ہونگی - ان کی خیریت سے مطلع کیجئے - میں ایک روز کے لئے دہلی گیا تھا حکیم نابینا کی دوائی سے صحت بہت ترقی کر رہی ہے - تم اپنی خیریت سے مطلع کرو - گرمی کا آغاز لاہور میں ہو گیا ہے - گو رات کو ذرا سردی ہو جاتی ہے - کیا آپ کا اس دفعہ کشمیر جانے کا قصد ہے؟ رات مَیں نے ایک کشمیری بزرگ سے سُنا کہ تم کشمیر کے ہوم منسٹر بننے والے ہو - کیا اس افواہ میں کوئی صداقت ہے - امید نہیں کہ اعلیحضرت نواب صاحب بھُوپال تم کو بھُوپال چھوڑنے کی اجازت دیں - والسلام

تمہارا مخلص محمد اقبال

مَیں نے یہ خط ایک دوست سے لکھوایا ہے معاف رکھنا -

آنکھ کا معائنہ کرایا ہے اور ڈاکٹر نے کہا ہے کہ دوسرے معائنہ تک لکھنا پڑھنا بند کر دو۔

جاوید تم کو اور لیڈی مسعود کو سلام کہتا ہے۔ اور علی بخش بھی سلام عرض کرتا ہے۔

(۲۲۸)——————(۲۳)

لاہور
۸۔جون ۱۹۳۶ء

ڈیر مسعود

تمہارا خط آج مل گیا۔ جسے پڑھ کر اطمینان ہوا۔ دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ تمہاری بچّی کو جلد صحت یاب کرے۔ تاکہ تم دونوں کو اطمینانِ قلب حاصل ہو۔

جاوید اور منیرہ کی نگہداشت کے لئے اور گھر کے عام انتظام کے لئے جو ایک مدّت سے بگڑا ہوا ہے مَیں نے فی الحال آزمائشی طور پر علی گڈھ سے ایک جرمن خاتون کو جو اسلامی معاشرت سے واقف ہے اور اردو بول سکتی ہے، بلوایا ہے۔ پروفیسر رشید صدیقی اور دیگر احباب

نے اس کی شرافت کی بہت تعریف کی ہے۔ اگر وہ اپنے فرائض ادا کرنے میں کامیاب ہوگی تو مجھے بے فکری ہو جائیگی۔ جاوید کی عمر اس وقت قریباً تیرہ سال ہے اور منیرہ کی قریباً سات سال۔ ماں کی موت سے ان کی تربیت میں بہت نقص رہ گئے ہیں۔ اسی واسطے مَیں نے مذکورہ بالا انتظام کیا ہے۔ یہ جرمن لیڈی جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ علی گڈھ کے ایک پروفیسر کی بیوی کی بہن ہے جو ایک مدت سے علی گڈھ میں مقیم رہی ہے۔ شاید تم انہیں جانتے ہو گے۔ باقی تمہارے خط سے مجھے بے انتہا تسلی ہوتی ہے۔ اور تمہارا وعدہ بھی مجھ کو اچھی طرح یاد ہے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ گرمی شدید ہے۔ علی بخش سلام کہتا ہے۔ اور جاوید سلام عرض کرتا ہے

ہاں تُم سن کر تعجب کرو گے کہ سر اکبر حیدری کا خط مجھ کو لندن سے آیا ہے۔ اور بہت دل خوش کن۔ والسلام

محمد اقبال

(۲۲۹) ——— (۲۴)

لاہور
۱۰-جون ۱۹۳۷ء

ڈیر مسعود

پرسوں میں نے ایک خط لکھا تھا- امید ہے کہ پہنچا ہو گا- اس خط میں ایک بات لکھنا بھول گیا- جواب لکھتا ہوں- میں نے جاوید اور منیرہ کے چار guardian مقرر کئے تھے- یہ guardians ازروئے وصیّت مقرر کئے گئے تھے- جو سب رجسٹرار لاہور کے دفتر میں محفوظ ہے- نام ان کے حسب ذیل ہیں-

(۱) شیخ طاہر الدین- یہ میرے کلارک ہیں- جو قریباً بیس سال سے میرے ساتھ ہیں- مجھ کو ان کے اخلاص پر کامل اعتماد ہے (۲) چودھری محمد حسین ایم، اے سپرنٹنڈنٹ پریس برانچ سول سکرٹیریٹ لاہور یہ بھی میرے قدیم دوست ہیں- اور نہایت مخلص مسلمان (۳) شیخ اعجاز احمد بی، اے- ایل، ایل، بی- سب جج دہلی- (۴) عبد الغنی مرحوم

عبدالغنی بیچارے کی بابت مَیں تم کو اطلاع دے چکا ہُوں۔ اس کی جگہ خاں صاحب میاں امیر الدین سب رجسٹرار لاہور کو مقرر کرنے کا ارادہ ہے۔ نمبر ۳ شیخ اعجاز احمد میرا بھتیجا ہے۔ نہایت صالح آدمی ہے۔ لیکن وہ خود بہت عیالدار ہے اور عام طور پر لاہور سے باہر رہتا ہے۔ مَیں چاہتا ہُوں کہ اس کی جگہ تم کو guardian مقرر کر دوں۔ مجھے امید ہے کہ تمہیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ یہ درست ہے کہ تم لاہور سے بہت دُور ہو۔ لیکن اگر کوئی معاملہ ایسا ہُوا تو لاہور میں رہنے والے guardians تمہارے ساتھ خط و کتابت کر سکتے ہیں۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ لاہور کا درجہ حرارت کسی قدر کم ہو گیا ہے۔ لیڈی مسعود سلام قبول کریں۔ نادرہ کے لئے دعا کرتا ہُوں۔ امید کہ تم کو اب نقرس سے آرام ہو گا۔ کہتے ہیں کہ Iodex اس کے لئے بہت مفید ہے۔ ایک تو مرہم کی صُورت میں ہوتی ہے۔ دوسری سیّال صُورت میں۔ موخرالذکر کے استعمال میں سہولت ہے۔ والسلام

محمد اقبال

مندرجہ بالا خط کا جواب خوش قسمتی سے محفوظ ہے نقل ملاحظہ فرمائیے۔

جواب

بھوپال
۱۴۔جون ۱۹۳۷ء

نہایت پیارے اقبال

تمہارا خط مورخہ ۱۰ جون ابھی ۳ بجے مَیں نے بغور پڑھا۔ جو تمہے گارڈین کی بابت میری رائے یہ ہے کہ چونکہ مَیں نہ لاہور میں رہتا ہوں۔اور نہ کوئی امید لاہور کے قریب رہنے کی ہے۔تو مجھے مقرر نہ کرو بلکہ کسی ایسے دوست کو جو کم سے کم پنجاب ہی میں مقیم ہوں۔ البتہ اپنی وصیّت میں یہ ضرور لکھو کہ اگر guardians کو کسی معاملہ میں جہاں تک کہ منیرہ سلمہا اور جاوید سلمہٗ کی تعلیم کا تعلق ہے کوئی مالی دقت پیش آئے تو پہلے مَیں مطلع کیا جاؤں کیونکہ جب تک کہ ان دونوں کی انشاءاللہ بائیس ۲۲ برس کی عمر نہ ہو جائے مَیں ہر ممکن طریقہ سے مدد دینے کے لئے طیار رہوں بشرطیکہ

میں خود زندہ رہا۔ یہ خود ایک بڑی ذمہ داری میں اپنے اوپر اس عشق کے ثبوت میں لے رہا ہوں جو مجھے تم سے ہے۔ یہ ضرور کرنا کہ میرے متعلق اس سلسلہ میں جو الفاظ اپنے وصیّت نامہ میں درج کرو جو کہ رجسٹرار کے پاس محفوظ کر رہے ہو ان کی ایک نقل میرے پاس ضرور بھیج دینا۔ اگر خدانخواستہ ضرورت پیش آئی تو یقین رکھو کہ تمہارے ان دونوں بچّوں کے لئے ان کی تعلیم کے مسئلہ میں میں وہی کرونگا جو اپنی اولاد کے لئے۔ یہ ضرور صلاح دیتا ہوں کہ جہاں تک جائداد وغیرہ کا تعلق ہے اُس کا انتظام اپنے سامنے ہی ایسا کردو کہ کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے۔

شکر ہے خدا کا کہ نادرہ اب ذرا بہتر ہے۔

میں ہوں تمہارا چاہنے والا

راس مسعود

لیڈی مسعود کے نام

(۲۳۰)——————(۱)

لاہور

۲۵۔ فروری ۱۹۳۶ء

ڈیر بیگم صاحبہ۔ آپ کا والا نامہ مل گیا ہے۔ نان خطائی کے لئے تو میں نے کئی دن سے کہہ رکھا ہے۔ انشاء اللہ ۲۷ تک امرتسر سے تیار ہو کر آ جائیگی۔ قصور کی میتھی بھی امید (ہے) کل تک یا پرسوں تک مل جائیگی۔ ہمراہ لاؤں گا۔ میں انشاء اللہ العزیز ۲۹ فروری شام کو یہاں سے روانہ ہو کر ۲ مارچ کی دوپہر آپ کی خدمت میں پہنچونگا۔ مہربانی کر کے شعیب صاحب کو مطلع کر دیجئے گا۔ مسعود صاحب سے بھی سلام کہئے۔ انہوں نے میرے کسی خط کا جواب نہیں دیا۔ آج ڈاکٹر عبدالباسط صاحب کو بھی خط لکھ دیا ہے۔ اب ایک ماہ سے زیادہ نہ ٹھیر سکوں گا۔ کیونکہ ایسٹر کی تعطیلوں میں انجمن حمایت اسلام

لاہور کا سالانہ جلسہ ہے اور بعض خاص حالات کی وجہ سے ان دنوں میرا یہاں موجود ہونا ضروری ہے۔ باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔

محمد اقبال

(۲۳۱) ——— (۲)

لاہور
یکم اگست ۱۹۳۷ء

مائی ڈیر لیڈی مسعود۔ مَیں آپ کو صبر و شکر کی تلقین کیونکر کروں جب کہ میرا دل تقدیر کی شکایتوں سے خود لبریز ہے۔ مرحوم سے جو میرے قلبی تعلقات تھے اُن کا حال آپ کو اچھی طرح معلوم ہے۔ اس بنا پر مَیں صرف یہی کہہ سکتا ہُوں کہ جب تک زندہ ہُوں آپ کے دکھ درد میں شریک ہُوں۔ غالباً مرحوم کے دوستوں میں سے کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جس کے دل پر مرحوم نے اپنی دلنوازی بلند نظری اور سیر چشمی کا گہرا نقش نہ چھوڑا ہو۔

مسعود اپنے باپ دادا کے تمام اوصاف کا جامع تھا۔ اُس نے

قدرت سے دادا کا دل اور باپ کا دماغ پایا تھا۔ اور جب تک جیا اس
دل و دماغ سے ملک و ملت کی خدمت کرتا رہا۔ خدا تعالیٰ اُسے غریق رحمت
کرے۔ کل شام کے اخباروں سے معلوم ہُوا کہ مرحُوم کی میت علی گڈھ
لائی گئی ہے اس وجہ سے مَیں نے کل صبح آپ کو بھوپال کے پتہ پر تار
دیا تھا اور والدہ ماجدہ مرحُوم کو علی گڈھ کے پتے پر۔ اس کے بعد
ہز اکسلینسی سردار صلاح الدین خاں سلجوقی قنصل جنرل افغانستان
مقیم شملہ کا تعزیتی تار بھی میرے نام آیا جس میں انہوں نے خواہش
کی تھی کہ ان کا پیغامِ ہمدردی مرحوم کے اعزہ تک پہنچا دیا جائے۔
یہ تار بھی مَیں نے بھُوپال ہی بھیج دیا تھا۔ امید کہ آپ تک پہنچ جائیگا۔
والدہ ماجدہ تک بھی سردار صاحب کا پیغامِ ہمدردی پہنچا دیجئے۔

زیادہ کیا لکھوں۔ ہم سب پریشان ہیں اور خدا تعالیٰ سے آپ کے
اطمینانِ قلب کی دعا مانگتے ہیں۔ والسلام

محمد اقبال

علی بخش آداب کہتا ہے اور بیحد رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔

نوٹ ۔ ارمغانِ حجاز میں 'مسعود مرحوم' کے عنوان سے اقبال نے موت و حیات

کے معمہ کی کشود میں انسانی بے بسی کا ماتم کرتے ہوئے چند اشعار میں براہ راست سر سید راس مسعود مرحوم کی وفات پر اپنے رنج و قلق کا اظہار کیا ہے۔ صرف پانچ اشعار اس خط سے متعلق ہونے کی بنا پر نقل کئے جاتے ہیں۔

رہی نہ آہ زمانے کے ہاتھ سے باقی
وہ یادگارِ کمالاتِ احمد و محمود
زوالِ علم و ہنر مرگِ ناگہاں اس کی
وہ کارواں کا متاعِ گراں بہا مسعود
مجھے رُلاتی ہے اہلِ جہاں کی بیدردی
فغانِ مرغِ سحر خواں کو جانتے ہیں سرود
نہ کہہ کہ صبر میں پنہاں ہے چارۂ غمِ دوست
نہ کہہ کہ صبر معمائے موت کی ہے کشود
"دلے کہ عاشق و صابر بود مگر سنگ است
زعشق تا بہ صبوری ھزار فرسنگ است"
سعدی

(۲۳۲) ——————— (۳)

لاہور

۲۸- اکتوبر ۱۹۳۷ء

ڈیر لیڈی مسعود صاحبہ

میں نے انور کے خط کا جواب لکھ دیا تھا- اس کے بعد ڈاکٹر ظفر الحسن پروفیسر علی گڈھ سے مشورہ کیا تو معلوم ہؤا کہ وہ وارڈن نیو کالج کو خود خط لکھ سکتے ہیں۔ مسعود مرحوم نے نیو کالج ہی میں تعلیم پائی تھی اور کالج کے موجودہ وارڈن غالباً ان کو جانتے ہیں- اس بنا پر جو تجویز آخری میرے ذہن میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ ڈاکٹر ظفر الحسن مذکورہ بالا کالج کے وارڈن کو یہ لکھیں کہ وہ انور کیلئے ہز ایکسیلنسی ہیگ گورنر یو، پی کو لکھیں کہ وائسرائے ہند انور کے خاندان کی خدمات کا لحاظ کرتے ہوئے اس نوجوان کو جو اپنے قد وقامت اور تعلیم کے لحاظ سے ہر طرح موزوں ہے امپیریل پولیس سروس میں لئے جانے کی سفارش کریں- اور چونکہ انور اس وقت نواب صاحب بھوپال کی سروس میں ہے اس لئے وائسرائے اعلیٰحضرت نواب

صاحب بھوپال سے مشورت فرمائیں۔ یہ مختصر مضمون وارڈن کے اس خط کا ہونا چاہئے جو نیو کالج کا وارڈن سر ہیری ہیگ کو لکھے۔

اگر انور کی درخواست پر اعلیٰحضرت والئسرائے کی خدمت میں سفارش کرنے کو خود تیار ہو جائیں تو یہ بات سب سے اچھّی ہے۔ اس صورت میں وارڈن نیو کالج صرف سر ہیری ہیگ کی خدمت میں یہ لکھیں کہ انور کی بابت والئسرائے سے خود سفارش کریں۔ اگر اس تجویز سے آپ کو اتفاق ہو تو آپ ڈاکٹر ظفر الحسن صاحب کو علی گڈھ خط لکھ دیں۔ کہ وہ نیو کالج خط لکھ کر سر ہیری ہیگ کے نام سفارشی خط جلد منگوائیں۔

محمد اقبال

شیخ محمد عبداللہ (کشمیری) کے نام

(۲۳۳) (۱)

لاہور
۱۲- اکتوبر ۱۹۳۳ء

ڈیر شیخ عبداللہ صاحب - السلام علیکم

آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے۔ مسلم کانفرنس کشمیر کے اخبار پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ مجھے یقین ہے کہ بزرگانِ کشمیر بہت جلد اپنے معاملات سلجھا سکیں گے۔ اس بات کے لئے میں ہر لحظہ دست بدعا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کی مساعی کو بار آور کرے گا۔ لیکن جو مختلف جماعتیں سنا ہے کہ بن گئی ہیں اور ان کا باہمی اختلاف آپ کے مقاصد کی تکمیل میں بہت بڑی رکاوٹ ہوگا۔ ہم آہنگی ہی ایک ایسی چیز ہے جو تمام سیاسی و تمدّنی مشکلات کا علاج ہے۔ ہندی مسلمانوں کے کام اب تک

محض اس وجہ سے بگڑتے رہے کہ یہ قوم ہم آہنگ نہ ہوسکی اور اس کے افراد اور بالخصوص علماء اوروں کے ہاتھ میں کٹھ پُتلی بنے رہے۔ بلکہ اس وقت ہیں۔ بہرحال دعا ہے کہ آپ کے ملک کو یہ تجربہ نہ ہو۔

افسوس ہے کہ میں اور مشاغل کی وجہ سے کانفرنس میں شریک نہ ہوسکوں گا۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

محمد اقبال، لاہور

حافظ محمد فضل الرحمٰن انصاری کے نام

(۲۳۴)———(۱)

لاہور

۱۶-جولائی ۱۹۳۷ء

جناب من

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ

جہاں تک اسلامی ریسرچ کا تعلق ہے فرانس، جرمنی، انگلستان اور اٹلی کی یونیورسٹیوں کے اساتذہ کے مقاصد خاص ہیں جن کو عالمانہ تحقیق اور احقاق حق کے ظاہری طلسم میں چھپایا جاتا ہے۔ سیادہ لوح مسلمان طالب علم اس طلسم میں گرفتار ہوکر گمراہ ہو جاتا ہے۔ اِن حالات میں آپ کے بلند مقاصد پر نظر رکھتے ہوئے میں بلا تامل کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے لئے یورپ جانا بے سُود ہے۔

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب اسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

مصر جائیے، عربی زبان میں مہارت پیدا کیجئے۔ اسلامی علوم، اسلام کی دینی اور سیاسی تاریخ، تصوّف، فقہ، تفسیر کا بغور مطالعہ کرکے محمد عربیؐ کی اصل روح تک پہنچنے کی کوشش کیجئے۔ پھر اگر ذہن خداداد ہے اور دل میں خدمتِ اسلام کی تڑپ ہے تو آپ اس تحریک کی بنیاد رکھ سکیں گے جو اس وقت آپ کے ذہن میں ہے۔ ہاں یورپ کا فلسفہ پڑھنے کے لئے آپ یورپ کا سفر کرسکتے ہیں۔ اگرچہ مسلمانوں کو موجودہ حالات میں فلسفہ اور لٹریچر کی چنداں ضرورت نہیں۔ اس صورت میں بھی thesis کے ذریعہ ڈگری حاصل کرنا فضول ہے۔ یورپ کے فلسفہ کی مختلف شاخوں کا مطالعہ کرکے ڈگری حاصل کرنا چاہئے۔ مَیں علیل ہُوں اور خط و کتابت کرنے سے قاصر ہوں۔ یہ خط بھی ایک دوست کے ہاتھ سے لکھوایا ہے۔

والسلام

محمد اقبال

مسعود عالم ندوی کے نام

(۲۳۵) ——— (۱)

مخدومی جناب مدیر "الضیا"[1]

مجلہ ضیا میں سید فضل رحمٰن صاحب انصاری کی کتاب "اے نیو مسلم ورلڈ ان میکنگ" پر آپ کا ریویو نظر سے گذرا۔ مگر اس سے یہ نہ معلوم ہوا کہ کتاب کہاں سے دستیاب ہو سکتی ہے۔ اگر زحمت نہ ہو تو مہربانی کر کے جو نسخہ آپ کے پاس ہے قیمتاً ارسال فرما دیجئے۔ یا جہاں سے کتاب مذکور دستیاب ہو سکتی ہے وہاں لکھ دیجئے کہ مجھے ایک نسخہ بذریعہ ویلیو ارسال کر دیں۔ امید کہ آپ یہ زحمت گوارا فرما کر مجھے ممنون فرمائینگے

مخلص محمد اقبال

میو روڈ، جاوید منزل، لاہور

---

[1] مجلہ "الضیا" (عربی) جو مکتوب الیہ کی ادارت میں لکھنؤ سے شائع ہوتا تھا ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء

۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء

(۲۳۶) (۲)

۲۸-نومبر ۱۹۳۵ء

مخلصی، السلام علیکم

کتب مرسلہ آج موصول ہو گئیں۔ بہت بہت شکریہ قبول فرمائیے۔ مولٰنا کاشغری[1] کی خدمت میں علیحدہ عریضہ لکھ دیا ہے۔

مولٰنا سید سلیمان ندوی کی علالت کی خبریں بہت متردد کر رہی ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو صحت عاجل مرحمت فرمائے۔ میری طرف سے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر استفسارِ حالات کیجئے اس وقت علمائے ہند میں وہ نہایت قابلِ احترام ہستی ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو دیر تک زندہ رکھے

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص محمد اقبال

[1] مولانا عبد الرحمٰن کاشغری ندوی، پروفیسر مدرسہ عالیہ کلکتہ

(۲۳۷) ——— (۳)

لاہور
۵۔ فروری ۱۹۳۶ء

مخدومی مولٰینا۔ السلام علیکم
پنڈت جواہر لال نہرو کے جواب میں مَیں نے جو کچھ لکھا تھا اس کی ایک کاپی آپ کی خدمت میں بھجوائی گئی تھی مہربانی کر کے مطلع فرمائیے کہ وہ پمفلٹ آپ تک پہنچا یا نہیں۔
اخباروں میں مولینا سید سلیمان کی صحت کی خبر پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ خدا تعالیٰ ان کو دیر تک سلامت رکھے۔ ان کا وجود اس ملک میں غنیمت ہے۔ میری طرف سے بہت بہت سلام ان کی خدمت میں عرض کیجئے۔ کسی گذشتہ خط میں (جو اس وقت نہیں مل سکا) انہوں نے مجھے لکھا تھا کہ ایک اسلامی ملک کے امیر کو اختیار ہے کہ اگر کسی ایسے امر میں جس کی شرع نے 'اجازت' دی ہو فساد پیدا ہو تو اس اجازت کو revoke کر لے۔ اس کی مثالیں بھی مولٰنا نے خلافت راشدہ کے زمانہ کی لکھی تھیں۔ اس قول کے لئے

حوالے کی ضرورت ہے۔ مہربانی کر کے آپ خود یا مولٰینا موصوف سے دریافت کر کے تحریر فرمائیں۔ مَیں نے خود ادھر ادھر سے تفحص کر کے حوالہ نکالا تھا۔ مگر افسوس کہ اب وہ کاغذ جس پر یہ سب کچھ نوٹ کیا تھا نہیں ملتا۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔

مولٰنا کی خدمت میں سلامِ شوق عرض کریں۔

مخلص محمد اقبال

اس خط کے جواب کی طرف جلد توجہ فرمائیے تو ممنون ہونگا۔

(۲۳۸) ——— (۴)

لاہور

۱۲- فروری ۱۹۳۶ء

ڈیر مولٰینا مسعود عالم، السلام علیکم

آپ کا خط عین اس وقت پہنچا جب کہ میں ابن قیمؒ کی اعلام الموقعین پڑھ رہا تھا۔ خدا تعالٰی آپ کو جزائے خیر دے میرے مطلب کے لئے کافی مسالہ آپ نے جمع کر دیا ہے۔ اب اگر ضرورت ہوئی تو اسی سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ مولٰینا سیّد سلیمان ندوی کو تکلیف

دینے کی ضرورت نہیں۔ فقہی مسائل کے اختلافات اور علماء اسلام کی جرح و قدح جس میں حضور رسالت مآبؐ کا عشق پوشیدہ ہے ان تمام چیزوں کا مطالعہ بیحد روحانی لذت رکھتا ہے۔ مَیں نے تو صرف یہ لکھا تھا کہ شرعی اجازت کو امیر منسوخ کر سکتا ہے۔ اعلام سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض خاص حالات میں قرآن کے تعزیری احکام میں بھی تغیر ہو سکتا ہے۔ مثلاً سارق کے لئے قطع ید کے حکم میں خود حضورؐ نے جنگ کے دوران میں تغیر کر دیا تھا۔ بہرحال جو زحمت آپ نے اٹھائی ہے۔ مَیں اُس کے لئے بیحد شکر گذار ہوں۔

جاوید اس وقت اسکول میں ہیں۔ آپ کا سلام اُن تک پہنچا دوں گا۔ رات کو قرآن پڑھا کرتے ہیں۔

محمد اقبال، لاہور

مسلم لیگ کا خطبہ میرے پاس تو موجود نہیں ہے البتہ کوشش کروں گا اگر مل سکا تو بھیج دونگا۔ مسلم کانفرنس کا خطبہ صدارت موجود ہے۔ اگر مطلوب ہو تو بھیج دُوں۔

محمد اقبال

(۲۳۹) ———— (۵)

لاہور

۱۹-فروری سنہ۱۹۳۶ء

جناب مولینا مسعود صاحب۔ السلام علیکم

مَیں آپ کو دونوں ایڈریس بھیج چکا ہُوں۔ امید کہ موصُول ہو گئے ہونگے۔ تھوڑی سی تکلیف اور دیتا ہُوں جس کے لئے معافی چاہتا ہُوں۔

'محمد لطفی جمعہ' مصر کے ایک بیرسٹر ہیں۔ انہوں نے حال ہی ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے 'حیات الشرق' اس کتاب کے صفحہ ۶۵ پر ترکوں کے متعلق لکھتے ہُوئے کہتے ہیں:- فالافضل للمسلمین فی الشرق ان یترکوا نغمۃ الانتقاد والتقریع ضد مصطفیٰ کمال وغیرہ وان 'یترکوہ کما ترکھم'

'یترکوہ کما ترکھم' پر مصنف نے حاشیۂ کتاب پر یہ نوٹ دیا ہے فی الحدیث الصحیح 'اترکوا الترک ما ترکوکم'

دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ حدیث کونسی کتاب میں ہے۔

اس کے راوی کون ہیں اور حضور رسالت مآبؐ نے کس موقع پر یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

محمد اقبال

(۲۴۰) ——— (۶)

لاہور

۲۵۔فروری ۱۹۳۶ء

جناب مولینا۔السلام علیکم

ترکوں کے متعلق مایوس نہ ہونا چاہئے۔ان کے ایک خدا پرست جرنیل کے الفاظ ہیں "یہ الحاد کی ہوا آئی ہے کچھ دن کے بعد نکل جائیگی"۔جو کچھ ہوا جذبۂ وطن پرستی بلکہ توران پرستی، کا نتیجہ تھا۔

اب جو عراق، افغانستان ایران اور ترکی کے معاہدہ کی تجویز ہو رہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں نے 'توران پرستی، کو بحیثیت ایک پالیسی کے ترک کر دیا ہے "کافر نتوانی شد ناچار مسلماں شو" حالات

اس قسم کے ہیں کہ ترک اسلام کو چھوڑ کر کبھی من حیث القوم سرسبز نہیں ہو سکتے۔ باقی یہ بات صحیح ہے کہ ان میں افرنگ زدہ لوگ بکثرت ہیں۔ لیکن کیا عجب ہے کہ آئندہ دس سال میں افرنگ زدگی کے سرچشمے ہی کا خاتمہ ہو جائے۔ یہ سب کچھ اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ باقی آپ کی کتاب[1] کے متعلق پھر لکھوں گا۔ بہت سے خطوط لکھنے کے بعد تھک گیا ہوں۔ ۲۹ کو بھوپال جانے کا قصد ہے۔ وہاں ایک ماہ قیام رہے گا۔

محمد اقبال

(۲۱۴) (۷)

لاہور
۲۸ مئی سنہ ۱۹۳۹ء

جناب مولٰینا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے۔ الحمدللہ کہ میں بہ نسبت سابق بہتر ہوں مگر اطبا نے لکھنا پڑھنا بند کرا دیا ہے۔ اس واسطے تمام

[1] مکتوب الیہ کی عربی تاریخ ہند "حاضر مسلمی الھند و غابرہم"

دن لیٹے لیٹے گذر جاتا ہے - افسوس کہ آپ کی کتاب کا مسودہ دیکھنے سے قاصر ہوں - نہ فی الحال کچھ لکھنے کے قابل ہوں -

آپ کے دوستؔ کا مجموعۂ نظم مَیں نے دیکھا ہے - ان کے اشعار اچھے ہیں - امید کہ ایک دن اس سے بہتر کہیں گے - فی الحال ان کے کلام میں ناپختگی ہے -

زیادہ کیا عرض کروں -

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا -

محمد اقبال

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

لہ سیّد محمد فاروق فاروقی پالنپاری بلیادی

پروفیسر صلاح الدین محمد الیاس برنی کے نام

(۲۴۲) ———— (۱)

کتاب المعیشت مل گئی تھی۔ مگر میں دردِ گردہ کے دورے کی وجہ سے صاحب فراش تھا۔ اور اب تک پورے طور پر صحت نہیں ہوئی۔ گو پہلے کی نسبت بہت افاقہ ہے۔ یہی وجہ ہوئی کہ آپ کی عنایت کا شکریہ ادا نہ کر سکا۔ آپ کی تصنیف اردو زبان پر ایک احسان عظیم ہے۔ مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ اردو زبان میں علم اقتصاد پر یہ پہلی کتاب ہے اور ہر پہلو سے کامل۔ والسلام

آپ کا مخلص

محمد اقبال، لاہور

۸۔ مارچ ۱۹۱۷ء

(۲۴۳) ——— (۲)

۲- اکتوبر ۱۹۱۷ء

مخدومی، السلام علیکم

آپ کا والا نامہ مل گیا ہے - مجھے کیونکر اجازت میں تامّل ہوسکتا ہے - بڑے شوق سے میری نظم جو پسندِ خاطر ہو درج فرمائیے مگر آج کا زمانہ ہندوستان میں اور طرح کا ہے - اس کی نبض شناسی ضروری ہے - اگر آپ میری نظموں کے متعلق مجھ سے مشورہ کریں تو شاید بہتر ہوگا - یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کے خیال میں کون سی نظمیں اس مجموعے میں آنی چاہئیں تو رائے دے سکوں - امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا - والسلام

آپ کا خادم محمد اقبال، لاہور

(۲۴۴) (۳)

لاہور

۶- جون ۱۹۳۶ء

مخدومی جناب پروفیسر الیاس -

آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے - کتاب "قادیانی مذہب" اس

سے بہت پہلے موصول ہوگئی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب بے شمار لوگوں کے لئے چراغِ ہدایت کا کام دے گی اور جو لوگ قادیانی مذہب پر مزید لکھنا چاہتے ہیں ان کے لئے تو یہ ضخیم کتاب ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہے جس سے ان کی محنت و زحمت بہت کم ہوگئی ہے۔ مَیں آپ کی خدمت میں مفصل خط لکھتا مگر دو سال سے بیمار ہُوں اور بہت کم خط و کتابت کرتا ہُوں۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ حضور نظام کا خط میری نظر سے گذرا تھا لیکن مَیں نے سنا ہے کہ جو روپیہ اُن کی گورنمنٹ کی طرف سے پنجاب میں آتا ہے وہ یا تو پارٹی پالیٹکس پر صرف ہوتا ہے یا ان اخباروں پر جو قادیانیوں کی حمایت کرتے ہیں۔ معلوم نہیں یہ بات کہاں تک درست ہے۔ مَیں نے یہ بات آپ کو بصیغہ راز لکھ دی ہے والسلام

مخلص

محمد اقبال

(۲۴۵) ——— (۴)

لاہور
۱۳- جون ۱۹۳۶ء

مخدومی پروفیسر صاحب

السلام علیکم

نوازشنامہ ابھی ملا ہے جس کے لئے نہایت شکر گذار ہوں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ کو طب میں بھی دخل ہے۔ اگر معلوم ہوتا تو ضرور آپ کی خدمت میں لکھتا۔

دو سال سے اوپر ہو گئے۔ جنوری کے مہینے میں عید کی نماز پڑھ کر واپس آیا۔ سوّیاں دہی کے ساتھ کھاتے ہی زکام ہوا۔ بعدہٗ پینے پر زکام بند ہوا تو گلا بیٹھ گیا۔ یہ کیفیت دو سال سے جاری ہے۔ بلند آواز سے بول نہیں سکتا۔ اسی وجہ سے مجھے بالآخر بیرسٹری کا کام چھوڑنا پڑا۔ انگریزی اور یونانی اطبا دونوں کا علاج کیا مگر کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ مجھے کسی قدر دمہ کی شکایت ہو گئی۔ حکیم نابینا صاحب نے فرمایا کہ تمہاری بیماری

ایک ہلکا سا دمہ ہے۔ کھانسی اس شدّت سے آتی تھی کہ میں بیہوش ہو جاتا تھا اب یہ کیفیت نہیں ہے۔ صبح بلغم نکلتی ہے علیٰ ہذا القیاس کھانا کھانے کے بعد بھی سفید بلغم نکلتی ہے جس کے نکلنے سے آواز نسبتاً بہتر ہو جاتی ہے۔ انگریزی اطبّا کی تشخیص یہ ہے کہ ایک رگ جسے aorta کہتے ہیں اور جو قلب کے قریب ہے ایک مقام سے پھیل گئی ہے اس کا دباؤ ووکل کارڈ پر پڑتا ہے جس کے سبب سے بولنے میں دقت ہوتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ان کی تشخیص یہ بھی ہے کہ طویل بیماری سے قلب کی رگیں کمزور ہو گئی ہیں اس واسطے عام کمزوری ہو گئی ہے اور مجھے کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جس میں excitement پیدا ہو۔ ذرا سی محنت کرنے سے دم پھول جاتا ہے۔ یہاں تک کہ غسل کرنے میں اپنے ہاتھوں سے اپنا بدن بھی اگر ملوں تو دم چڑھ جاتا ہے۔ عام کمزوری بھی ہے۔ یہ مختصر کیفیت میری بیماری کی ہے۔ اگر آپ کوئی نسخہ تجویز کریں گے تو ضرور مفید ہوگی۔ آپ عاشقان رسول میں سے ہیں۔ اس واسطے ایک اور بات آپ کے گوش گزار کرنے کے

لائق ہے۔

۳-اپریل کی رات ۳ بجے کے قریب (میں اس شب بھوپال میں تھا) میں نے سرسیّد علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھتے ہیں تم کب سے بیمار ہو۔ میں نے عرض کیا دو سال سے اوپر مدت گذر گئی۔ فرمایا حضور رسالتمآب کی خدمت میں عرض کرو۔ میری آنکھ اسی وقت کھل گئی اور اس عرضداشت کے چند شعر جو اب طویل ہو گئی ہے میری زبان پر جاری ہو گئے۔ انشاء اللہ ایک مثنوی فارسی "پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق" نام کے ساتھ یہ عرضداشت شائع ہو گی۔ ۴- اپریل کی صبح سے میری آواز میں کچھ تبدیلی شروع ہوئی۔ اب پہلے کی نسبت آواز صاف تر ہے اور اس میں وہ رِنگ (ring) عود کر رہا ہے جو انسانی آواز کا خاصہ ہے۔ گو اس ترقی کی رفتار بہت سست ہے۔ جسم میں بھی عام کمزوری ہے زیادہ کیا عرض کروں۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔

مخلص محمد اقبال

(۲۴۶) ———— (۵)

لاہور
۲۳- جون ۱۹۳۶ء

مخدومی پروفیسر صاحب السلام علیکم

آپ کا نوازشنامہ ابھی ملا ہے جس کے لئے شکریہ قبول فرمایئے انشاء اللہ ایک ہفتہ تک حسب ہدایت استعمال کرنے کے بعد نتیجے سے مطلع کروں گا۔ مجھے امید ہے آپ کی روحانیت اور اخلاص میری شفا کا باعث ہونگے

فی الحال میری شکایات یہی ہیں جو لکھ چکا ہوں۔ یعنی عام کمزوری، قلب کی کمزوری، دم پھولنا۔ قبض اور جگر کے فعل کی بے قاعدگی، بلغم وغیرہ۔ اس سے پہلے کھانسی اور دمہ بھی تھا اور جب کھانسی ہوتی تھی تو مَیں بیہوش ہو جاتا تھا۔ بہرحال ان سب امور کو ذہن میں رکھئے۔ اس دوا کے استعمال کے بعد جواہر مہرہ اور سفوف کا استعمال ہو گا۔

موتی منجن اور اکسیر آنکھ کی دو شیشیاں جن میں دو دو اونس دوا

ہو مہربانی کر کے وی پی بھجوا دیجئے۔ جس دکان سے ملتی ہوں ان کو رقعہ لکھ دیجئے کہ میرے نام وی پی ارسال کر دیں۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

(۲۴۷) ——— (۶)

لاہور

۲۷۔ جون ۱۹۳۶ء

مخدومی پروفیسر صاحب۔ السلام علیکم

اس سے پہلے ایک عریضہ ارسال کر چکا ہوں۔ امید کہ ملاحظہ عالی سے گذرا ہوگا۔ آپ کی گولیاں کھاتے ہوئے آج چوتھا روز ہے۔ ان کے استعمال سے بلغم کا آنا کم ہوگیا ہے۔ البتہ آواز میں ابھی تک کوئی خاص اثر نہیں ہوا۔ ابھی گولیاں باقی پورے ہفتہ تک انشاءاللہ استعمال کرتا جاؤنگا۔ اگر جواہر مہرہ اور سفوف بھی جن کا ذکر آپ نے اپنے خط میں کیا تھا ارسال کر دیں تو عین عنایت ہوگی یا شاید ان کا استعمال گولیوں کے استعمال کے بعد ہونا ضروری ہے

بہر حال جو مناسب ہو کیجئے۔

سفوف اور جواہر مہرہ کے استعمال کے متعلق جو ضروری ہدایات ہوں وہ بھی لکھ بھیجئے۔ کھانے پینے کے متعلق اگر کوئی ہدایت ہو تو وہ بھی فرما دیجئے۔ دودھ، بالائی، دہی اور ترشی کے استعمال سے تکلیف ہوتی ہے۔ مَیں ترشی کے استعمال کا عادی تھا چونکہ دو سال سے ترشی کا استعمال نہیں کر سکتا میرا کھانا بالکل بے لطف ہو گیا ہے۔ بھوک بھی کم لگتی ہے۔ قبض کی بھی شکایت رہتی ہے شاید مَیں نے پہلے نہیں لکھا مجھے کئی سال تک درد گردہ کی شکایت رہی ہے۔ اب آٹھ سال سے اس درد کا دورہ نہیں ہوا۔ نقرس کی شکایت البتہ ہے۔ کبھی کبھی اس کا دورہ ہوتا ہے مگر زیادہ شدت کے ساتھ نہیں۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ امید کہ مزاج بخیر ہو گا۔ والسلام

مخلص

محمد اقبال

آپ نے مرزا محمود کا تازہ اعلان پڑھا ہو گا جس میں وہ لکھتے ہیں کہ پیغمبر قوموں کو آزادی دلانے کے لئے آتے ہیں نہ کہ غلامی

سکھانے کے لئے - اس بنا پر اپنے پیروؤں کو سیاسیات میں حصہ لینے کی تاکید کی ہے - والسلام

(۲۴۸) ——— (۷)

لاہور

۲۹- جولائی ۱۹۳۶ء

مخدومی پروفیسر صاحب - آپ کا والا نامہ کل ملا - اور آج دوا کا پارسل بھی موصول ہوا - بہت شکر گزار ہوں - خداتعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے - استعمال کرنے کے بعد حالات سے اطلاع کرونگا - سب سے (پہلے ؟) جواہر مہرہ استعمال کرنے کا قصد ہے -

مَیں نے آپ کی خدمت میں ایک نسخہ 'ضربِ کلیم' کا ارسال کیا ہے - افسوس کہ جدول اغلاط ہمراہ نہ بھیج سکا - وہ آج چھپیں گے کل ارسال خدمت کروں گا - اس کے آخری صفحہ پر چسپاں کر لیجئے زیادہ کیا عرض کروں - امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا - والسلام

محمد اقبال

(۲۴۹) ——————— (۸)

جاوید منزل، لاہور
۲۷۔ مئی ۱۹۳۷ء

جناب پروفیسر صاحب۔ السّلام علیکم

آپ کی کتاب "قادیانی مذہب" کی نئی ایڈیشن جو آپ نے بکمال عنایت ارسال فرمائی ہے مجھے مل گئی ہے جس کے لئے بے انتہا شکر گذار ہوں۔ مَیں نے سیّد نذیر نیازی ایڈیٹر "طلوع اسلام" سے سُنا ہے کہ یہ کتاب بہت مقبول ہو رہی ہے۔ آپ کی محنت قابلِ داد ہے کہ اس سے عامّۃ المسلمین کو بے انتہا فائدہ پہنچا ہے، اور آئندہ پہنچتا رہے گا۔

اب ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے جو کہ آپ کے ذاتی افکار کا نتیجہ ہو۔ آپ کے قلم سے مسلمان ایسی توقع رکھنے کا حق رکھتے ہیں۔ قادیانی تحریک یا یُوں کہئے کہ بانیٔ تحریک کا دعویٰ مسئلہ بروز پر مبنی ہے مسئلۂ مذکورہ کی تحقیق تاریخی لحاظ سے ازلس ضروری ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے یہ مسئلہ عجمی مُسلمانوں کی ایجاد ہے

اور اصل اس کی آرین ہے۔ نبوت کا سامی تخیل اس سے بہت اعلیٰ وارفع ہے۔ میری رائے ناقص میں اس مسئلہ کی تاریخی تحقیق قادیانیت کا خاتمہ کرنے کے لئے کافی ہوگی۔ والسلام

محمد اقبال

صغرا بیگم ہمایوں مرزا کے نام

(۲۵۰) ——— (۱)

لاہور

۲۸- نومبر ۱۹۲۲ء

مکرمہ تسلیم

رسالہ النساء کے لئے نہایت سپاس گذار ہوں - بہت اچھا رسالہ ہے - مجھے یقین ہے کہ اس کا مطالعہ مسلمان عورتوں کے لئے بہت سبق آموز ہوگا - مَیں کچھ مدت سے اردو میں بہت کم لکھتا ہوں لیکن اگر کچھ اردو اشعار ہوگئے تو بھیج دُونگا - تسلیم -

محمد اقبال

(۲۵۱) ——— (۲)

مخدومہ جناب صغرا ہمایوں بیگم صاحبہ

تسلیم - آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے - جس کے لئے سراپا

سپاس ہوں۔ میری صحت ایک مدّت سے خراب ہے اسی واسطے لٹریری مشاغل کی طرف بہت کم توجہ کرسکتا ہوں "پیام مشرق" نام ایک مجموعہ نظم جو فارسی میں ہے تیار ہو رہا ہے۔ شاید دو تین ماہ میں شائع ہو جائے گا۔ انشاءاللہ ایک کاپی آپ کی خدمت میں ارسال کروں گا۔ لیکن چونکہ اندیشہ ہے کہ بھول نہ جاؤں اس واسطے اگر کتاب آپ کو نہ پہنچے تو بلا تکلف یاد دلا دیجئے۔

آپ کے شوہر ہمایوں مرزا صاحب سے مجھے نیاز حاصل نہیں ہے۔ لیکن میں نے آپ کا خط جو ہزار داستاں میں شائع ہوا ہے۔ پڑھا ہے۔ اس خط کے پڑھنے سے مجھے خاص مسرت ہوئی۔ فریادؔ مرحوم کی لٹریری عظمت میں کس کو کلام ہو سکتا ہے جن کے شاگردوں میں شادؔ عظیم آبادی ہوں۔

امید کہ مزاج بخیر ہو گا۔

مخلص

محمد اقبال، لاہور

۲۸۔ فروری ۱۹۲۳ء

(۲۵۲) ———— (۳)

لاہور
۱۴-اکتوبر ۱۹۲۳ء

مکرمہ تسلیم

افسوس کہ مَیں وعدہ یاد نہ رکھ سکا جس سے مجھے ندامت ہے۔ امید کہ آپ معاف فرمائیں گی۔

بہر حال کل پبلشر کو لکھ بھیجوں گا۔ کہ وہ پیام مشرق کی ایک جلد آپ کی خدمت میں بھیج دے۔ مضمون لکھنے کی فرصت نہ ملی اور نہ ابھی کچھ مدت تک ایسی فرصت ملنے کی توقع ہے۔ کیونکہ فرصت کے اوقات میں مجھے بعض ضروری لٹریری کاموں کی تکمیل کرنا ہے۔

محمد اقبال

(۲۵۳) ———— (۴)

لاہور
۱۲-جولائی ۱۹۲۸ء

جناب محترمہ تسلیم۔

آپ کے اشعار صاف ہیں۔ افسوس کہ مَیں فنِ اصلاح

(۲۵۵) ——————— (۲)

لاہور

۲۷۔ نومبر ۱۹۱۹ء

مخدومی۔ السلام علیکم

نوازش نامہ مل گیا ہے۔ جس کے لئے سراپا سپاس ہوں خدا کے فضل و کرم سے اب بالکل اچھا ہوں۔ میری زندگی میں کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں جو اوروں کے لئے سبق آموز ہو سکے۔ ہاں خیالات کا تدریجی انقلاب البتہ سبق آموز ہو سکتا ہے۔ اگر کبھی فرصت ہو گئی تو لکھوں گا۔ فی الحال اس کا وجود محض عزائم کی فہرست میں ہے۔

مولانا اکبر کا خط مجھے دہلی سے آیا تھا۔ اگر وہ کچھ روز وہاں ٹھیرتے تو میں بھی ان کی زیارت کے لئے آجاتا۔

مخلص

محمد اقبال

(۲۵۶) —————— (۳)

لاہور
۳۰۔ اگست سنہ ۱۹۲۱ء

مخدومی

تبدیل ہوا کے لئے شملہ چلا گیا تھا۔ مگر وہاں جاتے ہی طبیعت اور بگڑ گئی۔ چار پانچ روز کے بعد واپس آگیا۔ اب خدا کے فضل سے کسی قدر اچھا ہوں۔

آپ کا حسن ظن میری نسبت بہت بڑھ گیا ہے۔ حقیقت میں میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کی نسبت دنیا نے شاعری سے کچھ بھی نہیں۔ اور نہ کبھی میں نے seriously اس طرف توجہ کی ہے۔ بہرحال آپ کی عنایت کا شکرگذار ہوں۔ باقی رہا یہ امر کہ موجودہ بیداری کا سہرا میرے سر پر ہے یا ہونا چاہئے۔ اس کے متعلق کیا عرض کروں۔ مقصود تو بیداری سے تھا اگر بیداری ہندوستان کی تاریخ میں میرا نام تک بھی نہ آئے تو مجھے قطعاً اس کا ملال نہیں۔ لیکن آپ کے اس ریمارک سے مجھے بہت تعجب ہوا۔ کیونکہ میرا

خیال تھا کہ اس بات کا شاید کسی کو احساس نہیں۔ مولوی ابو الکلام صاحب آزاد کے تذکرہ کا دیباچہ لکھنے والے بزرگ نے جن الفاظ میں محمد علی، شوکت علی اور میری طرف اشارہ کیا ہے اُن سے میرے اس خیال کو اور تقویت ہو گئی ہے۔ لیکن اگر کسی کو بھی اس کا احساس نہ ہو تو مجھے اس کا رنج نہیں۔ کیونکہ اس معاملہ میں خدا کے فضل و کرم سے بالکل بے غرض ہُوں۔

معلوم نہیں کونسا شعر آپ کے پاس امانت ہے۔ بہتر ہے چھاپ دیجئے۔

مخلص

محمد اقبال

سیّد نعیم الحق کے نام

(۲۵۷) ——— (۱)

(انگریزی)

لاہور

۲۵- دسمبر ۱۹۳۳ء

مائی ڈیر مسٹر نعیم الحق

نوازش نامہ موصول ہُوا جس کے لئے سراپا سپاس ہوں - اگر میں کانفرنس میں شمولیت کے لئے پٹنہ آسکا تو یقیناً آپ سے ملاقات میرے لئے باعثِ مسرت ہوگی - لیکن پٹنہ میں میرا آنا غیر یقینی ہے کیونکہ مجھے ممکن ہے اواخرِ مارچ ۱۹۳۴ء میں آکسفورڈ میں لیکچروں کے ایک سلسلہ کے لئے انگلستان جانا پڑے - اور یہ ضروری ہے، کہ یہ لیکچر میری روانگی سے پیشتر مرتب کر لئے جائیں - اگر میرا ارادہ پٹنہ آنے کا ہُوا تو آپ کو مطلع کرونگا - کشمیر کے مسلمانوں کی امداد

واعانت آپ کا بڑا ہی کرم ہے۔ مقدمات کی تاریخیں فروری ۱۹۳۴ء میں حسب ذیل ہیں۔

۵ سے ۱۰ فروری تک مقدمہ سکھ چین پور۔ ۴ سے ۱۷ فروری تک مقدمہ علی بیگ۔ دونوں مقدمات کی سماعت جموں میں ہوگی۔ کیا آپ دونوں مقدمات کی پیروی کے لئے تیار ہیں۔ ملک برکت (علی) فروری میں اپنے انتخاب میں مصروف ہونگے۔ ہم آپ کی مکرر اعانت کے لئے نہایت احسانمند ہونگے۔ اگر آپ تکلیف گوارا فرمائیں تو مجھے فوراً بذریعہ تار اپنی آمادگی سے مطلع فرمائیں تاکہ ضروری کاغذات بھیج سکوں۔ کوشش کرونگا کہ آپ کے لئے ایک مددگار مہیّا کیا جائے۔ عبدالحمید صاحب نے مجھے اطلاع دی ہے کہ آپ نے ذکر کیا تھا کہ پٹنہ کے عبدالعزیز صاحب مسلمانوں کی امداد کو ہر وقت تیار ہونگے۔ آپ میری طرف سے اُن کی خدمت میں کشمیر کے بے بس مسلمانوں کی امداد کی درخواست کیجئے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے

خیر دے گا۔ آپ کے تار کا انتظار رہے گا

مخلص محمد اقبال

(۲۵۸) ——— (۲)

(انگریزی)

۱۳۔ جنوری ۱۹۳۴ء

مائی ڈیر نعیم الحق

نوازشنامہ اور تار کے لئے جو کل رات موصول ہؤا اور جس کا جواب آج صبح بھیجا گیا نہایت ممنون ہوں۔ آپ کی اس عنایت کا کیونکر شکریہ ادا کیا جائے کہ آپ دونوں مقدمات کی پیروی کے لئے آمادہ ہیں۔ مَیں اس مقدمہ کا فیصلہ اور دوسرے کاغذات آپ کو بھیج رہا ہوں جس کی تاریخ پیشی جموں میں ۱۳ فروری مقرر ہوئی ہے۔ یہ بہتر ہوگا کہ آپ ۱۲ فروری کو جموّں پہنچ جائیں۔

دوسرے مقدمہ کے متعلق کاغذات ابھی مجھے موصول نہیں ہوئے۔ اگر کوئی دوسرا انتظام ممکن نہ ہؤا تو مَیں کاغذات

موصول ہوتے ہی آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا۔ دوسرا مقدمہ ۵ فروری کو شروع ہوتا ہے جس مقدمہ کے کاغذات میں بھیج رہا ہوں وہ پانچ چھ دن سے زیادہ نہ لے گا۔ امید ہے آپ کے پاس فرصت میں اس مقدمہ کی تیاری کے لئے کافی وقت ہوگا۔

مخلص محمد اقبال

تحریر مابعد :-

کاغذات کے موصول ہونے کی اطلاع ضرور دیجئے اور جموں میں پہنچنے کی اطلاع شیخ عبدالحمید صاحب ایڈوکیٹ (صدر کشمیر کانفرنس) کو دیجئے۔ اور دوسرے معاملات میں بھی انہی سے براہ راست خط و کتابت مفید ہوگی۔

م - ا

(۲۵۹) ——— (۳)

(انگریزی)

لاہور
۲۲۔ جنوری ۱۹۳۴ء

مائی ڈیر مسٹر نعیم الحق

نوازش نامہ کے لئے جو ابھی ابھی موصول ہوا سراپا سپاس ہوں

مجھے پٹنہ میں دوستوں کے متعلق حد درجہ تشویش تھی اور میں تار دینے ہی والا تھا کہ آپ کا نوازشنامہ موصول ہو گیا۔ زلزلہ کی ہولناکی سے طبیعت پر غم و یاس کی فراوانی اور پریشان خاطری کے باوجود مقدمہ کی پیروی کی ذمہ داریوں کو نبھانے کے لئے آپ کی ہمّت و مستعدی لائقِ صد ہزار داد و ستائش ہے۔ مجھے میرپور کے دوسرے مقدمہ کی نقل فیصلہ تو موصول ہو گئی ہے لیکن ابھی دوسرے کاغذات کا انتظار ہے۔

مَیں سمجھتا ہُوں اس مقدمہ کی پیروی کا بار بھی آپ پر ہی ڈال دیتا آپ کو حد درجہ زحمت میں مبتلا کرنا ہو گا۔ جہاں تک آپ کے مددگار کا تعلق ہے مَیں لاہور ہی میں کسی کو آمادہ کروں گا تاکہ وہ لاہور سے ہی آپ کے ساتھ ہو جائے یا پھر جموں میں آپ سے آن ملے۔

جموں کانفرنس آپ کی میزبان ہو گی۔ آپ شیخ عبدالحمید صاحب کو تحریر کر دیں مَیں نے شیخ عبداللہ صاحب صدر کانفرنس سے بھی تذکرہ کر دیا ہے۔ وہ اس وقت لاہور میں ہیں لیکن جموں میں آپ

کی تشریف آوری تک پہنچ جائیں گے۔ تکلیف کے لئے دوبارہ شکریہ عرض کرتا ہوں۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص

محمد اقبال

(۲۶۰) (۴)

(انگریزی)

لاہور

۲۸۔ جنوری ۱۹۳۴ء

مائی ڈیر نعیم الحق

نوازش نامہ موصول ہؤا جس کے لئے ممنون ہوں۔ میں عبدالحمید صاحب کو لکھ رہا ہوں کہ مقدمہ میں درخواست التوا دے دیں۔ لیکن چونکہ اب آپ مقدمہ میں وکیل ہیں بہتر یہ ہوگا کہ آپ براہِ راست کشمیر ہائی کورٹ میں درخواست التوا دے دیں اور وجوہ وہی تحریر کریں جو آپ نے اپنے نوازش نامہ میں تحریر فرمائی ہیں۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص محمد اقبال

تحریر مابعد

جس وقت آپ کشمیر پہنچیں گے امید ہے کشمیر میں زبردست ایجیٹیشن دوبارہ شروع ہو چکی ہو گی۔

محمد اقبال

(۲۶۱) (۵)

لاہور
۹۔فروری ۱۹۳۴ء

مائی ڈیر مسٹر نعیم الحق

نوازشنامہ موصول ہوا جس کے لئے سراپا سپاس ہوں۔
جس مقدمہ کی پیروی کے لئے میں نے آپ سے درخواست کی تھی اس کی پیروی چودھری ظفراللہ خاں کریں گے عبدالحمید صاحب نے مجھے یہ اطلاع دی ہے اور میں نے ضروری سمجھا کہ آپ کو ہر قسم کی زحمت سے بچانے کے لئے مجھے فی الفور آپ کو مطلع کرنا چاہیئے۔

چودھری ظفراللہ خاں کیونکر اور کس کی دعوت پہ وہاں جا

رہے ہیں مجھے معلوم نہیں۔ شاید کشمیر کانفرنس کے بعض لوگ ابھی تک قادیانیوں سے خفیہ تعلقات رکھتے ہیں۔ مَیں اُس تمام زحمت کے لئے جو آپ برداشت کر رہے ہیں اور اس تمام ایثار کے لئے جو آپ گوارا فرما رہے ہیں بیحد ممنون ہُوں۔ امید ہے آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔

مخلص محمد اقبال

نامعلوم مکتوب الیہ کے نام

یہ خطوط سید نعیم الحق صاحب کا عطیہ ہیں اُن کا خیال ہے کہ شیخ عبداللہ کے نام لکھے گئے ہیں۔ اس کی تصدیق نہیں ہوسکی۔ میری رائے ہے کہ یہ کسی اور بزرگ کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ کم از کم القاب وخطاب کے پیش نظر میری ہی رائے اشاعت کے بعد تصدیق ہوسکے گی۔ (مرتب)

(۲۶۲) ——— (۱)

لاہور
یکم ستمبر ۱۹۳۳ء

جناب من السلام علیکم

آپ کا تار کل مل گیا تھا۔ جس کے لئے بہت شکریہ ہے مہربانی کرکے میری طرف سے اور جملہ ممبرانِ کشمیر کمیٹی کی طرف سے

مسٹر نعیم الحق صاحب کی خدمت میں بہت بہت شکریہ ادا کریں مجھے یقین ہے کہ مسلمانانِ پنجاب و کشمیراں کی خدمت کی بہت قدر کریں گے۔ کل مجھے کشمیر سے تار آیا تھا کہ ضروری کاغذات مسٹر نعیم الحق صاحب کی خدمت میں ارسال کر دیئے گئے ہیں۔ تاریخ مقدمہ ۲۲۔ ستمبر ہے اور مقدمہ سری نگر میں ہوگا۔ شیخ عبدالحمید صدر کشمیر کانفرنس ان کو مفصل ہدایات لکھ دیں گے کہ ان کو کون سے رستے سری نگر پہنچنا چاہیئے۔ یعنی جموں کے راستے یا راولپنڈی کے راستے۔ دونوں رستے اچھے ہیں۔ جموں یا راولپنڈی سے موٹر پر جاتے ہیں اور راہ نہایت پُر فضا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مسلمانانِ کشمیراں کا مناسب استقبال کرینگے۔ میرا یہ عریضہ مسٹر نعیم الحق کو دکھا دیجئے۔

مَیں براہ راست ان کی خدمت میں لکھتا مگر معلوم نہ تھا کہ وہ اس وقت پٹنہ میں ہیں یا اپنے کام کے سلسلہ میں کہیں باہر تشریف لے گئے ہیں۔ مَیں نے کل رات شیخ عبدالحمید صاحب کو مسٹر موصوف کے متعلق ایک مفصّل خط لکھ دیا ہے۔ والسلام

محمد اقبال

(۲۶۳) ——— (۲)

جناب مولوی صاحب۔ السلام علیکم

آپ کا خط ابھی ملا ہے۔ مَیں آپ کا بہت شکر گذار ہُوں کہ آپ نے نعیم الحق صاحب کو آمادہ کر لیا۔ کل شیخ عبد المجید صاحب کا تار آیا کہ نعیم صاحب کو کاغذات بھیج دیئے گئے ہیں۔ باقی جو آپ نے کسی اور صاحب کے متعلق لکھا ہے اُس کے لئے بھی آپ کا بہت ممنون ہُوں۔ اُن کو بھی آمادہ رکھئے۔ جب ان کو مدد کی ضرورت ہو گی تو مَیں آپ کو بذریعہ تار یا خط مطلع کرونگا۔ اس سے پہلے بھی ایک خط آپ کی خدمت میں لکھ چکا ہوں۔ نعیم الحق صاحب کی خدمت میں مزید شکریہ۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ ۴ ستمبر کو مَیں شملہ جا رہا ہوں۔ مولوی شفیع داؤدی صاحب سے بھی ملاقات ہو گی۔

محمد اقبال۔ ۲ ستمبر ۱۹۲۲ء

لاہور

(۲۶۴) ——— (۳)

جناب مولوی صاحب السلام علیکم

آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے جس کے لئے بہت شکرگذار ہوں مسٹر نعیم الحق صاحب کے خط سے جو انہوں نے شیخ عبدالحمید کو لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خیال میں کشمیر اور سری نگر دو مختلف جگہیں ہیں۔ ان کی خدمت میں عرض کریں کہ کشمیر ملک کا نام ہے اور سری نگر دارالسلطنت ہے۔ مقدمات جو بھی ہوں سری نگر میں ہونگے اور جہاں تک مَیں خیال کرتا ہوں اُن کو زیادہ مدت وہاں ٹھیرنا نہ پڑے گا۔ شیخ عبدالحمید صاحب کا خط مجھے آج آیا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ سید نعیم الحق صاحب کا سفر خرچ کشمیر کمیٹی کی طرف سے ادا ہونا چاہئے لیکن مجھے یقین ہے کہ سید صاحب موصوف اس حقیر رقم کو جو سفر خرچ کی صورت میں اُن کی خدمت میں پیش کی جائے قبول نہ کرینگے۔ اور یہ کام للہ مسلمانوں کے لئے کریں گے۔ کشمیر کمیٹی کے پاس زیادہ فنڈ نہیں ہے۔ ورنہ مَیں خود سید صاحب کی خدمت میں پیش کرتا اس واسطے مہربانی کر کے ان

کی خدمت میں عرض کریں کہ اگر آپ بلا کسی قسم کے معاوضہ اور سفر خرچ کے یہ خدمت کریں تو اللہ کے نزدیک اجر جزیل کے مستحق ہونگے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی اور صورت میں اس کا اجر مل جائیگا۔

سیّد صاحب موصوف سے یہ بات طے کر کے مجھے بذریعہ تار مطلع فرمائیں تاکہ ان کی خدمت میں کاغذات ضروری بھجواؤں اور یہ بھی اطلاع دوں کہ کس تاریخ پر ان کو سری نگر پہنچنا چاہئے۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ سید صاحب موصوف کی خدمت میں میری طرف سے بہت بہت شکریہ ادا کریں

مخلص محمد اقبال

نوٹ:۔ اس خط پر تاریخ درج نہیں۔

پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی کے نام

۲۶۵ ۱

لاہور
۸- اگست ۱۹۳۳ء

مخدوم و مکرم حضرت قبلہ۔ السلام علیکم

اگرچہ زیارت اور استفادہ کا شوق ایک مدت سے ہے تاہم اس سے پہلے شرفِ نیاز حاصل نہیں ہوا۔ اب اس محرومی کی تلافی اس عریضہ سے کرتا ہوں۔ گو مجھے اندیشہ ہے کہ اس خط کا جواب لکھنے یا لکھوانے میں جناب کو زحمت ہوگی۔ بہرحال جناب کی وسعت اخلاق پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ چند سطور لکھنے کی جرأت کرتا ہوں کہ اس وقت ہندوستان بھر میں کوئی اور دروازہ نہیں جو پیشِ نظر مقصد کے لئے کھٹکھٹایا جائے۔

مَیں نے گزشتہ سال انگلستان میں حضرت مجدد الف ثانی

پر ایک تقریر کی تھی جو وہاں کے اداشناس لوگوں میں بہت مقبول ہوئی۔ اب پھر ادھر جانے کا قصد ہے۔ اور اس سفر میں حضرت محی الدین ابن عربی پر کچھ کہنے کا ارادہ ہے۔ نظر بایں حال چند امور دریافت طلب ہیں۔ جناب کے اخلاق کریمانہ سے بعید نہ ہوگا۔ اگر ان سوالات کا جواب شافی مرحمت فرمایا جائے

(۱) اوّل یہ کہ حضرت شیخ اکبر نے تعلیم حقیقتِ زمان کے متعلق کیا کہا ہے اور ائمۂ متکلمین سے کہاں تک مختلف ہے۔

(۲) یہ تعلیم شیخ اکبر کی کون کون سی کتب میں پائی جاتی ہے اور کہاں کہاں، اس سوال کا مقصود یہ ہے کہ سوال اول کے جواب کی روشنی میں خود بھی ان مقامات کا مطالعہ کر سکوں۔

(۳) حضرات صوفیا میں سے اگر کسی اور بزرگ نے بھی حقیقتِ زمان پر بحث کی ہو تو اُن بزرگ کے ارشادات کے نشان بھی مطلوب ہیں۔ مولوی سید انور شاہ مرحوم و مغفور نے مجھے عراقی کا ایک رسالہ مرحمت فرمایا تھا۔ اس کا نام تھا فی درایۃ الزمان۔ جناب کو ضرور اس کا علم ہوگا۔ مَیں نے یہ رسالہ دیکھا ہے۔ مگر چونکہ یہ رسالہ

بہت مختصر ہے اس واسطے مزید روشنی کی ضرورت ہے۔

مَیں نے سنا ہے کہ جناب نے درس و تدریس کا سلسلہ ترک فرمادیا ہے۔ اس واسطے مجھے یہ عریضہ لکھنے میں تامل تھا۔ لیکن چونکہ مقصود خدمتِ اسلام ہے مجھے یقین ہے کہ اس تصدیعہ کے لئے جناب مجھے معاف فرمائیں گے اور جواب باصواب سے ممنون فرمائینگے باقی التماسِ دعا۔

مخلص محمد اقبال۔ بیرسٹرایٹ لا لاہو

مس فارقوہرسن کے نام

(۲۶۶)――――(۱)

میورروڈ لاہور

۲۰-جولائی ۱۹۳۷ء

مائی ڈیر مس فارقوہرسن

مَیں بدستور بیمار ہُوں اس لئے فلسطین رپورٹ پر اپنی رائے اور وہ عجیب و غریب خیالات اور احساسات جو اُس نے ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں میں بالخصوص اور ایشیائی مسلمانوں کے دلوں میں بالعموم پیدا کئے ہیں یا کر سکتی ہے تفصیل سے تحریر نہیں کرسکتا۔ میرے خیال میں اب وقت آگیا ہے کہ نیشنل لیگ آف انگلینڈ وقت شناسی کا ثبوت دے اور اہلِ برطانیہ کو عربوں کے خلاف جن سے برطانوی سیاست دانوں نے اہلِ برطانیہ کے نام سے حتمی وعدے کئے تھے نا انصافی کے ارتکاب سے بچالے۔ طاقت کا سرچشمہ

فراست ہے۔ جب طاقت عقل و دانش کو پس پشت ڈال کر محض اپنی ذات ہی پر بھروسہ کر لیتی ہے تو نتیجہ خود طاقت کا زوال ہوتا ہے۔ پرنس محمد علی صاحب مصری نے ایک معقول تعمیری تجویز پیش کی ہے جو ہر طرح اہل برطانیہ کے لئے لائق توجہ ہے ہمیں یہ کبھی بھی فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ فلسطین انگلستان کی کوئی ذاتی جائداد نہیں فلسطین تو انگلستان کے پاس جمعیۃ الاقوام کی طرف سے زیر انتداب ہے اور مسلم ایشیا لیگ آف نیشنز کو انگریزوں اور فرانسیسیوں کا ایک ایسا ادارہ سمجھتا ہے جسے انہوں نے کمزور مسلم سلطنتوں کے علاقوں کی تقسیم کے لئے وضع کر رکھا ہے۔

فلسطین پر یہودیوں کا بھی کوئی حق نہیں۔ یہودیوں نے تو اس ملک کو رضامندانہ طور پر عربوں کے فلسطین پر قبضہ سے بہت پہلے اُسے خیرباد کہہ دیا تھا۔

صیہونیت بھی کوئی مذہبی تحریک نہیں۔ علاوہ اس امر کے کہ مذہبی یہودیوں کو صیہونیت سے کوئی دلچسپی نہیں۔ خود فلسطین رپورٹ نے اس امر کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا ہے۔

فلسطین رپورٹ کو منصفانہ نظر سے پڑھنے والے کے دل میں یہ اثر پیدا ہوتا ہے کہ تحریک صیہونیت کا آغاز یہودیوں کے لئے ایک قومی وطن مہیّا کرنے سے کہیں زیادہ برطانوی سامراج کے لئے میڈیٹرینین میں ایک ساحلی کنارہ حاصل کرنے کے لئے ہؤا تھا۔

بحیثیت مجموعی رپورٹ کا منشا مقامات مقدسہ کا عربوں سے بجبر مستقل انتداب کی صورت میں جو کمیشن نے برطانوی سامراجی ہوس کی پردہ پوشی کے لئے وضع کیا ہے خرید لینا ہے۔ اس فروخت کی قیمت عربوں کے لئے تھوڑا سا روپیہ اور ان کی سخاوت و مردانگی کا ایک قصیدہ اور یہودیوں کا ایک علاقہ پر قبضہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ برطانوی مدبرین عربوں کے خلاف صریح عناد کی پالیسی سے دستکش ہو کر اُن کا ملک اُن کے حوالے کر دیں گے۔ مجھے یہ بھی امید ہے کہ عرب انگریزوں اور بشرط ضرورت فرانسیسیوں سے بھی مصالحت کے لئے تیار ہونگے۔ اگر پراپیگنڈے کے زور سے اہلِ برطانیہ کو عربوں کے خلاف دھوکہ دیا گیا تو مجھے

اندیشہ ہے موجودہ حکمت عملی کے نتائج خطرناک ثابت ہونگے۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال

(۲) ——— (۲۶۷)

میو روڈ لاہور
۶۔ستمبر ۱۹۳۷ء

مائی ڈیر مس فارقوہرسن

آپ کے نوازشناموں کے لئے جو یکے بعد دیگرے موصول ہوئے ممنون ہوں۔ مجھے اس اطلاع سے نہایت مسرت ہوئی کہ نیشنل لیگ مسئلۂ فلسطین میں گہری دلچسپی لے رہی ہے اور مجھے یقین واثق ہے کہ لیگ انجام کار اہلِ برطانیہ کو حقیقتِ حال کے محسوس کرانے اور عربوں کی دوستی سے محرومی کے سیاسی عواقب سے کماحقہٗ آگاہ کرنے میں کامیاب ہوگی۔ مصر، شام اور عراق سے میرا کچھ نہ کچھ تعلق قائم ہے۔ نجف اشرف کے شیعیوں نے تقسیمِ فلسطین کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ ایرانی وزیر اعظم اور ترکی

صدرِ جمہوریہ نے بھی تقریریں کی ہیں اور احتجاج کیا ہے۔ خود ہندوستان میں اس مسئلہ پر جذبات روز بروز شدت اور تلخی اختیار کر رہے ہیں۔ اگلے ہی روز دہلی میں پچاس ہزار مسلمانوں کے اجتماع نے فلسطین کمیشن کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔

اخبارات میں یہ اطلاع بھی شائع ہوئی ہے کہ کانپور میں مسئلہ فلسطین کے سلسلہ میں مسلمانوں کی گرفتاریاں بھی عمل میں آئی ہیں۔ اس قدر تو اب بالکل واضح اور قطعی ہے کہ تمام دنیائے اسلام مسئلۂ فلسطین پر متحد الخیال ہے۔

میری خواہش تو تھی کہ آپ کو ایک مفصل خط لکھوں جس میں اس مسئلہ پر ایک سیر حاصل بحث کروں لیکن افسوس ہے بیمار ہوں اور مجھے اپنی بیوی کی وفات کی وجہ سے بعض ایسے امور کی طرف بھی توجہ کرنی پڑتی ہے جن سے مجھے کبھی دلچسپی نہ تھی۔ مجھے قوی امید ہے کہ نیشنل لیگ انگلستان کو اس نازک سیاسی حماقت سے بچا لے گی۔ اور ایسا کرنے میں وہ انگلستان اور عالم اسلام دونوں کی خدمت بجا لائے گی۔ سر عبد القادر سے میرا سلام کہئے۔ مجھے

اس اطلاع سے خوشی ہوئی کہ وہ مسئلۂ فلسطین میں دلچسپی لے رہے ہیں۔

مخلص

محمد اقبال

مَیں نے آپ کا خط اردو اور انگریزی اخبارات کو لاہور دہلی اور کلکتہ میں بھیج دیا ہے۔

علامہ اقبال کا بیان

مسئلۂ فلسطین

مجھے نہایت افسوس ہے کہ میں اس جلسۂ عام میں جو مسلمانان لاہور آج فلسطین رپورٹ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کی غرض سے منعقد کر رہے ہیں شمولیت سے قاصر ہوں۔ لیکن میں مسلمانوں کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ عربوں کے ساتھ جو ناانصافی برتی گئی ہے مجھے اس کا ایسا ہی شدید احساس ہے جیسا مشرق قریب کی صورتِ حالات سے واقف کسی شخص کو ہو سکتا ہے۔ مجھے توی امید ہے کہ اہل برطانیہ کو اب بھی اس وعدہ کے ایفا پر مائل کیا جا سکتا ہے جو انگلستان کی طرف سے عربوں سے کیا گیا تھا۔ مجھے مسرت ہے کہ برطانوی پارلیمنٹ نے اپنی ایک تازہ بحث میں ملک معظم کی حکومت کے فیصلہ پر نظر ثانی کرتے ہوئے مسئلۂ تقسیم فلسطین کو

غیر منفصل چھوڑ دیا ہے۔

یہ فیصلہ مسلمانان عالم کو ایک موقعہ بہم پہنچاتا ہے کہ وہ پوری قوت کے ساتھ اس امر کا اعلان کریں کہ وہ مسئلہ جس کا حل برطانوی سیاست دان تلاش کر رہے ہیں محض قضیہ فلسطین ہی نہیں بلکہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا شدید اثر تمام دنیائے اسلام پر ہوگا۔

مسئلہ فلسطین کو اگر اس کے تاریخی پس منظر میں دیکھا جائے تو فلسطین ایک خالص اسلامی مسئلہ ہے۔ بنی اسرائیل کی تاریخ کی روشنی میں دیکھا جاتے تو فلسطین میں مسئلہ یہود کا تو ۱۳ صدیاں ہوئیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یروشلم میں داخلہ سے قبل خاتمہ ہو چکا تھا۔ فلسطین سے یہودیوں کا جبری اخراج کبھی بھی عمل میں نہیں آیا بلکہ بقول پروفیسر ہوکنگ یہود اپنی مرضی اور ارادہ سے اس ملک سے باہر پھیل گئے اور ان کے مقدس صحائف کا غالب حصہ فلسطین سے باہر ہی مرتب و مدوّن ہوا۔ مسئلہ فلسطین کبھی بھی عیسائیوں کا مسئلہ نہیں رہا۔ زمانہ حال کے تاریخی انکشافات نے "پیٹر دی ہرمٹ" کی ہستی ہی کو محلِ اشتباہ قرار دے دیا ہے۔ بالفرض اگر یہ اعتراف بھی

کر لیا جائے کہ حروبِ صلیبیہ فلسطین کو عیسائیوں کا مسئلہ بنانے کی کوشش تھیں تو اس کوشش کو صلاح الدین کی فتوحات نے ناکام بنا دیا۔ لہٰذا میں فلسطین کو خالص اسلامی مسئلہ سمجھتا ہوں مشرقِ قریب کے اسلامی ممالک سے متعلق برطانوی سامراجی ارادے کبھی بھی اس طرح بے نقاب نہ ہوئے تھے جیسے رائل کمیشن کی رپورٹ نے انہیں رسوا کر دیا ہے۔ فلسطین میں یہود کے لئے ایک قومی وطن کا قیام تو محض ایک حیلہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ برطانوی امپیریلزم مسلمانوں کے مقاماتِ مقدسہ میں مستقل انتداب اور سیادت کی شکل میں اپنے ایک مقام کی متلاشی ہے۔ بقول ایک ممبر پارلیمنٹ کے یہ ایک خطرناک تجربہ ہے اور اس سے برطانوی مسئلہ کا بحیرۂ روم کا حل میسّر نہیں آتا۔ برطانوی مدبرین کو جاننا چاہیئے کہ برطانوی امپیریلزم کی مشکلات کا حل تلاش کرتے کرتے وہ برطانوی امپیریلزم کے لئے ایک مصیبت برپا کر رہے ہیں۔ ارضِ مقدس بشمول مسجد عمر کی مارشل لا کی دھمکی کے ماتحت جس کے ساتھ ساتھ عربوں کی مروت وسخاوت کا قصیدہ بھی پڑھا گیا ہے فروخت

برطانوی سیاست کا کارنامہ نہیں ہو سکتا بلکہ اُس کے تدبر کا ماتم ہے۔

یہودیوں کو زرخیز زمین اور عربوں کے لئے کچھ نقدی اور پتھریلی اور بنجر زمین کا عطیہ کوئی سیاسی دانائی نہیں۔ یہ تو برطانوی تدبّر کی شان سے گرا ہوا ایک نہایت ہی کمینہ سودا ہے جو اس نامور قوم کے لئے باعثِ ندامت ہے جس کے نام پر عربوں سے آزادی اور اتحاد کے قطعی وعدے کئے گئے تھے۔

میرے لئے ناممکن ہے کہ اس مختصر بیان میں فلسطین رپورٹ کی تفاصیل سے اور ان تازہ تاریخی حالات سے جن کی بنا پر یہ معرض ظہور میں آئی بحث کر سکوں۔

یہ رپورٹ مسلمانان ایشیا کے لئے بڑی بڑی عبرتوں کی سرمایہ دار ہے۔ تجربہ نے اس امر کو بہ تکرار واضح کر دیا ہے کہ مشرقِ قریب کے اسلامی ممالک کی سیاسی وحدت واستحکام عربوں اور ترکوں کے فوری اتحادِ مکرر پر موقوف ہے۔ ترکوں کو دنیائے اسلام سے علیحدہ کر دینے کی حکمت عملی ابھی تک جاری ہے۔ گاہے گاہے

اب بھی یہ صدا بلند ہوتی ہے کہ ترک تارکِ اسلام ہو رہے ہیں۔ ترکوں پر اس سے بڑا بہتان نہیں باندھا جا سکتا۔ اس شرارت آمیز پراپیگنڈے کا شکار وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو تاریخ تصورات فقہِ اسلامی سے نابلد ہیں۔ مسئلہ فلسطین کے امکانات ممکن ہے مسلمانوں کو اس متحدہ انگریزی فرانسیسی ادارہ جسے جمعیۃ الاقوام کا پُر شکوہ لقب دیا گیا ہے کی رکنیت کی حیثیت پر غور کرنے پر مجبور کریں اور ایک ایشیائی جمعیۃ الاقوام کے قیام و ترتیب پر مجبور ہوں۔ عربوں کو جن کا شعور مذہبی ظہور اسلام کا موجب بنا۔ جس نے مختلف اقوام ایشیا کو ایک حیرت انگیز کامیابی کے ساتھ متحد کر دکھایا۔ ترکوں سے ان کی مصیبت کے زمانہ میں غدّاری کے نتائج سے غافل نہ رہنا چاہیئے۔ عربوں کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ اُن غریب بادشاہوں پر جو خواہ کتنے ہی طاقتور کیوں نہ ہوں مسئلہ فلسطین پر ایک آزادانہ اور ایماندارانہ فیصلہ سے قاصر ہیں اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔ عربوں کا فیصلہ پورے غور و خوض کے بعد ایک آزاد فیصلہ ہونا چاہیئے جس کے لئے انہیں مسئلہ زیرِ بحث کے تمام

پہلوؤں پر پوری پوری ضروری معلومات میسّر ہونی چاہئیں۔

موجودہ زمانہ ایشیا کی غیر عربی اسلامی سلطنتوں کے لئے بھی ایک ابتلاو آزمائش کا دور ہے۔ کیونکہ تنسیخِ خلافت کے بعد مذہبی اور سیاسی نوعیت کا یہ پہلا بین الاقوامی مسئلہ ہے جو تاریخی قوتیں اُن کے سامنے لا رہی ہیں۔

ڈاکٹر نکلسن کے نام

فلسفۂ سخت کوشی

محترمی ڈاکٹر نکلسن

شفیع کے نام آپ نے جو مکتوب تحریر فرمایا ہے۔ اس سے مجھے یہ معلوم کر کے بیحد مسرت ہوئی۔ کہ اسرارِ خودی کا ترجمہ انگلستان میں قبولِ عام حاصل کر رہا ہے۔ بعض انگریز تنقید نگاروں نے اس سطحی تشابہ اور تماثل سے جو میرے اور نیٹشے کے خیالات میں پایا جاتا ہے۔ دھوکا کھایا ہے۔ اور غلط راہ پر پڑ گئے ہیں "دی اینتھم" والے مضمون میں جو خیالات ظاہر کئے گئے ہیں وہ بہت حد تک حقائق کی غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ لیکن اس غلطی کی ذمہ داری صاحب مضمون پر عائد نہیں ہوتی۔ اُس نے اپنے مضمون میں میری جن نظموں

کا ذکر کیا ہے۔ اگر اُسے ان کی صحیح تاریخ اشاعت کا بھی علم ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میری ادبی سرگرمیوں کے نشو و ارتقا کے متعلق اس کا زاویۂ نگاہ بالکل مختلف نظر آتا۔

وہ انسانِ کامل کے متعلق میرے تخیل کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکا۔ یہی وجہ ہے کہ اُس نے خلطِ مبحث کر کے میرے انسانِ کامل اور جرمن مفکر کے فوق الانسان کو ایک ہی چیز فرض کر لیا ہے۔ مَیں نے آج سے تقریباً بیس سال قبل انسانِ کامل کے متصوفانہ عقیدے پر قلم اٹھایا تھا۔ اور یہ وہ زمانہ ہے جب نہ تو نیٹشے کے عقائد کا غلغلہ میرے کانوں تک پہنچا تھا۔ نہ اس کی کتابیں میری نظروں سے گذری تھیں۔ یہ مضمون "انڈین انٹی کیوری" میں شائع ہوا۔ جب ۱۹۰۸ء میں مَیں نے "ایرانی الٰہیات" پر ایک کتاب لکھی تو اس کتاب میں اسکو شامل کر لیا گیا۔

انگریزوں کو چاہئے کہ میرے خیالات کو سمجھنے کے لئے جرمن مفکر کے بجائے اپنے ایک ہم وطن فلسفی کے افکار کو رہنما بنائیں۔ میری مراد انگزنڈر سے ہے جس کے گلاسگو والے خطبات پچھلے سال شائع ہو

چکے ہیں۔ ان خطبات میں اُس نے "خدا اور الوہیت" کے عنوان سے جو باب لکھا ہے وہ پڑھنے کے قابل ہے۔ وہ صفحہ ۳۴۷ پر لکھتا ہے:-

"گویا ذہنِ انسانی کے نزدیک الوہیت دوسری اعلیٰ تخریبی قوت ہے۔ جسے کائناتِ عالم وجود میں لانے کی سعی کر رہی ہے قیاس واجتہاد کی رہنموئی سے ہمیں یقین ہوچکا ہے کہ بطن گیتی میں اس قسم کی ایک قوت موجود ہے لیکن ہم نہیں جانتے کہ وہ قوت کیا ہے ہم نہ تو اسے محسوس کر سکتے ہیں۔ نہ ہمارا ذہن اُس کے تصور پر قادر ہے۔ انسان ابھی تک ایک نامعلوم خدا کے لئے قربانگاہیں تعمیر کر رہا ہے۔ یہ معلوم کرنا کہ الوہیت کیا چیز ہے۔ اس کا احساس کیسا ہوتا ہے اس صورت میں ممکن ہے کہ ہم خدا بن جائیں"+

الگزنڈر کے خیالات میرے عقائد کی نسبت زیادہ جسارت آمیز ہیں۔ میرا عقیدہ ہے کہ کائنات میں جذبۂ الوہیت جاری وساری ہے لیکن میں الگزنڈر کی طرح یہ نہیں مانتا کہ یہ قوت ایک ایسے خدا کے

وجود میں جلوہ آرا ہوگی - جو وقت کا تابع ہوگا - اس باب میں میرا عقیدہ یہ ہے کہ یہ قوت ایک اکمل و اعلیٰ انسان کے پیکر خاکی میں ظاہر ہوگی - خدا کے متعلق میرا عقیدہ الگزنڈر کے عقیدے سے مختلف ہے - لیکن اگر انگریزان جزوی اختلافات سے قطع نظر کر کے انسان کامل کے تخیل پر اپنے ایک ہم وطن مفکرؔ کے افکار کی روشنی میں نظر ڈالیں تو انہیں یہ عقیدہ اس قدر اجنبی اور غیر مانوس نہیں معلوم ہوگا +

مجھے مسٹر ڈکنسن کی تنقید بدرجۂ غایت دلچسپ معلوم ہوتی ہے اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اس کے متعلق چند باتیں عرض کر دوں :-

(۱) مسٹر ڈکنسن کے نزدیک میں نے اپنی نظموں میں جسمانی قوت کو منتہائے آمال قرار دیا ہے (انہوں نے مجھے ایک مکتوب لکھا ہے جس میں یہی خیال ظاہر کیا ہے) انہیں اس بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے - میں روحانی قوت کا تو قائل ہوں لیکن جسمانی قوت پر یقین نہیں رکھتا - جب ایک قوم کو حق و صداقت کی حمایت میں

دعوتِ پیکار دی جائے تو میرے عقیدے کی رُو سے اس دعوت پر لبیک کہنا اُس کا فرض ہے۔ لیکن مَیں اُن تمام جنگوں کو مردود سمجھتا ہُوں جن کا مقصد محض کشور کشائی اور ملک گیری ہو۔

مسٹر ڈکنسن نے صحیح فرمایا کہ جنگ خواہ حق و صداقت کی حمایت میں ہو۔ خواہ ملک گیری اور فتحمندی کی خاطر تباہی اور بربادی اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس لئے اُس کے استیصال کی سعی کرنا چاہیئے۔ لیکن ہم دیکھ چکے ہیں کہ معاہدے، لیگیں، پنچایتیں اور کانفرنسیں استیصالِ حرب نہیں کر سکتیں۔ اگر اس سعی میں ہمیں ہیش از پیش کامیابی ہو جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ مللِ مستعمرجن ملتوں کو تمدّن و تہذیب میں اپنا ہمسر نہیں سمجھتیں اُنہیں اپنے سہام جور و تعدی کا نشکار بنانے کے لئے زیادہ پُرامن وسائل اختیار کرینگی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں ایک ایسی شخصیت کی ضرورت ہے۔ جو ہمارے معاشری مسائل کی پیچیدگیاں سلجھائے۔ ہمارے تنازعات کا فیصلہ کرے۔ اور بین الملی اخلاق کی بنیاد مستحکم و استوار کر دے۔ پروفیسر میکنزی کی کتاب "انٹروڈکشن ٹو سوشیالوجی" کے یہ دو آخری پیراگراف کس

قدر صحیح ہیں۔ میں انہیں یہاں لفظ بہ لفظ نقل کر دیتا ہوں۔

"کامل انسانوں کے بغیر سوسائٹی معراجِ کمال پر نہیں پہنچ سکتی اور اس غرض کے لئے محض عرفان اور حقیقت آگاہی کافی نہیں۔ بلکہ ہیجان اور تحریک کی قوت بھی ضروری ہے۔ جیسے یوں کہنا چاہئے کہ یہ مہما حل کرنے کے لئے ہم نور و حرارت دونوں کے محتاج ہیں۔ غالباً عہد حاضرہ کے معاشری مسائل کا فلسفیانہ فہم و ادراک بھی وقت کی اہم ترین ضرورت نہیں۔ ہمیں معلم بھی چاہیے اور پیغمبر بھی۔ ہمیں آج رسکن یا کارلائل یا ٹالسٹائی جیسے لوگوں کی ضرورت ہے۔ جو ضمیر کو زیادہ متشدد اور سخت گیر بنانے اور فرائض کے دائرے کو زیادہ وسیع کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ غالباً ہمیں ایک مسیح کی ضرورت ہے...... یہ قول صحیح ہے کہ عہدِ حاضرہ کے پیغمبر کو محض "بیابان کی صدا" نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ عہدِ حاضرہ کے "بیابان" آباد شہروں کے گلی کوچے ہیں۔ جہاں ترقی کی مسلسل و پیہم جد و جہد کا بازار گرم ہے۔ اس عہد کے پیغمبر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس ہنگامہ زار

میں وعظ و تبلیغ کرے۔

غالباً ہمیں پیغمبر سے بھی زیادہ عہد نو کے شاعر کی ضرورت ہے، یا ایک ایسے شخص کا وجود ہمارے لئے مفید ثابت ہوگا جو شاعری اور پیغمبری کی دوگونہ صفات سے متصف ہو۔ عہد ماضی کے شاعروں نے ہمیں فطرت سے محبت کرنے کی تعلیم دی ہے۔ انہوں نے ہمیں اس قدر ژرف نگاہ بنا دیا ہے کہ ہم مظاہر فطرت میں انوارِ ربانی کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم ابھی ایک شاعر کے منتظر ہیں جو ہمیں اسی وضاحت کے ساتھ پیکرِ انسانی میں صفاتِ الٰہی کے جلوے دکھا دے۔ ہائنے نے از راہِ تفنن اپنے آپ کو "روح القدس کا سپاہی" کہا تھا۔ ہمیں ایسے شخص کی ضرورت ہے جو درحقیقت روح القدس کا سپاہی ہو۔ جو اس حقیقت پر ہماری آنکھیں کھول دے۔ کہ ہمارے بلند ترین نصب العین روزمرہ کی زندگی میں پورے ہو رہے ہیں اور اگر اس زندگی کو ترقی دینے کی سعی کی جائے۔ تو ہمیں محض راہبانہ ریاضت اور نفس کشی ہی کا موقع نہیں ملے گا بلکہ ایسا ارفع و اعلیٰ مقصد حاصل ہو جائیگا

جو تمام خیالات تمام جذبات اور تمام مسرتوں کو ترقی کے بلند
مقام پر پہنچا سکتا ہے"۔

انگریزوں کو چاہئے کہ اس نوع کے خیالات کی روشنی میں انسان کامل کے متعلق میرے افکار کا مطالعہ کریں۔ ہمارے عہد کے مدبر بیتیں جنگ و پیکار کو صفحۂ حیات سے محو نہیں کر سکتیں۔ کوئی بلند مرتبہ شخصیت ہی ان مصائب کا خاتمہ کر سکتی ہے۔ اور اس شعر میں مَیں نے اسی کو مخاطب کیا ہے۔

باز در عالم بیار ایام صلح
جنگ جویاں را بدہ پیغام صلح

(۲) مسٹر ڈکنسن نے آگے چل کر میرے "فلسفۂ سعی و کوشش" کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اس باب میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا مدار علیہ وہ خیالات ہیں جو مَیں نے حقیقت کے متعلق اپنی نظموں میں ظاہر کئے ہیں میرے عقیدے میں حقیقت ایسے اجزا کا مجموعہ ہے۔ جو تصادم کے واسطہ سے ربط و امتزاج پیدا کر کے "کل" کی صورت میں تبدیلی کی سعی کر رہے ہیں۔ اور یہ تصادم لامحالہ ان کی شیرازہ بندی اور ارتباط

پر منتج ہوگا - دراصل بقائے شخصی اور زندگی کے علاوہ ارتقا کے لئے تصادم نہایت ضروری ہے - نیٹشے بقائے شخصی کا منکر ہے - جو لوگ حصولِ بقا کے آرزومند ہیں وہ اُن سے کہتا ہے "کیا تم ہمیشہ کے لئے زمانے کی پشت کا بوجھ بنے رہنا چاہتے ہو" اس کے قلم سے یہ الفاظ اس لئے نکلے ہیں کہ زمانے کے متعلق اس کا تصور غلط تھا - اُس نے کبھی مسئلہ زمان کے اخلاقی پہلو کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی - بخلاف اس کے میرے نزدیک بقا انسان کی بلند ترین آرزو اور ایسی متاعِ گراں مایہ ہے جس کے حصول پر انسان اپنی تمام قوتیں مرکوز کر دیتا ہے - یہی وجہ ہے کہ میں عمل کی تمام صور و اشکالِ مختلفہ کو جن میں تصادم و پیکار بھی شامل ہے ضروری سمجھتا ہوں - اور میرے نزدیک اُن سے انسان کو زیادہ استحکام و استقلال حاصل ہوتا ہے - چنانچہ اسی خیال کے پیشِ نظر میں نے سکون و جمود اور اس نوع کے تصوف کو جس کا دائرہ محض قیاس آرائیوں تک محدود ہو مردود قرار دیا ہے۔

میں تصادم کو سیاسی حیثیت سے نہیں بلکہ اخلاقی حیثیت سے ضروری سمجھتا ہوں - حالانکہ اس باب میں نیٹشے کے خیالات کا

مدار غالباً سیاست ہے۔ جدید طبعیات سے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ مادی قوت کے جزو لاینجزیٰ نے ہزارہا سال تک ارتقائی مدارج طے کرنے کے بعد موجودہ صورت اختیار کی ہے پھر بھی وہ فانی ہے اور اسے مٹادیا جاسکتا ہے۔ قوتِ ذہنی یا یوں کہہ لیجئے کہ جسم انسانی کے ذرّہ ہائے مالوکی بھی یہی کیفیت ہے۔ صدہا برس کی مسلسل جد و جہد اور تصادم و پیکار کے بعد وہ موجودہ صورت تک پہنچا ہے۔ پھر بھی عوارضِ ذہنی کے مظاہر مختلفہ سے اس کی بے ثباتی اور عدم استحکام ظاہر ہے۔ اگر وہ بدستور قائم و باقی رہنا چاہتا ہے تو یقیناً وہ ماضی کے درسِ عبرت کو فراموش نہیں کرسکتا۔ اُسے لامحالہ ان قوتوں سے اپنے قیام کی خاطر استمداد کرنی پڑے گی۔ جو آج تک اُس کے استحکام کی ضامن رہی ہیں۔ ممکن ہے کہ فطرت کا ارتقا ان قوتوں میں اصلاح کر دے۔ یا اُن میں سے بعض کو (مثلاً تصادم اور جنگ و پیکار کو جو استحکام کے قوی عوامل میں سے ہیں) جو اس کے ارتقا کی کفیل بنی رہی ہیں۔ بالکل مٹادے۔ اور اس کے استحکام و بقا کی خاطر بعض ایسی قوتیں عرصۂ شہود میں لے آئے جن سے انسان آج تک ناآشنا رہا ہے۔ لیکن میں

بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں اس باب میں کسی نصب العین کا پرستار نہیں ہوں۔ اس لئے میرے نزدیک اس نوع کے انقلاب کا زمانہ ابھی بہت دور ہے۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ یورپ کی جنگ عظیم میں انسان کی بصیرت و موعظت کا جو سرمایہ پنہاں ہے وہ اس سے عرصۂ دراز تک متمتع نہ ہو سکے گا

ان سطور سے واضح ہو گیا ہے کہ میں نے محض اخلاقی زاویۂ نگاہ سے تصادم و پیکار کو ضروری قرار دیا ہے۔ افسوس کہ مسٹر ڈکنسن نے "فلسفۂ سخت کوشی" کے اس پہلو کو نظر انداز کر دیا ہے۔

(۳) مسٹر ڈکنسن نے آگے چل کر میرے فلسفے کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے اعتبار سے عالمگیر ہے لیکن باعتبار اطلاق و انطباق مخصوص و محدود۔ ایک حیثیت سے ان کا ارشاد صحیح ہے۔ انسانیت کا نصب العین شعر اور فلسفہ میں عالمگیر حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ لیکن اگر اسے مؤثر نصب العین بنانا اور عملی زندگی میں بروئے کار لانا چاہیں تو آپ شاعروں اور فلسفیوں کو اپنا مخاطب اولین نہیں ٹھہرائیں گے اور ایک ایسی مخصوص سوسائٹی تک اپنا دائرۂ مخاطبت

دوسرے کی شخصیت تسلیم کرلیں۔ انجمنیں، حکمبرداریاں، اس قسم کے عہدنامے جن کا ذکر مسٹر کبنز نے کیا ہے ملکیت خواہ وہ جمہوریت کی ہی قبا میں پوشیدہ کیوں نہ ہو انسان کو فوز و فلاح سے آشنا نہیں کر سکتی۔ بلکہ انسانی فلاح تمام انسانوں کی مساوات اور حریت میں پنہاں ہے۔ آج ہمیں اس چیز کی ضرورت ہے کہ سائنس کا محل استعمال قطعی طور پر بدل دیا جائے۔ ان خفیہ سیاسی منصوبوں سے احتراز کیا جائے جن کا مقصد بھی یہ ہے کہ کمزور و زبوں حال یا ایسی اقوام جو عیاری اور حیلہ گری کے فن میں چنداں مہارت نہیں رکھتیں صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہو جائیں۔ مجھے اس حقیقت سے انکار نہیں کہ مسلمان بھی دوسری قوموں کی طرح جنگ کرتے رہے ہیں۔ انھوں نے بھی فتوحات کی ہیں۔ مجھے اس امر کا بھی اعتراف ہے کہ ان کے بعض قافلہ سالار ذاتی خواہشات کو دین و مذہب کے لباس میں جلوہ گر کرتے رہے ہیں لیکن مجھے پوری طرح یقین ہے کہ کشور کشائی اور ملک گیری ابتداءً اسلام کے مقاصد میں داخل نہیں تھی۔

اسلام کو جہاں ستانی اور کشور کشائی میں جو کامیابی ہوئی ہے

میرے نزدیک وہ اس کے مقاصد کے حق میں بے حد مضر تھی۔ اس طرح وہ اقتصادی اصول نشو و نما نہ پا سکے جن کا ذکر قرآن کریم اور احادیث نبوئی میں جابجا آیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں نے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کر لی لیکن ساتھ ہی ان کے سیاسی نصب العین پر غیر اسلامی رنگ چڑھ گیا۔ اور انہوں نے اس حقیقت کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں کہ اسلامی اصولوں کی گیرائی کا دائرہ کس قدر وسیع ہے۔

اسلام کا مقصد یقیناً یہ ہے کہ دوسری قوموں کی جداگانہ حیثیت مٹا ڈالے اور انہیں اپنے اندر جذب کر لے۔ بلکہ صرف اسلام کی سیدھی سادی تعلیم جو الٰہیات کے دقیق اور پیچیدہ مسائل سے پاک اور عقل انسانی کے عین مطابق واقع ہوئی ہے اس عقدہ کی گرہ کشائی کر سکتی ہے۔ اسلام کی فطرت میں ایسے اوصاف پنہاں ہیں جن کی بدولت وہ کامیابی کے بام بلند پر پہنچ سکتا ہے۔ ذرا چین کے حالات پر نظر ڈالئے۔ جہاں کسی سیاسی قوت کی پشت پناہی کے بغیر اسلام کے تبلیغی مشن نے غیر معمولی کامیابی حاصل کر لی اور لاکھوں انسان

اسلام کے دائرے میں داخل ہو گئے۔ میں بیس سال سے دنیا کے افکار کا مطالعہ کر رہا ہوں اور اس طویل عرصے نے مجھ میں اس قدر صلاحیت پیدا کر دی ہے کہ حالات و واقعات پر غیر جانبدارانہ حیثیت سے غور کر سکوں۔

میری فارسی نظموں کا مقصود اسلام کی وکالت نہیں۔ بلکہ میری قوتِ طلب و جستجو تو صرف اس چیز پر مرکوز رہی ہے کہ ایک جدید معاشری نظام تلاش کیا جائے اور عقلاً یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کوشش میں ایک ایسے معاشری نظام سے قطع نظر کر لیا جائے جس کا مقصود وحید ذات پات۔ رتبہ و درجہ۔ رنگ و نسل کے تمام امتیازات کو مٹا دینا ہے۔ اسلام دنیوی معاملات کے باب میں نہایت ژرف نگاہ بھی ہے اور پھر انسان میں بے نفسی اور دنیوی لذائذ و نعم کے ایثار کا جذبہ بھی پیدا کرتا ہے۔ اور حسنِ معاملت کا تقاضا یہی ہے کہ اپنے ہمسایوں کے بارے میں اسی قسم کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ یورپ اس گنجِ گراں مایہ سے محروم ہے۔ اور یہ متاع اسے ہمارے ہی فیضِ صحبت سے حاصل ہو سکتی ہے۔

میں اس بارے میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں۔ میں نے اسرارِ خودی پر چند تشریحی نوٹ لکھے تھے جسے آپ نے دیباچۂ اسرار میں شامل کر لیا ہے۔ ان تفسیری حواشی میں میں نے مغربی مفکرین کے افکار و عقائد کی روشنی میں اپنی حیثیت واضح کی ہے۔ یہ طریق محض اس لئے اختیار کیا گیا تھا۔ تاکہ انگلستان کے لوگ میرے خیالات بآسانی سمجھ لیں۔ ورنہ قرآن حکیم، صوفیائے کرام اور مسلمان فلسفیوں کے افکار سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ میں نے اسرار کے پہلے اڈیشن میں بزبانِ اردو۔ دیباچہ لکھا ہے اس میں بھی طریقِ استدلال اختیار کیا گیا ہے۔

میرا دعویٰ ہے کہ "اسرار" کا فلسفہ مسلمان صوفیا اور حکما کے افکار و مشاہدات سے ماخوذ ہے۔ اور زماں اور وقت کے متعلق برگساں کا عقیدہ بھی ہمارے صوفیوں کے لئے نئی چیز نہیں۔ قرآن الٰہیات کی کتاب نہیں۔ بلکہ اس میں انسان کی معاش و معاد کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے پوری قطعیت سے کہا گیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ انکا تعلق الٰہیات کے ہی مسائل سے ہے۔ عہد جدید کا ایک مسلمان

اہل علم جب ان مسائل کو مذہبی تجربات اور افکار کی روشنی میں بیان کرتا ہے جن کا مبداء اور سرچشمہ قرآن مجید ہے۔ تو اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ جدید افکار کو قدیم لباس میں پیش کیا جا رہا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ پرانے حقائق کو جدید افکار کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ بدقسمتی سے اہل مغرب اسلامی فلسفے کی تعلیم سے ناآشنائے محض ہیں۔ اے کاش مجھے اس قدر فرصت ہوتی کہ میں اس موضوع پر ایک مبسوط کتاب لکھ کر مغربی فلسفیوں کو اس حقیقت سے روشناس کر دیتا۔ کہ دنیا کی مختلف قوموں کے فلسفیانہ خیالات ایک دوسرے سے کس قدر مشابہ ہیں۔

محمد اقبال

شیخ محمد اشرف پرنٹر و پبلشر نے مرکنٹائل پریس لاہور میں چھپوا کر کشمیری بازار لاہور سے شائع کیا